عمران سیریز
وائلنٹ کرائم
مظہر کلیم ایم اے

عمران سیریز

وائلنٹ کرائم

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

خان برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول ''وائلنٹ کرائم'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اغوا برائے تاوان ایک ایسا بھیانک جرم ہے جس سے پورا معاشرہ شدید ترین ذہنی اور جسمانی تشدد کا شکار ہو کر تاپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اغوا برائے تاوان حالانکہ انتہائی بھیانک جرم ہے لیکن اسے بھاری دولت کمانے کا ایک آسان ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں اغوا برائے تاوان کے کیسز کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور سرکاری ادارے جو ان جرائم کی سرکوبی کے لئے قائم کئے جاتے ہیں وہ ان معاملات میں جدید ترین ٹریننگ سے محروم ہونے کی وجہ سے سوائے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔

اس ناول میں فورسٹارز اور عمران اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدان میں نکلتا ہے تو اسے نہ صرف شدید ترین دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ ٹائیگر بھی پیشہ ور قاتل کے ہاتھوں یقینی ہلاکت تک پہنچ جاتا ہے۔ اس ناول میں صالحہ کی دوست کرپشن رپورٹر نازیہ نے بھی کھل کر کام کیا ہے لیکن صالحہ اس وقت بے بس سی ہو کر رہ جاتی ہے جب نازیہ کو بھی اغوا کر لیا جاتا ہے۔ کیا واقعی صالحہ اس بارے میں کچھ نہ کر سکی اور فورسٹارز، عمران اور اس کے ساتھی

اس بھیانک جرم کو جڑ سے اکھاڑنے میں کامیاب بھی ہو سکے یا
نہیں۔ یہ سب کچھ تو آپ ناول پڑھ کر ہی معلوم کر سکیں گے اور
مجھے یقین ہے کہ یہ ناول بھی آپ کے اعلیٰ معیار پر ہر لحاظ سے
پورا اترے گا لیکن ناول کے مطالعہ سے پہلے حسب دستور اپنے
خطوط، ای میلز اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے کیونکہ یہ بھی
دلچسپی کے لحاظ سے کسی صورت کم نہیں ہیں۔

وجھیانوالہ ضلع خانیوال سے محمد آفتاب لکھتے ہیں۔ ''میں عرصہ دراز
سے آپ کا خاموش قاری ہوں۔ آپ کا ناول ''ٹائیگر ان ایکشن''
ایک اچھی کاوش ہے لیکن اس میں آپ نے عمران کو زخمی کرا دیا۔ کیا
یہ ضروری تھا کہ عمران زخمی ہوتا۔ اسی طرح ناول ''سیکرٹ سروس مشن''
میں آپ نے عمران کو زخمی کر کے سیکرٹ سروس سے مشن کرایا۔
جس طرح آپ نے عمران اور ٹائیگر کو مشن کی تکمیل کے لئے بھجوایا
ہے اسی طرح کسی مشن پر عمران اور جولیا اکیلے کام کریں۔ ایک
شکایت بھی ہے کہ آپ کے ناولوں میں یکسانیت محسوس ہونے لگ
گئی ہے۔ مثلاً عمران اور اس کے ساتھیوں کا بار بار بے ہوش ہونا،
راز نہ کھول لینا، بے ہوش ہو کر لیبارٹری کے اندر پہنچ جانا اور پھر
اچانک مشن مکمل کر لینا۔ اب مشن صرف خوش قسمتی سے مکمل ہو
جاتے ہیں۔ امید ہے آپ اس پر ضرور توجہ دیں گے''۔

محترم محمد آفتاب صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے
حد شکریہ۔ عمران کے زخمی ہونے کے سلسلے میں آپ نے جس انداز

میں لکھا ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے خیال کے
مطابق میں نے زبردستی عمران کو زخمی کرایا ہے تاکہ ٹائیگر اور پاکیشیا
سیکرٹ سروس مشن مکمل کر سکے جبکہ ایسی بات نہیں ہے۔ واقعات
آپ نے خود پڑھے ہوں گے اور واقعات ہمیشہ منطقی انداز میں
خود بخود آگے بڑھتے ہیں اور نتائج بھی نکالتے ہیں۔ اس میں میری
کوشش کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ عمران بھی بہرحال انسان ہے۔ وہ
بھی زخمی ہو سکتا ہے۔ آپ اب اس کے زخمی ہونے پر شکایت کر
رہے ہیں جبکہ اس سے پہلے اکثر قارئین کو شکایت ہوتی تھی کہ
عمران مافوق الفطرت بن چکا ہے وہ زخمی بھی نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ
سب کچھ حالات و واقعات کے نتیجے میں ہوتا ہے جن پر میرا کوئی
زور نہیں ہوتا۔ کہانی اور واقعات اپنے طور پر آگے بڑھتے ہیں انہیں
جبراً روکا نہیں جا سکتا اور نہ ہی جبراً موڑا جا سکتا ہے اور یہی بات
میرے ناولوں کو فطری ناول بناتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ
لاکھوں قارئین عمران اور اس کے ساتھیوں کو فرضی یا تخیلاتی کردار
سمجھنے کی بجائے زندہ موجود کردار سمجھتے ہیں کیونکہ یہ سب فطری انداز
میں کام کرتے، سوچتے، بولتے اور ایک دوسرے سے لڑتے
جھگڑتے نظر آتے ہیں۔ جہاں تک عمران اور جولیا کو کسی مشن پر
بھجوانے کی بات ہے تو اس بات کا علم آپ کو بھی ہو گا کہ مشن کے
بارے میں آخری فیصلہ عمران کا ہوتا ہے اس لئے یہ تو کسی ایسے
مشن کے سامنے آنے پر ہی آپ کی فرمائش پوری ہو سکتی ہے جس

میں عمران یہ سمجھے کہ صرف جولیا کو ساتھ لے جا کر وہ مشن مکمل کر لے گا۔ جہاں تک مشن کے مکمل ہونے میں خوش قسمتی کا تعلق ہے تو آپ ایسا اس لئے سمجھتے ہیں کہ عمران اور اس کے ساتھی ہر مشن میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن آپ عمران کی خداداد ذہانت، اس کے تجربے اور اس کی مشن کے ساتھ کمٹمنٹ کو بھول جاتے ہیں ورنہ آپ اس کو صرف خوش قسمتی سے تعبیر نہ کرتے۔ میں نے آپ کی تمام باتوں کا تفصیل سے جواب اس لئے دیا ہے کہ آپ نے خاصے سنجیدہ انداز میں سوالات اٹھائے تھے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

گجرات سے ندیم عباس لکھتے ہیں۔ ''میں پچھلے چار پانچ سالوں سے آپ کی کتابیں مسلسل پڑھ رہا ہوں۔ آپ کی ہر کتاب نہ صرف دلچسپ ہوتی ہے بلکہ موضوع اور ٹریٹمنٹ کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ آپ کے ناول ''بلیو برڈ گروپ'' اور ''گروپ فائٹنگ'' پڑھے۔ گروپ فائٹنگ میں چند واقعاتی غلطیاں نظر آئی ہیں۔ آپ ان کی طرف توجہ کیا کریں۔ ان غلطیوں کی وجہ سے پڑھنے والے بدمزہ ہو جاتے ہیں۔ البتہ ایک درخواست ہے کہ عمران، فریدی اور میجر پرمود پر ضرور جلد از جلد ناول لکھیں چاہئے کتنا ہی ضخیم کیوں نہ ہو۔ قارئین اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے''۔

محترم ندیم عباس صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا شکریہ۔ ضخیم ناولوں میں بعض اوقات معمولی واقعاتی غلطیاں رہ جاتی

ہیں۔ اس طرف توجہ دلانے پر میں آپ کا مشکور ہوں اور میں کوشش کروں گا کہ آئندہ آپ کو کوئی شکایت نہ ہو۔ عمران، فریدی اور میجر پرمود کا مشترکہ ناول ہاٹ ورلڈ شائع ہو چکا ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

چک نمبر 8/V تحصیل خانیوال سے محمد اختر عباس لکھتے ہیں۔ ''میں گزشتہ چند سالوں سے آپ کے ناولوں کا قاری ہوں۔ آپ کے ناول مجھے بے حد پسند ہیں لیکن آپ سے شکایت ہے کہ آپ اپنے ناولوں میں عمران کی جسمانی فائٹ بہت کم پیش کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میری آپ سے گزارش ہے کہ جس طرح ٹائیگر عمران کا شاگرد ہے اس طرح میں آپ کا شاگرد بننا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے آپ میری گزارش پر ضرور ہمدردانہ غور کریں گے''۔

محترم محمد اختر عباس صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ عمران اب جسمانی فائٹ کو بچوں کا کھیل سمجھنے لگ گیا ہے کیونکہ وہ اب ذہنی لڑائی پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ بہرحال آپ کی فرمائش عمران تک پہنچا دی جائے گی۔ جہاں تک آپ کا میرا شاگرد بننے کا تعلق ہے تو محترم تخلیقی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی دین ہوتی ہے۔ اس کو استاد پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر آپ کچھ لکھنا چاہتے ہیں تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو اس صلاحیت سے بہرہ ور کرے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

شہر کا نام لکھے بغیر شہزاد علی لکھتے ہیں۔ ''میں آپ کا مسلسل قاری

ہوں کیونکہ نو سال کی عمر میں آپ کا لکھا ہوا ناول ''گنجا بھکاری'' پڑھا اور اس کے بعد آج تک مسلسل آپ کے ناولوں کا قاری چلا آ رہا ہوں۔ میں نے آپ کے ناولوں سے بہت کچھ سیکھا ہے اور زندگی میں مجھے آپ کے ناول پڑھنے سے بے حد کامیابیاں ملی ہیں۔ مجھے آپ کے بیٹے کے انتقال پر بھی بے حد دکھ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔''

محترم شہزاد علی صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ نے مسلسل قاری کی دلچسپ قسم دریافت کی ہے اور مجھے خوشی ہے کہ آپ نے میرے ناولوں سے کچھ سیکھا ہے اور عملی زندگی میں آپ کو کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے۔ آپ نے میرے بیٹے فیصل جان کے لئے جو دعا کی ہے میں اس کے لئے بھی آپ کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے گا۔ امید ہے آپ آئندہ خط لکھتے وقت شہر کا نام ضرور لکھیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail.Address

mazharkaleem.ma@gmail.com

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا ایک کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا لیکن اس کی نظریں کتاب پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

''صفدر بول رہا ہوں'' ..... عمران کے بولنے سے پہلے ہی دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جناب صفدر یار جنگ بہادر۔ میں خاک پائے بزرگان، خاکسار، خاک دان علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''..... عمران کی زبان یکلخت رواں ہو گئی۔

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ ویسے آج آپ کے القابات سننے

ہیں۔ کہاں سے حاصل کئے ہیں آپ نے یہ القابات''...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''جیسا مقابل آدمی ہو ویسے ہی القابات ہونے چاہئیں۔ اب جب مقابل صفدر یار جنگ بہادر ہو تو تعارف کے لئے خاکسار، خاک دان ہی ہونا چاہئے''...... عمران نے جواب دیا تو دوسری طرف سے صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

''عمران صاحب۔ آرٹ کونسل میں کیمرے سے کھینچی گئی تصاویر کی عالمی نمائش گزشتہ ایک ہفتے سے جاری ہے اور یہ تصاویر اتنی قابل قدر ہیں کہ دیکھنے والوں کا رش روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ میں بھی دو بار دیکھ آیا ہوں۔ میں نے جب اپنے ساتھیوں سے اس کا ذکر کیا تو آج پوری ٹیم نمائش دیکھنے جانا چاہتی ہے اور یہ بھی طے ہوا ہے کہ آپ کو بھی شرکت کی دعوت دی جائے''...... صفدر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کمال ہے۔ تم اور تصویری نمائش اور اب پاکیشیا سیکرٹ سروس تصویری نمائش دیکھنے جائے گی۔ حیرت ہے''...... عمران نے کہا۔

''کس بات پر آپ کو حیرت ہو رہی ہے۔ ہم انسان نہیں ہیں اور حسِ لطیف تو ہر انسان کے اندر موجود ہوتی ہے''...... صفدر نے کہا۔

''اسی بات پر تو مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ قصائی اگر بکریوں کی خوبصورت تصاویر دیکھنے کی خواہش شروع کر دے تو پھر وہ کم از کم

قصائی کا دھندہ نہیں کر سکے گا۔ تمہارا کام مار دھاڑ، قتل و غارت ہے اور تم دیکھنے جا رہے ہو تصویری نمائش۔ میرا خیال ہے کہ اگر تمہارے چیف کو یہ اطلاع مل گئی تو تم سب کی چھٹی بھی ہو سکتی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ایسی بات نہیں ہے عمران صاحب۔ مس جولیا نے چیف کو بتا دیا ہے اور چیف نے الٹا ہم سب کی تعریف کی ہے''...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ پھر تو اسے بھی دعوت دے دیتے کہ وہ اپنی تصویر بھی نمائش کے لئے بھجوا دے تاکہ پوری دنیا کے ایجنٹ اور مجرم اسے دیکھنے ہجوم در ہجوم آنا شروع ہو جائیں''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ باتیں وہیں ہوں گی۔ آپ ایک گھنٹے بعد آرٹ کونسل پہنچ جائیں۔ ہم وہاں آپ کا انتظار کریں گے''۔ صفدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''ایک ہفتہ ہو گیا ہے نمائش کو اور اس کی خبر مجھے کسی اخبار میں نظر نہیں آئی۔ کیوں''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کتاب بند کر کے ایک طرف رکھی اور آج کا اخبار اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ وہ اخبارات کی صرف موٹی موٹی سرخیاں دیکھا کرتا تھا۔ تفصیل سے پڑھنے کا نہ اس کے پاس وقت ہوتا تھا اور نہ ہی اسے دلچسپی ہوتی تھی لیکن اب وہ اس بارے میں پڑھنا

چاہتا تھا۔

چنانچہ اس نے اخبار کا آرٹ و کلچر والا صفحہ نکالا اور چند لمحوں بعد اس کی نظریں ایک خبر پر جم گئیں۔ نمائش کے بارے میں واقعی نہ صرف تفصیلی خبر موجود تھی بلکہ فوٹوگراف بھی شائع کئے گئے تھے۔ تصاویر میں نمائش دیکھنے والوں کا واقعی خاصا رش نظر آ رہا تھا۔ البتہ ایک تصویر ایسی بھی شائع کی گئی تھی جس مین نمائش دیکھنے والے سب سے زیادہ دلچسپی لے رہے تھے۔ اس تصویر کا عنوان تھا بے بسی۔ یہ تصویر کسی بڑے ہال کے اندرونی حصے کی تھی جس میں بچوں سے لے کر بوڑھوں تک زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے اور ان سب کے چہروں پر بے بسی اور بے چارگی کا تاثر اس قدر گہرا تھا کہ دیکھنے والے کو بے اختیار جھرجھری سی آ جاتی تھی۔

اخبار کے مطابق یہ تصویر ایک پیشہ ور فوٹوگرافر کاشف نے کھینچی تھی۔ اس نے یہ تصویر ایک عالمی مقابلے کے لئے بھجوائی تھی اور اس تصویر کو عالمی مقابلے میں دوسرا انعام دیا گیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ کاشف یہ انعام حاصل کرتا اسے ہلاک کر دیا گیا تھا۔ چونکہ کاشف ایک فلیٹ میں اکیلا رہتا تھا اور وہ غیر شادی شدہ تھا اس لئے یہ انعام لینے اس کا کوئی وارث بھی نہ جا سکا تھا اور عالمی مقابلے کے منتظمین نے یہ تصویر اور انعام حکومت پاکیشیا کی کلچرل وزارت کے حوالے کر دیا تھا اور اب یہ تصویر حکومت کی ملکیت تھی اور حکومت کی طرف سے ہی اسے ہر بڑی نمائش میں بھجوایا جاتا

تھا۔

اخبار میں یہ تصویر بھی شائع کی گئی تھی۔ عمران نے اس تصویر کو غور سے دیکھا اور کافی دیر تک دیکھنے کے بعد اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ یہ واقعی شاہکار تصویر تھی۔ بے بسی اور بے چارگی کے ایسے تاثرات اور کہیں اسے نظر نہ آئے تھے۔ چنانچہ اس نے اصل تصویر دیکھنے اور نمائش میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک گھنٹے بعد جب عمران آرٹ کونسل پہنچا تو اس نے سفید سلکی اچکن، سفید پاجامہ اور سلیم شاہی جوتی پہن رکھی تھی اور اس لباس میں وہ واقعی مغل دور کا کوئی شہزادہ نظر آ رہا تھا۔ لیکن چونکہ اب ایسے لباس کا عام طور پر رواج نہیں تھا اس لئے عورتیں اور مرد مڑ مڑ کر اسے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ عجوبہ ہو۔

''یہ تم ایسا لباس کیوں پہن کر آئے ہو''..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تاکہ عورتیں مڑ مڑ کر مجھے دیکھیں۔ شاید ان میں کوئی انارکلی بھی ہو''..... عمران نے جواب دیا تو سب ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

''عمران صاحب۔ وہ پاندان اور تمباکو کی ریشمی تھیلی۔ وہ کہاں ہے''..... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب ساتھی ایک بار پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

''ارے کیا پوچھتے ہو۔ اب پاندان کا زمانہ نہیں سائنس کا زمانہ

ہے اور تمباکو اب ریشمی تھیلی سے نکل کر سگریٹ کی ڈبیہ میں قید ہو چکا ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔

''عمران صاحب۔ آپ اس لباس میں واقعی بے حد وجیہہ نظر آ رہے ہیں''...... صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''صالحہ۔ خاتون کو کسی مرد کی اس انداز کی تعریف کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے''...... جولیا نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''چھوٹی بہن تو بڑے بھائی کی تعریف کر سکتی ہے یا نہیں''۔ صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا کا ستا ہوا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

''آیئے۔ پہلے نمائش دیکھ لیں۔ پھر عمران صاحب سے کسی بڑے ہوٹل میں دعوت کھائیں گے''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ یہ کیا۔ کیا مطلب۔ یہ تو غلط ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم نے مجھے باقاعدہ ٹریپ کیا ہے''...... عمران نے دعوت کا سن کر بے اختیار اچھلتے ہوئے کہا۔

''ٹریپ نہیں۔ آپ کے اس خوبصورت لباس کی وجہ سے آپ کو دعوت کھلانا ہو گی''...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ اس لباس پر نہ جانا۔ اندر پھٹی پرانی بنیان

ہے۔ کہو تو اچکن اتار کر دکھا دوں''۔۔۔ عمران نے جلدی سے اچکن کے بٹنوں کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''بس۔ بس۔ ہمیں یقین آ گیا ہے۔ بہرحال دعوت تو آپ کو کھلانا ہو گی''...... صفدر نے کہا اور پھر جب سب نے صفدر کی بات کی تائید کر دی تو عمران کا چہرہ بے اختیار لٹک گیا جیسے کوئی بھاری بوجھ اس کے سر پر آ پڑا ہو۔

''اس وقت آپ کے چہرے پر جو بے چارگی اور بے بسی ہے آپ کی تصویر اگر اس نمائش میں لگا دی جائے تو اسے پہلا انعام ملے گا''...... صدیقی نے کہا تو ایک بار پھر سب بے اختیار ہنس پڑے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب ہال میں داخل ہوئے اور وہاں موجود دوسرے لوگوں کے ساتھ تصاویر دیکھنے لگے۔ یہ سب واقعی بہترین تصاویر تھیں اور تصاویر بنانے والوں نے واقعی تکنیک اور جمالیات کا اس انداز میں استعمال کیا تھا کہ کسی بھی تصویر سے نظریں نہ ہٹتی تھیں اور پھر عمران اس تصویر کے سامنے پہنچ گیا جس کا عنوان بے بسی تھا اور جسے اخبار میں بھی شائع کیا گیا تھا۔ عمران غور سے اس تصویر کو دیکھتا رہا۔ وہ ایک ایک چہرے کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

''عمران صاحب۔ آپ یہاں رک گئے۔ آیئے۔ ابھی تو اور بہت سی تصاویر باقی ہیں''...... نعمانی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم جاؤ۔ میں بھی آ رہا ہوں"..... عمران نے کہا تو نعمانی آگے بڑھ گیا۔ باقی ساتھی پہلے ہی آگے جا چکے تھے۔ عمران کافی دیر تک تصویر کو دیکھتا رہا اور پھر وہ مڑ کر مزید تصاویر دیکھنے کی بجائے ایک طرف بنے ہوئے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں نمائش کے انتظامات کرنے والوں کا رش تھا۔

"یس سر"... ایک آدمی نے عمران کے کاؤنٹر پر رکتے ہی کہا۔

"بے بسی کے عنوان سے جو تصویر یہاں لگائی گئی ہے اور جس کا فوٹوگرافر کاشف ہے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کاشف صاحب کا قتل کب ہوا تھا اور کہاں ہوا تھا"..... عمران نے پوچھا۔

"سر۔ حتمی طور پر تو نہیں بتا سکتا البتہ دو سال پہلے تقریباً اسی ماہ میں ان کا دارالحکومت میں قتل ہوا تھا۔ وہ موٹر سائیکل پر ایک اخبار کے آفس جا رہے تھے کہ سفید رنگ کی کار سے ان پر فائرنگ کی گئی اور وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ اس دور کے اخبارات میں اس کا بہت ذکر ہوا تھا"..... اس آدمی نے جواب دیا۔

"کیا ان کے قاتلوں کا کچھ پتہ چل سکا تھا"..... عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ پولیس نے بڑے دعوے کئے ضرور لیکن کوئی نتیجہ نہ نکل سکا اور آہستہ آہستہ معاملہ وقت کی دھول میں دب گیا"۔ اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ان کے کچھ عزیز یا ان کے وارث۔ کوئی سامنے آیا ہے"۔

عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ وہ غیر شادی شدہ تھے۔ فلیٹ میں اکیلے رہتے تھے۔ فری لانسر فوٹوگرافر تھے۔ کسی دیہاتی علاقے سے آئے تھے۔ بس اتنا معلوم ہو سکا تھا"..... اس آدمی نے جواب دیا۔

"اوکے۔ شکریہ"..... عمران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ اس کا رخ بیرونی دروازے کی طرف تھا۔

"عمران صاحب"..... اچانک اسے صفدر کی آواز سنائی دی تو عمران مڑ گیا۔

"آپ نے پوری نمائش بھی نہیں دیکھی اور جا رہے ہیں"۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو تم میری نگرانی کے لئے یہاں کھڑے تھے"..... عمران نے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

"سب کو یقین تھا کہ آپ ایک تصویر کے سامنے اس لئے رک گئے ہیں کہ آپ خاموشی سے نکل سکیں۔ دعوت تو آپ کو بہرحال کھلانی ہے"..... صفدر نے کہا۔

"کون سے ہوٹل جانا ہے۔ یہ خیال رکھنا کہ میں نے جو لباس پہن رکھا ہے وہ اس ہوٹل میں ممنوع نہ ہو اور میں باہر کھڑا رہ جاؤں اور تم اندر"..... عمران نے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ آپ کا لباس کسی ہوٹل میں بھی قابل اعتراض نہیں ہے۔ ویسے گرینڈ ہوٹل کا کھانا سب سے اچھا ہوتا

ہے'' ..... صفدر نے کہا۔

''اوکے۔ تم لوگ وہاں پہنچ جاؤ۔ میں نیشنل لائبریری جا رہا ہوں۔ وہاں سے ایک گھنٹے بعد گرینڈ ہوٹل پہنچ جاؤں گا'' ..... عمران نے کہا تو صفدر کے چہرے پر حیرت کے شدید تاثرات ابھر آئے۔

''نیشنل لائبریری۔ مگر کیوں'' ..... صفدر نے حیران ہو کر پوچھا۔

''واپس آ کر وہیں ہوٹل میں بتاؤں گا'' ..... عمران نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار نیشنل لائبریری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ تصویر کو دیکھ کر جو کچھ اس کے ذہن میں آیا تھا وہ اس بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے وہ سب سے پہلے فوٹوگرافر کاشف کو ہلاک کرنے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

نیشنل لائبریری پہنچ کر عمران نے اخبارات سیکشن کا رخ کیا اور وہاں بیٹھ کر اس نے اسٹینڈ میں لگے ہوئے اخبارات میں سے دو سال پہلے کے ایک ماہ کے اخبارات اٹھائے اور انہیں میز پر رکھ کر اس نے ان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ لیکن تقریباً ایک گھنٹے کی چیکنگ کے باوجود ایسی کوئی خبر اسے کسی بھی اخبار میں نظر نہ آئی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ اس سے گزشتہ ماہ کے اخبارات دیکھے یا آئندہ ماہ کے کہ ایک آدمی اس کی میز کے قریب آ گیا۔

''آپ شاید فارغ ہو چکے ہیں۔ میں انہیں واپس ریک میں رکھ دیتا ہوں'' ..... اس آدمی نے مہذبانہ لہجے میں کہا۔

''اوہ نہیں۔ آپ تکلیف نہ کریں۔ میں خود رکھ دوں گا'' ۔ عمران نے کہا۔

''جناب۔ میں اس سیکشن میں ملازم ہوں۔ میرا نام اختر عباس ہے اور یہ میری ڈیوٹی میں شامل ہے کہ میں ان اخبارات کو واپس سٹینڈ میں رکھ دوں اور اگر آپ کو مزید کچھ چاہئے تو مجھے بتائیں۔ میں لا دوں گا'' ..... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آج سے دو سال قبل ایک فری لانسر فوٹوگرافر کو برسرعام ہلاک کر دیا گیا تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تقریباً اسی ماہ یہ واردات ہوئی تھی لیکن میں نے اس ماہ کے اخبارات دیکھ لئے ہیں۔ ان میں تو اس کا ذکر تک نہیں ہے'' ..... عمران نے کہا۔

''آپ شاید فوٹوگرافر کاشف کے بارے میں بات کر رہے ہیں'' ..... اختر عباس نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''اوہ ہاں۔ آپ کو یاد ہے ان کے بارے میں کچھ'' ..... عمران نے کہا۔

''جی ہاں۔ مجھے اس لئے یاد ہے کہ میں ان دنوں یہاں نیا آیا تھا اور یہاں اخبارات پڑھنے جو لوگ آتے تھے ان کا موضوع یہی قتل ہوتا تھا۔ ویسے وہ گزشتہ ماہ تھا۔ یہ ماہ نہ تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے'' ..... اختر عباس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر پچھلے ماہ کے اخبارات مجھے لا دیں'' ..... عمران نے کہا۔

''آپ کو اتنے عرصہ بعد یہ قتل کیسے یاد آ گیا جناب۔ کوئی

خاص بات"...... اختر عباس نے اخبارات اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں نے ان کی بنائی ہوئی تصویر نمائش میں دیکھی ہے۔ وہ مجھے بے حد پسند آئی ہے۔ میں ان کے سابقہ حالات جاننا چاہتا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ میں لا دیتا ہوں اخبارات"...... اختر عباس نے کہا اور میز پر موجود اخبارات کی فائلیں اٹھا کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں مزید اخبارات کی فائلیں تھیں۔ اس نے فائلیں عمران کے سامنے رکھ دیں اور واپس چلا گیا تو عمران نے اخبارات کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ پھر اسے وہ اخبار مل گیا جس میں کاشف کی ہلاکت کی خبر موجود تھی۔ عمران نے وہ خبر تفصیل سے پڑھی اور جو بات وہ جاننا چاہتا تھا وہ اسے معلوم ہو گئی کہ کاشف پر حملہ دارالحکومت کے تھانہ رسالے والا کی حدود میں ہوا تھا اور اس کی تفتیش بھی تھانہ رسالے والا ہی کر رہا تھا۔ عمران نے اخبار کی تاریخ دیکھی اور پھر اس سے آگے کے اخبارات اس نے دیکھنا شروع کر دیئے۔ ایک اخبار میں کاشف کی تصویر بھی چھپی تھی۔ وہ دبلا پتلا نوجوان آدمی تھا اور چہرے مہرے کے انداز سے کسی دیہات کا رہنے والا ہی لگتا تھا۔ عمران نے اخبارات کو تہہ کر کے رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"مل گئی جناب خبر"...... اختر عباس نے قریب آتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ بے حد شکریہ"...... عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد

وہ لائبریری سے باہر آ گیا۔ اس نے ایک خالی کونے میں پہنچ کر جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ کر کے اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور"...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ ٹائیگر بول رہا ہوں۔ اوور"...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"تم اس وقت کہاں موجود ہو۔ اوور"...... عمران نے پوچھا۔

"باس۔ کریسنٹ کلب میں۔ اوور"...... ٹائیگر نے کہا۔

"تم نیشنل لائبریری آ جاؤ۔ میں وہاں موجود ہوں۔ تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ اوور اینڈ آل"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے جیب میں رکھا اور پارکنگ میں موجود اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ کریسنٹ کلب یہاں سے زیادہ دور نہ تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ ٹائیگر جلد ہی یہاں پہنچ جائے گا اور پھر واقعی نصف گھنٹے بعد ٹائیگر کی کار پارکنگ میں داخل ہوئی اور ایک خالی جگہ پر رک گئی۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر کار سے اترا اور عمران کی طرف بڑھنے لگا جو اپنی کار کے قریب موجود تھا۔ اس نے عمران کو سلام کیا۔ اس کی نظروں میں عمران کا لباس دیکھ کر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"ٹائیگر۔ آج سے دو سال قبل ایک قتل کے مجرموں کو تلاش کرنا

ہے''۔۔۔۔ عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

''دو سال قبل کے مجرموں کو۔ فرمائیں''۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اسے کاشف فوٹوگرافر، اس کی تصویر اور اس کے قتل کے بارے میں ساری تفصیل بتا دی اور ساتھ ہی تھانے کا نام اور تاریخ قتل بھی بتا دی جو اس نے لائبریری میں اخبارات میں دیکھ کر معلوم کی تھی۔

''باس۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے''۔۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

''ہاں۔ میں نے اس تصویر میں جو دیکھا ہے اس سے میرے ذہن میں چند خدشات ابھرے ہیں۔ اس تصویر میں جتنے بھی لوگ زنجیروں میں جکڑے ہوئے موجود تھے وہ سب اپنے لباس اور انداز سے اچھے اور امیر گھرانوں کے افراد لگتے تھے۔ ان میں بچے بھی تھے، بڑے بھی لیکن عورتیں نہیں تھیں۔ شاید انہیں علیحدہ کسی ہال میں رکھا گیا ہو گا۔ بہرحال میرے ذہن میں انہیں دیکھ کر خدشہ ابھرا ہے کہ مجرموں کے کسی بڑے گروہ نے انہیں شاید تاوان کے لئے اغوا کیا ہو گا اور کاشف کسی طرح وہاں تک پہنچ گیا اور تصویر بنا کر واپس بھی آ گیا لیکن اس مجرم گروہ کو بہرحال اس کا علم ہو گیا تو انہوں نے اسے ہلاک کر دیا۔ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر یہ گروہ اب بھی موجود ہو گا۔ ہمارے ملک میں اغوا برائے تاوان کی وارداتیں تیزی سے پھیلتی جا رہی ہیں۔ پولیس اور انٹیلی جنس اس انداز میں کام نہیں کر پا رہیں کہ ان مجرموں کا حتمی طور پر قلع قمع ہو سکے۔

اگر ہمیں اس کا سراغ لگ جائے تو فورسٹارز ایسے مجرموں کا یقینی طور پر قلع قمع کر سکتے ہیں''۔۔۔ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے باس۔ میں آج سے کام شروع کر دیتا ہوں''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''لیکن سنو۔ تم نے بھی پولیس کی طرح سستی سے کام نہیں لینا۔ مجھے ایک ہفتے کے اندر رزلٹ چاہئے اور وہ بھی مثبت''۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''یس باس۔ انشاء اللہ ایک ہفتے سے بھی پہلے ایسا ہو جائے گا''۔۔۔ ٹائیگر نے پرعزم لہجے میں کہا۔

''اوکے۔ لیکن احتیاط سے کام کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی کاشف کی طرح کسی چوک پر ہلاک کر دیئے جاؤ''۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اپنی کار کی مڑ گیا۔ ٹائیگر اسے سلام کر کے واپس اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

پاکیشیا دارالحکومت کے پوش علاقے کراس کالونی کی ایک عظیم الشان کوٹھی کے اندر ایک آفس کے انداز میں سجائے گئے کمرے میں میز کے پیچھے اونچی پشت کی ریوالونگ چیئر پر ایک بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی مونچھیں قدیم دور کے افراد کی طرح خاصی بڑی بڑی تھیں اور ان مونچھوں کی وجہ سے اس آدمی کا چہرہ خاصا بارعب نظر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر سختی کا تاثر بھی نمایاں طور پر موجود تھا۔ وہ سامنے رکھی ہوئی ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا۔ فائل میں چار صفحات تھے اور یہ آدمی آخری صفحہ پڑھ رہا تھا اور پھر اس نے فائل بند کر کے ایک طرف اس انداز میں پھینک دی جیسے وہ کوئی فضول سی چیز ہو۔

''ہونہہ۔ دو کروڑ روپے۔ صرف دو کروڑ روپے۔ ایک وہ بھی وقت تھا جب بیس پچیس کروڑ روپے ایک مہینے میں اکٹھے ہو جاتے

تھے۔ اب آخر کیا ہو گیا ہے''۔۔۔ اس آدمی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''مولا داد بول رہا ہوں''۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''سیٹھ ہاشم بول رہا ہوں''۔۔۔ اس آدمی نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

''اوہ سیٹھ صاحب آپ۔ حکم فرمائیں''۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''اس مہینے صرف دو کروڑ روپے تاوان اکٹھا ہوا ہے۔ کیوں۔ اتنا کم کیوں ہوا ہے۔ وجہ''۔۔۔ سیٹھ ہاشم نے تیز لہجے میں کہا۔

''سر۔ دارالحکومت میں ایک ڈی ایس پی نیا تعینات ہوا ہے جس کا نام رانا فاروق ہے۔ اس کی تعیناتی تاوان والے خصوصی سیل میں کی گئی ہے۔ وہ غیر ملک سے اس سلسلے میں خصوصی تربیت لے کر آیا ہے۔ اس نے آتے ہی یہاں ہمارے دو گروپ گرفتار کر لئے۔ اس کی وجہ سے ہمیں تاوان کے چار بڑے کیس چھوڑنے پڑے ورنہ ہمارا پورا نیٹ ورک سامنے آ سکتا تھا۔ وہ انتہائی تیز، ذہین اور تربیت یافتہ ہے۔ وہ فون اور سیل فون سے ٹریکنگ کرنے کا بھی ماہر ہے جناب۔ کسی بھی سم سے کال کرو وہ فوراً ٹریکنگ کر کے اس سپاٹ پر پہنچ جاتا ہے اس لئے یہ مہینہ بڑا مندہ گیا ہے جناب''۔

مولا داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ وہ اتنا کچھ کر کے ابھی تک زندہ ہے۔ کیوں"...... سیٹھ ہاشم نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سر۔ وہ ایڈیشنل سیکرٹری داخلہ کا بیٹا ہے۔ اس کی ہلاکت سے پورے ملک کی پولیس میں بھونچال آ جائے گا اور پھر مجبوراً ہمیں کم از کم دو تین ماہ تک یہ کام چھوڑنا پڑے گا"...... مولا داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اگر کام اس طرح ہوتا رہا تو تب بھی ہمیں کام چھوڑنا پڑے گا۔ میں اب سپر چیف کو کیا جواب دوں گا۔ اتنے بڑے سیٹ اپ کے اخراجات اور آمدن صرف دو کروڑ روپے۔ بولو۔ کیا جواب دوں گا"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"پھر جیسے آپ حکم دیں جناب۔ ہم تو حکم کے غلام ہیں جناب"۔ مولا داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس ڈی ایس پی کو فوری ہلاک کرا دو اور ایک ماہ تک دھندہ بند کر دو لیکن اگر اس کے بعد بھی خطرہ ہو تو بزنس کو چھوٹے پیمانے پر لے آؤ تاکہ کم از کم اخراجات تو پورے ہوتے رہیں"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ جیسے آپ کا حکم"...... مولا داد نے جواب دیا تو سیٹھ ہاشم نے رسیور رکھ دیا۔

"ایک آدمی کی وجہ سے اتنا بڑا سیٹ اپ بے کار ہوتا جا رہا

ہے۔ حیرت ہے"...... سیٹھ ہاشم نے کہا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سیٹھ ہاشم نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"سپر چیف بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی تو سیٹھ ہاشم بے اختیار اچھل پڑا۔

"یس سر۔ یس سر۔ سیٹھ ہاشم بول رہا ہوں سر"...... سیٹھ ہاشم نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اس ماہ بے حد کم رقم کمائی گئی ہے۔ کیوں"...... سپر چیف نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا تو سیٹھ ہاشم نے مولا داد کی طرف سے دیا ہوا جواب دوہرا دیا۔

"پھر تم نے کیا احکامات دیئے ہیں اس بارے میں"...... سپر چیف نے پوچھا۔

"میں نے اس کے قتل کا حکم دے دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ایک ماہ کے لئے دھندہ روک دو۔ اس کے بعد بھی اگر خطرہ ہو تو پھر چھوٹے پیمانے پر کام کیا جائے تاکہ اخراجات تو پورے ہوتے رہیں"...... سیٹھ ہاشم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اپنے آدمیوں کو فوراً اس کام سے روک دو۔ پولیس کا آدمی قتل ہو جائے تو پولیس پاتال سے بھی قاتلوں کو ڈھونڈ نکالتی ہے اور اگر پولیس ہمارے مین نیٹ ورک تک پہنچ گئی تو ہمارا بزنس تباہ ہو جائے گا"...... سپر چیف نے کہا۔

"تو پھر کیا ہونا چاہئے جناب۔ اگر اس ڈی ایس پی کو ہلاک نہ کیا گیا تو ہمارا بزنس ویسے ہی سکڑتے سکڑتے تباہ ہو جائے گا"۔ سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"تمہارے اس دارالحکومت میں ایسے گروپ موجود ہیں جو یہ قتل اس انداز میں کرا سکتے ہیں کہ سب کچھ نیچرل معلوم ہو گا۔ میں ایسا خود کراؤں گا۔ تمہیں جلد ہی اس کی اطلاع مل جائے گی"..... سپر چیف نے کہا۔

"یس سپر چیف"..... سیٹھ ہاشم نے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا تو اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"مولا داد بول رہا ہوں"..... رابطہ ہوتے ہی مولا داد کی آواز سنائی دی۔

"ہاشم خان بول رہا ہوں"..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"یس سر۔ حکم سر"..... مولا داد نے یکلخت مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"سپر چیف سے میری بات ہوئی ہے۔ وہ اس ڈی ایس پی کو خود ختم کرائیں گے۔ تم نے اس پر حملہ نہیں کرنا"..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"یس سر۔ ٹھیک ہے سر۔ البتہ ایک مشن سامنے آیا ہے۔ پوچھا جا رہا ہے کہ اس مشن کو مکمل کیا جائے یا نہیں"..... مولا داد نے کہا۔

"کیا کوئی بڑا مشن ہے۔ کون سا گروپ کرے گا"..... سیٹھ

ہاشم نے پوچھا۔

"سورج گروپ نے ریکی کی ہے۔ آپ تو سیٹھ ارشاد موتی والا کو جانتے ہوں گے جن کی دس ٹیکسٹائل ملیں اور دو شوگر ملیں ہیں۔ اربوں کھربوں پتی ہے"..... مولا داد نے کہا۔

"ان پر ہاتھ ڈالنے کے بارے میں پوچھا گیا ہے"..... سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

"جی ہاں سر"..... مولا داد نے کہا۔

"تمہارے اس گروپ کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ سیٹھ ارشاد ہر وقت مسلح سیکورٹی کے نرغے میں رہتا ہے۔ پھر وہ کسی عام جگہ پر بھی نہیں جاتا۔ کیا کہہ رہے ہو تم"..... سیٹھ ہاشم نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جناب۔ وہ صبح کو پارک میں سیر کرنے جاتا ہے۔ اس وقت اس کے ساتھ صرف دو سیکورٹی والے ہوتے ہیں اور سورج نے ان سے بات کر لی ہے۔ ان کے پسٹلز میں گولیاں نہیں ہوں گی۔ متعلقہ تھانے سے بھی بات کر لی ہے اور ویسے بھی سورج کو یقین ہے کہ معاملہ تھانے تک جائے گا ہی نہیں۔ سیٹھ ارشاد کے بیٹے دو چار کروڑ تو آسانی سے اور فوراً ادا کر دیں گے"..... مولا داد نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ اس ماہ جو کمی رہ گئی ہے وہ بھی پوری ہو جائے گی۔ پانچ کروڑ وصول کرنا۔ پانچ

کروز''..... سیٹھ ہاشم نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''ایسا ہی ہو گا جناب۔ آپ بے فکر رہیں۔ بس ہمیں فکر اس ڈی ایس پی کی ہے۔ باقی ہمارا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا''..... مولا داد نے کہا۔

''اسے سپر چیف جلد ہی ختم کرا دیں گے۔ اس کی فکر مت کرو'' ..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''یس سر''..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کالا کا گروپ آج کل کیا کر رہا ہے۔ اس کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں دی تم نے''..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''وہ اس ڈی ایس پی کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئے ہیں کیونکہ فون کے بغیر تاوان کی بات نہیں ہو سکتی اور فون کرتے ہی یہ ڈی ایس پی ٹریکنگ کر کے جگہ ٹریس کر لیتا ہے۔ دو گروپ اس نے پکڑ لئے ہیں جو بچوں کو تاوان کے لئے اغوا کرتے تھے''..... مولا داد نے کہا۔

''کون سے گروپ''..... سیٹھ ہاشم نے چونک کر کہا۔

''وہ پرائیویٹ گروپ تھے۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہ تھا''۔ مولا داد نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ سیٹھ ارشاد والا ٹاسک مکمل کرو لیکن انتہائی احتیاط کے ساتھ''..... سیٹھ ہاشم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

ناشتے کے بعد عمران نے جیسے ہی اخبار اٹھایا ایک خبر پر نظر پڑتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا اور پھر پوری خبر پڑھنے کے بعد اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس نے جلدی سے اخبار واپس رکھا اور فون کا رسیور اٹھا کر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''سیٹھ ارشاد موتی والا کی رہائش گاہ کا نمبر دیں''..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر اس نے انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔

''ارشاد والا''..... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"میں سپیشل ایس پی پولیس بول رہا ہوں۔ سیٹھ صاحب سے بات کرائیں"...... عمران نے کہا۔

"سوری سر۔ سیٹھ صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور ویسے بھی وہ پولیس کے کسی افسر سے بات کرنا نہیں چاہتے"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران چند لمحے سوچتا رہا اور پھر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"جی صاحب"...... رابطہ ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ بڑے صاحب کوٹھی پر ہیں یا آفس چلے گئے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ جانے کے لئے تیار ہو رہے ہیں صاحب"...... ملازم نے جواب دیا۔ وہ شاید عمران کو جانتا تھا۔

"ان سے میری بات کراؤ۔ بے حد ضروری ہے"...... عمران نے کہا۔

"جی صاحب۔ ہولڈ کریں"...... ملازم نے جواب دیا اور پھر رسیور ایک طرف رکھے جانے کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ عمران بیٹے خیریت۔ اتنی صبح فون کیسے کیا ہے"...... چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"آج میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ کل صبح سیٹھ ارشاد موتی والا کو صبح کی سیر کرتے ہوئے اغوا کر لیا گیا اور پھر دوپہر کو انہیں رہا

کر دیا گیا۔ اخبار میں لکھا ہے کہ ان کے بیٹوں نے اغوا کنندگان کو نقد پانچ کروڑ روپے دے کر انہیں چھڑوایا ہے جبکہ ان کا بیان اخبار میں شائع ہوا ہے کہ اغوا کنندگان نے ان کی بزرگی کی وجہ سے انہیں بغیر تاوان کے چھوڑ دیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے بھی اخبار میں پڑھا ہے۔ ملک میں اغوا برائے تاوان کے جرائم کا سلسلہ پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ میں آج سیکرٹری داخلہ سے بات کروں گا لیکن تم نے کیوں فون کیا ہے"۔ سر سلطان نے کہا۔

"میں بھی ایسے جرائم میں دلچسپی لے رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"دلچسپی۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں"...... سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مطلب ہے کہ ایک آدمی پکڑا اور چند گھنٹوں میں پانچ کروڑ مل گئے۔ اگر مہینے میں دو چار ایسے آدمی پکڑ لئے جائیں تو آپ سوچیں کہ آغا سلیمان پاشا کا قرضہ تو آسانی سے اتارا جا سکتا ہے"...... عمران کی زبان رواں ہو گئی۔

"میں نے آفس جانا ہے اس لئے جو کہنا ہے جلدی کہو۔ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے"...... سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ اگر آپ کو اغوا کر لیا جائے تو حکومت کتنا تاوان دے گی"...... عمران کی ذہنی رو جب پلٹ جائے تو پھر وہ

آسانی سے دوبارہ پٹڑی پر نہ آتا تھا۔

"تم ایسا کرو کہ اپنے ڈیڈی کو اغوا کرلو۔ ان کے بدلے حکومت شاید تمہیں تاوان دے دے"...... سرسلطان نے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ میں باز آیا اس سے۔ میری توبہ۔ اماں بی نے تو پانچ کروڑ جوتے مارنے ہیں اور میں زندہ زمین میں دفن ہو جاؤں گا"...... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا تو سرسلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

"تم ہو ہی اسی لائق"...... سرسلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ بتائیں کہ سیٹھ ارشاد صاحب سے کس کے توسط سے ملاقات ہوسکتی ہے۔ میں نے انہیں پولیس افسر کے طور پر فون کیا لیکن ان کے ملازم نے بات کرانے سے ہی انکار کر دیا۔ کیا آپ کے ان سے تعلقات ہیں"...... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تعلقات براہ راست تو نہیں ہیں کیونکہ میری مصروفیات ایسی ہیں کہ بہت کم وقت ملتا ہے لیکن تم ان سے کہاں ملاقات کرنا چاہتے ہو"...... سرسلطان نے پوچھا۔

"میں نے پہلے بتایا ہے کہ میں بھی ایسے جرائم میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ سیٹھ ارشاد کو اغوا کرنے اور پھر تاوان وصول کر کے چھوڑ دینے کا مطلب ہے کہ یہاں بڑے بڑے گروہ یہ کام کر رہے ہیں۔ آج کل میں فارغ ہوں جبکہ جوزف اور جوانا تو ویسے ہی فارغ ہوتے ہیں تو کیوں نہ ان گروپوں پر ہاتھ ڈالا جائے"۔ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب۔ تم واقعی پاکیشیا کا گرانقدر سرمایہ ہو ورنہ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا اور اسے کہا جاتا کہ ایسے کام کرو تو وہ یہ کہہ کر ہی انکار کر دیتا کہ ایسے چھوٹے گروپوں کے خلاف کام کرنا اس کی توہین ہے۔ وہ تو صرف بین الاقوامی سطح پر کام کر سکتا ہے"۔ سرسلطان نے کہا۔

"سرسلطان۔ ہماری زندگی کا تو اب مشن ہی پاکیشیا کے عوام کو چھوٹے بڑے ہر قسم کے جرائم اور سازشوں سے بچانا رہ گیا ہے اور یہ اغوا برائے تاوان کا سلسلہ جس طرح پھیلتا جا رہا ہے اس سے یقیناً عوام بے حد پریشان ہوں گے۔ یہ ٹھیک ہے کہ پولیس اور انٹیلی جنس اس معاملے پر کام کر رہی ہو گی لیکن ہمارا انداز ان سے مختلف ہوتا ہے"...... عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ واقعی بہت اچھی بات ہے۔ ایسے مجرم تو قومی مجرم ہوتے ہیں۔ تم اس وقت کہاں موجود ہو"...... سرسلطان نے پوچھا۔

"اپنے فلیٹ میں"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ میں تمہاری اور سیٹھ ارشاد کی ملاقات کا انتظام کر کے تمہیں تمہارے فلیٹ پر اطلاع دیتا ہوں"...... سرسلطان نے کہا۔

"بے حد شکریہ"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ ابھی اسے رسیور رکھے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ارے۔ اتنی جلدی سرسلطان نے بندوبست کر دیا۔ ابھی تو وہ آفس بھی نہ پہنچے ہوں گے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"اوہ تم۔ کیا کوئی خاص رپورٹ ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ میں نے کاشف فوٹوگرافر پر حملہ کرنے والوں کا سراغ لگا لیا ہے۔ اس پر حملہ دارالحکومت کے ایک پیشہ ور قاتلوں کے گروپ جسے کالا گروپ کہا جاتا ہے، نے کیا تھا"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اس گروپ کا سرغنہ کون ہے۔ مطلب ہے بڑا کالا کون ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"گارڈن کلب کا مالک ریمنڈ۔ یہ گریٹ لینڈ سے دس سال قبل پاکیشیا آیا تھا"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب اس سے تم خود معلوم کر لو گے یا سنیک کلرز، میرا مطلب ہے جوانا کو بھجواؤں"...... عمران نے کہا۔

"کیا معلوم کرنا ہے باس"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"یہی کہ کاشف کو قتل کرنے کا ٹاسک اسے کس نے دیا تھا لیکن

جواب درست چاہئے"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ میں جلد ہی آپ کو رپورٹ دوں گا"...... ٹائیگر نے کہا۔

"رپورٹ مثبت ہونی چاہئے ورنہ تمہاری ذاتی رپورٹ منفی ہو جائے گی"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو عمران نے ایک بار پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں بغیر کسی وقفے کے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"سلطان بول رہا ہوں۔ میں نے تمہاری سیٹھ ارشاد سے ملاقات طے کرا دی ہے۔ تم اپنا نام لو گے تو وہ تم سے ملاقات کریں گے۔ یہ ملاقات ان کی رہائش گاہ پر ہو گی"...... دوسری طرف سے سرسلطان نے بھی اسی طرح مسلسل اور بغیر کسی وقفے کے بولتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ارشاد ولا"...... رابطہ ہوتے ہی ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ بولنے والا اپنے انداز اور لہجے سے کوئی ملازم لگتا تھا۔

"میرا نام علی عمران ہے اور میرے بارے میں سیٹھ ارشاد سے

سیکرٹری خارجہ کی بات ہو چکی ہے۔ بات کراؤ''...... عمران نے کہا۔

''لیس سر۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''یس۔ ارشاد بول رہا ہوں''...... تھوڑی دیر بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی لیکن لہجے میں ہلکی سی کپکپاہٹ موجود تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ بولنے والا خاصی بڑی عمر کا ہے۔

''میرا نام علی عمران ہے۔ سرسلطان سیکرٹری خارجہ نے میرے بارے میں آپ سے بات کی تھی''...... عمران نے کہا۔

''جی ہاں۔ بات ہوئی تھی۔ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں''۔ سیٹھ ارشاد نے کہا۔

''صرف پندرہ منٹ کی ملاقات''...... عمران نے کہا۔

''جناب۔ اگر آپ میرے اغوا کے سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں تو میں اس پر ایک منٹ بھی بات نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے علاوہ اور کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں''...... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

''ایسی صورت میں آپ کو بے حد تکلیف ہو سکتی ہے کیونکہ اغوا برائے تاوان کے سلسلے میں حکومت نے ایک ٹاپ سیکرٹ سیل قائم کیا ہے۔ آپ جو کچھ بتائیں گے وہ بھی خفیہ رہے گا۔ آپ نے اگر اپنی رہائش گاہ پر بات نہ کرنی ہو تو پھر مجبوراً آپ کو انٹیلی جنس ہیڈکوارٹر لے جانا پڑے گا۔ اس طرح آپ کو تکلیف بھی ہو گی اور آپ کو بتانا بھی پڑے گا اور ہو سکتا ہے کہ انٹیلی جنس ہیڈکوارٹر میں مجرموں کا کوئی آدمی موجود ہو''...... عمران نے اسے بالواسطہ طور پر

دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ لیکن یہاں آپ کے آنے کی بھی تو انہیں اطلاع مل جائے گی اور یقیناً انہیں آپ کے بارے میں بھی معلومات ہوں گی''...... سیٹھ ارشاد نے ہچکچاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں نے کہا ہے کہ میں ٹاپ سیکرٹ سیل سے متعلق ہوں۔ بظاہر ایک عام آدمی''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ سرسلطان کی وجہ سے میں آپ پر اعتماد کر رہا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ سرسلطان کے بارے میں صدر مملکت بھی ہمیشہ اچھے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ آپ آ جائیں۔ میں انتظار کروں گا''...... سیٹھ ارشاد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ارشاد ولا کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوا تو وہاں کرسی پر ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سفید داڑھی اور سر کے سفید بالوں سے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ ان کی عمر کافی ہے لیکن عمران کے اندر داخل ہوتے ہی وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ''...... عمران نے سلام کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ عمران بیٹے۔ نجانے کتنے طویل عرصے بعد مکمل سلام سنا ہے۔ دل خوش کر دیا ہے تم نے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جزا دے گا

بیٹے''۔ سیٹھ ارشاد نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر
مصافحہ کر کے وہ آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

''سیٹھ صاحب۔ آپ مجھے پہلے یہ بتائیں کہ آپ کو کہاں سے
اغوا کیا گیا۔ کس طرح اغوا کیا گیا۔ کہاں لے جایا گیا اور وہ لوگ
کون تھے اور آپ درحقیقت کتنا تاوان دے کر رہا ہوئے''۔ عمران
نے قدرے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''میں روزانہ فجر کی نماز کے بعد قریبی پارک میں سیر کے لئے
جاتا ہوں۔ میرے ساتھ دو مسلح گارڈز بھی ہوتے ہیں۔ اس روز
گارڈ دوسرے چکر میں رک گئے۔ پہلے بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ پھر
اچانک پارک میں واک کرنے والے دو بوڑھے آدمی میرے دائیں
بائیں چلنے لگے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ وہ یہاں قریب ہی
نئے آئے ہیں اور آج پہلی بار واک کرنے آئے ہیں۔ وہ دونوں
ہی شریف اور معزز آدمی تھے اس لئے ہم اکٹھے ہی واک کرتے
رہے۔ میں نے روزانہ کی طرح پارک کے چار چکر لگائے اور پھر
میں بیرونی دروازے کی طرف گیا جہاں میری کار موجود تھی اور
گارڈز بھی وہاں پہنچ جاتے تھے لیکن وہاں میری کار کی بجائے سفید
رنگ کی ایک اور کار موجود تھی جس کے شیشے کالے تھے۔ میں ابھی
اپنی کار کو نظروں ہی نظروں میں تلاش کر رہا تھا کہ ان معزز آدمیوں
نے اچانک مجھے اٹھا کر کار کے اندر پھینک دیا اور اس کے ساتھ ہی
میری ناک میں عجیب سی بو گھسی اور میں بے ہوش ہو گیا۔ پھر مجھے

ہوش آیا تو میں ایک بڑے سے کمرے میں تھا جس کا پلستر ٹوٹا ہوا
تھا۔ وہاں چار کرسیاں اور ایک میز موجود تھی۔ سامنے چار آدمی
کھڑے تھے جنہوں نے اپنے منہ پر رومال باندھے ہوئے تھے۔
ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ مجھے تاوان کے لئے اغوا کیا گیا
ہے اور وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ انہوں نے دس کروڑ
روپے طلب کئے لیکن میں نے انہیں کہا کہ اتنے پیسے نقد کسی
صورت نہیں ہو سکتے۔ میں نے انہیں کہا کہ میں تو ویسے بھی اپنی عمر
گزار چکا ہوں تم زیادہ سے زیادہ مجھے ہلاک کر دو گے لیکن میری
اولاد کو نقصان نہ اٹھانا پڑے گا اور پھر وہ سودے بازی پر آمادہ ہو
گئے اور پھر دو کروڑ پر بات طے ہو گئی۔ میں نے ان کے فون سے
اپنے بیٹے سے بات کی اور اسے کہا کہ وہ پولیس کو بالکل نہ بتائیں
اور دو کروڑ روپے نقد کا بندوبست کر لیں۔ میرے بیٹے سمجھ دار
ہیں۔ ان کے لئے دو کروڑ روپے دے کر میری جان بچانے کا سودا
مہنگا نہ تھا۔ انہوں نے دو گھنٹے کے اندر دو کروڑ روپے اکٹھے کرنے
کا کہا۔ دو گھنٹے بعد دوبارہ فون پر بات ہوئی تو اغوا کنندگان نے
انہیں کہا کہ وہ بابو محلے کی کالی پلی کے ساتھ والی بند گلی میں دو کروڑ
روپے لے کر پہنچ جائیں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور دو کروڑ لے کر وہ
سیدھے وہاں پہنچ گئے جہاں انہیں کہا گیا تھا۔ انہوں نے مجھے
کالے شیشے والی کار میں ڈالا اور پھر ساران سینما کے پاس انہوں
نے مجھے اتار دیا اور وہ چلے گئے اور میں قریب ہی اپنے گھر آ

گیا۔ بس ساری بات یہ ہے۔ میں اس لئے کسی کو بتا نہیں رہا تھا کہ وہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ دو کروڑ بھی گئے اور اب میری جان بھی چلی جائے گی"..... سیٹھ ارشاد نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا اور اس دوران اس نے دو بار پانی بھی پیا۔

"آپ نے اس کار کے نمبر دیکھے تھے جس میں سے آپ کو اتارا گیا تھا"..... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے کوشش کی تھی لیکن اس پر نمبر پلیٹ ہی موجود نہ تھی" ۔ سیٹھ ارشاد نے جواب دیا۔

"ان آدمیوں کے قد وقامت کیا تھے۔ خاص طور پر جس نے آپ سے اور فون پر بات کی تھی" ۔ عمران نے کہا تو سیٹھ ارشاد نے تفصیل بتا دی۔

"آپ نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ لین دین کیسے ہوا"۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے رقم کا بیگ بند گلی میں رکھ دیا اور ہدایت کے مطابق خود چلے گئے۔ چونکہ میں نے انہیں ایسی ہی ہدایت کی تھی اس لئے وہ گھر واپس آ گئے۔ پھر میں بھی پہنچ گیا" ... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

"کیا آپ کے وہ بیٹے جنہوں نے گلی میں رقم رکھی تھی یہاں موجود ہیں" ۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں"..... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

"انہیں یہاں بلائیں اور ساتھ ہی حکم دے دیں کہ وہ میرے سوالوں کے درست جواب دیں"..... عمران نے کہا تو سیٹھ ارشاد نے ہلکی سی تالی بجائی تو دروازہ کھلا اور ایک ملازم اندر داخل ہوا۔

"توقیر کو بلاؤ"..... سیٹھ ارشاد نے کہا تو ملازم سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا۔ عمران نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کیا۔

"یہ خاص الخاص آدمی ہیں عمران صاحب۔ ان کے سوالوں کے درست جواب دے دو۔ ان سے ہونے والی باتیں محفوظ رہیں گی۔ مجھے بہت اعلیٰ سطح سے ان کی گارنٹی دی گئی ہے بیٹے"..... سیٹھ ارشاد نے کہا۔

"جی بابا جی۔ میں تیار ہوں جواب دینے کے لئے"..... توقیر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"توقیر صاحب۔ آپ نے دو کروڑ روپے والا بیگ بابو محلہ کی کالی پلی کے ساتھ والی بند گلی میں رکھا تھا"..... عمران نے کہا۔

"جی ہاں"..... توقیر نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس گلی میں کتنے گھر تھے یا گھروں کے دروازے تھے"۔ عمران نے کہا۔

"میں نے گنے تو نہیں البتہ میرا اندازہ ہے کہ چار دروازے تو بہرحال تھے۔ پانچ بھی ہو سکتے ہیں"..... توقیر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کس دروازے کے سامنے بیگ رکھا تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"میں نے بیگ گلی کے آخری بند حصے کے قریب رکھا تھا۔ کسی دروازے کے سامنے نہیں"...... توقیر نے جواب دیا۔

"توقیر صاحب۔ اب آپ ذرا سوچ کر درست جواب دیں گے کیونکہ آپ سیٹھ ضرور ہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ آپ پرہیزگار اور ایماندار آدمی ہیں۔ آپ کے والد نے آپ کی تربیت اس انداز میں کی ہے کہ آپ جھوٹ نہیں بول سکتے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بابا جی نے درست جواب دینے کا حکم دیا ہے اس لئے میں ویسے بھی جھوٹ نہیں بولوں گا ورنہ والد صاحب کے حکم کی نافرمانی ہو جائے گی"...... توقیر نے جواب دیا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ آپ لازماً وہاں کہیں رک کر دیکھتے رہے ہوں گے کہ کون یہ بیگ اٹھانے آتا ہے۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔ میں وہاں ایک گھنٹے تک رکا رہا لیکن"...... توقیر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا"...... عمران نے پوچھا۔

"کوئی آدمی اس گلی میں نہ گیا اور نہ ہی کوئی گلی سے باہر آیا۔ میں بہت حیران ہوا۔ رقم بہت بڑی تھی اس لئے میں بیگ دیکھنے

دوبارہ گلی میں گیا تو وہاں بیگ موجود نہ تھا اور نہ ہی گلی میں کوئی آدمی موجود تھا۔ گلی میں موجود دروازے بھی پہلے کی طرح بند تھے۔ میں حیران بھی ہوا اور پریشان بھی۔ بہرحال میں واپس گھر آ گیا اور پھر بابا جی بھی گھر پہنچ گئے"...... توقیر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر آپ اس گلی میں دوبارہ گئے معلوم کرنے کے لئے کہ بیگ کے ساتھ کیا ہوا"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ کیونکہ بابا جی کی آمد کا مطلب تھا کہ بیگ ان تک پہنچ گیا ہے۔ کیسے پہنچا ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے"...... توقیر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ بہت بہت شکریہ۔ اب آپ بے فکر رہیں۔ یہ باتیں اوپن نہیں ہوں گی۔ اب مجھے اجازت دیں"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ سیٹھ ارشاد اور ان کے بیٹے توقیر سے مصافحہ کر کے باہر آ گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار بابو محلے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ یہ خاصا معروف محلہ تھا اور عمران ایک بار ٹائیگر کے ساتھ وہاں گیا تھا اس لئے اسے اس بارے میں معلوم تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بابو محلے کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ اس گلی کی طرف بڑھنے لگا جو کالی پلی کے قریب تھی۔ کالی پلی ویسے ہی اس جگہ کا نام تھا۔ وہاں کسی دور میں پلی بنا

ہوا ہو گا مگر اب کوئی بلی موقع پر موجود نہ تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اس گلی کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے اندر نظریں ڈالیں تو گلی واقعی بند تھی اور گلی میں پانچ مکانوں کے دروازے تھے لیکن یہ سب دروازے اندر سے بند تھے۔ عمران واپس سڑک پر آ گیا۔ قریب ہی ایک بوڑھا آدمی چھوٹی سی دکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ دکان میں اس نے جانوروں کے لئے استعمال ہونے والا سوکھا چارہ رکھا ہوا تھا۔ عمران نے قریب جا کر اسے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بیٹے۔ آپ کو کیا چاہئے۔ میں تو یہاں بکریوں اور بھینسوں کے لئے سوکھا چارہ بیچتا ہوں کیونکہ یہاں محلے میں لوگوں نے بکریاں اور بھینسیں رکھی ہوئی ہیں۔ اللہ کا شکر ہے اچھا گزارہ ہو جاتا ہے مگر آپ کو کیا چاہئے"..... بوڑھا خاصا باتونی واقع ہوا تھا اس لئے وہ مسلسل بولتا رہا۔

"آپ کے ساتھ والی گلی میں ایک صاحب سلامت دین صاحب رہتے ہیں۔ ان سے ملنا ہے لیکن مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ ان کا کون سا دروازہ ہے"..... عمران نے کہا۔

"اس گلی میں تو عقبی دروازے ہیں گھروں کے۔ اصل دروازے تو دوسری طرف بڑی گلی میں ہیں اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہاں کوئی سلامت دین نہیں رہتا۔ پانچ مکان ہیں۔ ایک میں شیخ نور محمد رہتے ہیں۔ دوسرے میں آغا بھائی رہتے ہیں جو ریلوے میں ملازم ہیں۔ تیسرے گھر میں کرایہ دار آئے تھے لیکن پھر چلے

گئے۔ تقریباً دو دن یہاں رہے۔ دو آدمی تھے۔ شکل و صورت سے تو بھلے مانس نہیں لگتے تھے لیکن بہرحال وہ دو روز بعد چلے گئے پھر واپس نہیں آئے اور چوتھے گھر میں اعظم خان رہتا ہے جو میری طرح بوڑھا آدمی ہے۔ کسی محکمے سے ریٹائر ہوئے ہیں اور پانچویں گھر میں مجھے نہیں معلوم کون رہتا ہے۔ ہاں عورتیں رہتی ہیں۔ ان کے شوہر شاید غیر ملک میں رہتے ہیں۔ سلامت دین تو یہاں کوئی نہیں ہے"..... بوڑھے نے ایک بار پھر مسلسل بولتے ہوئے تفصیل سے جواب دیا۔

"جس گھر میں وہ دو آدمی دو روز رہ کر چلے گئے ہیں وہ گھر کس کی ملکیت ہے"..... عمران نے پوچھا۔

"روشن دین صاحب کا مکان ہے وہ سامنے جو پینٹس کی دکان ہے۔ وہ روشن دین کی ہے"..... بوڑھے نے سڑک پر ایک دکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور مڑا اور پھر سڑک پار کر کے وہ اس دکان کی طرف بڑھ گیا جس کا اشارہ بوڑھے دکاندار نے کیا تھا۔ دکان واقعی پینٹس کی تھی۔ دکان میں دو تین گاہک بھی موجود تھے جبکہ ایک ادھیڑ عمر آدمی بل بنانے میں مصروف تھا۔

"جی صاحب"..... اس بوڑھے آدمی نے عمران کو دکان کے اندر آتے دیکھ کر چونک کر کہا۔

"آپ انہیں فارغ کر دیجئے۔ آپ کے مکان کو کرایہ پر لینے

کی بات کرنی ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس آدمی کے چہرے پر یکلخت مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"جی اچھا۔ آپ ادھر کرسی پر تشریف رکھیں۔ میں دو منٹ میں فارغ ہو جاؤں گا"..... اس آدمی نے کہا اور پھر اس کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے اور واقعی دو منٹ بعد تمام گاہک دکان سے جا چکے تھے۔

"آپ اپنے کسی ملازم کے لئے مکان لینا چاہتے ہیں"۔ دکاندار نے فارغ ہوتے ہی عمران کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے عمران کا لباس اور وجاہت دیکھ کر اسے یہ خیال آ سکتا تھا کہ عمران کو اپنے کسی ملازم کو مکان کرائے پر دلوانا ہوگا۔

"آپ کا نام روشن دین ہے"..... عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ میں مکان کا کرایہ بھی کم لوں گا اور آپ سے ایڈوانس بھی کم لوں گا۔ آپ فکر مت کریں"..... روشن دین نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"آپ کا یہ مکان کب خالی ہوا ہے"..... عمران نے پوچھا۔

"جی چھوڑیں اسے۔ مکان خالی ہے۔ آپ دیکھنا چاہیں تو میں آپ کے ساتھ چل کر دکھا سکتا ہوں"..... روشن دین نے بات کو گول کرتے ہوئے کہا۔

"روشن دین صاحب۔ میرا تعلق خفیہ پولیس سے ہے"۔ عمران نے کہا تو روشن دین بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ یکلخت زرد پڑ

گیا تھا۔

"پپ۔ پولیس۔ خف۔ خف۔ خفیہ پولیس۔ مم۔ مگر جناب۔ میں تو غریب سا دکاندار ہوں۔ میں نے کیا جرم کیا ہے"..... روشن دین کی حالت خفیہ پولیس کا سنتے ہی واقعی غیر ہو گئی تھی اور عمران کو اس کی حالت دیکھ کر احساس ہونے لگا کہ ملک کا عام آدمی پولیس سے کس قدر خوفزدہ رہتا ہے۔

"آپ گھبرائیں نہیں۔ آپ نے کوئی جرم نہیں کیا۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میں نے آپ کے مکان کے بارے میں بات کرنی ہے"..... عمران نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا پئیں گے۔ چائے یا بوتل۔ پپ۔ پلیز"..... روشن دین نے کہا۔

"رہنے دیں۔ آپ میری بات سنیں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کو پولیس اسٹیشن لے جاؤں اس لئے جو کچھ میں پوچھوں وہ مجھے آپ درست بتا دیں اور جلدی"..... عمران نے کہا۔

"جی یہیں پوچھ لیں۔ پولیس اسٹیشن نہ لے جائیں ورنہ میں یہاں محلے میں بدنام ہو جاؤں گا"..... روشن دین نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"آپ کا مکان آخری بار کب کرائے پر چڑھا تھا"..... عمران نے پوچھا۔

"ایک ہفتہ پہلے"۔ روشن دین نے جواب دیا۔

"پوری تفصیل بتائیں۔ کس نے لیا تھا۔ کتنا ایڈوانس لیا تھا اور آپ نے ان سے کوئی ضمانت وغیرہ بھی لی تھی؟"...... عمران نے کہا۔

"باپ بیٹا میرے پاس آئے تھے۔ باپ قدرے بڑی عمر کا تھا جبکہ بیٹا نوجوان تھا۔ دونوں نے پینٹس اور جیکٹس پہنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے مکان کرایہ پر لینے کی بات کی لیکن میں نے انہیں کہا کہ میں صرف بیوی بچوں والوں کو مکان دیتا ہوں تو انہوں نے بتایا کہ ہم باپ بیٹا ہیں اور میری بیوی اور اس کی ماں کے ساتھ ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی اسلام نگر سے اس مکان میں رہنے آئیں گی۔ انہیں آنے میں ایک ہفتہ لگ جائے گا۔ میں نے انہیں مکان کا کرایہ بتایا تو انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا اور ایڈوانس بھی میری مرضی کا دیا تو میں نے ایک ماہ کا کرایہ اور ایڈوانس لے کر چابی انہیں دے دی۔ وہ چند گھنٹے مکان میں رہے اور پھر تالا لگا کر چلے گئے اور پھر دوسرے روز صبح سویرے آئے اور دوپہر کے بعد چلے گئے۔ پھر مجھے فون آیا کہ انہوں نے مکان چھوڑ دیا ہے میں کسی اور کو مکان کرایہ پر دے سکتا ہوں"...... روشن دین نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ کے اس مکان کا عقبی دروازہ بھی گلی میں کھلتا ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ میرا ہی نہیں بلکہ چار اور مکانوں کے دروازے بھی

عقبی گلی میں کھلتے ہیں"...... روشن دین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جن لوگوں کو آپ نے دو تین روز کے لئے مکان کرائے پر دیا تھا وہ کون تھے۔ آپ نے ان سے کوئی ضمانت یا شناخت طلب کی؟"...... عمران نے کہا۔

"جی نہیں۔ البتہ ایک آدمی کو روات بازار میں پینٹس کا تھوک کا کاروبار کرنے والے قاسم بھائی نے پہچان لیا تھا۔ اتفاق سے اس وقت قاسم بھائی میری اس دکان میں موجود تھے۔ وہ مجھ سے بل لینے آئے تھے۔ انہوں نے ان آدمیوں کے جانے کے بعد مجھے کہا کہ ان میں سے لمبے قد والا آدمی جس نے اپنا نام خادم بتایا تھا ان کے محلے میں رہتا ہے اور اس کی شہرت درست نہیں ہے۔ بس اتنی بات ہوئی تھی۔ میں نے انہیں کہا کہ مجھے تو کرایہ اور ایڈوانس سے دلچسپی ہے"...... روشن دین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"قاسم صاحب کی دکان کا کیا نام ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"جی نیشنل پینٹس نام ہے روات بازار میں"...... روشن دین نے جواب دیا۔

"او کے۔ بہت شکریہ"...... عمران نے کہا اور واپس مڑ کر دکان سے اترا اور اس طرف کو چل پڑا جہاں پارکنگ میں اس کی کار موجود تھی۔ اغوا کرنے والوں کی ساری پلاننگ اس پر واضح ہو گئی تھی۔ انہوں نے ایسا مکان کرائے پر لیا تھا جس کا عقبی دروازہ اس

بند گلی میں کھلتا تھا۔ پھر جیسے ہی سیٹھ ارشاد کے بیٹے توقیر نے رقم کا
بیگ گلی میں رکھا، دروازے کے پیچھے موجود آدمی نے وہ بیگ اٹھایا
اور واپس مکان میں چلا گیا اور پھر وہاں سے وہ فرنٹ کے راستے
نکل گئے اور کسی کو معلوم ہی نہ ہو سکا۔ تھوڑی دیر بعد عمران اپنی کار
میں سوار روات بازار کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ گو اسے اس
طرح پولیس کے انداز میں تفتیش کرنے میں خاصی کوفت ہو رہی تھی
لیکن وہ اس بڑے گینگ کا فوری سراغ لگانا چاہتا تھا۔

روات بازار خاصا گنجان آباد بازار تھا۔ اس نے کار ایک کھلی
جگہ پر روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ بازار کی طرف چل پڑا۔ اس بازار
میں تھوک کی دکانیں تھیں اور پھر نیشنل پینٹس کی دکان اس نے
تلاش کر لی۔ دکان خاصی بڑی تھی۔ اس میں چار پانچ افراد کام کر
رہے تھے۔ ایک بھاری جسم کا آدمی سر پر کپڑے کی گول ٹوپی پہنے
ایک چوڑی کرسی پر بیٹھا فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ باقی افراد
کام میں مصروف تھے۔

"قاسم صاحب کون ہیں"..... عمران نے اندر داخل ہو کر کہا تو
ایک آدمی نے کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس
آدمی نے بھی عمران کی طرف دیکھا لیکن اس کے چہرے پر لاتعلقی
کے تاثرات نمایاں تھے۔ عمران نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ میں
پکڑا ہوا رسیور جھپٹا اور اسے کریڈل پر رکھ دیا تو وہ آدمی چونک پڑا۔
اس کے چہرے پر بیک وقت حیرت اور غصے کے تاثرات ابھر آئے

تھے۔

"میرا تعلق خفیہ پولیس سے ہے۔ سمجھے۔ اور میرا وقت تم سے
زیادہ قیمتی ہے"..... عمران نے بھاری اور رعب دار لہجے میں کہا۔

"خفیہ۔ خفیہ پولیس۔ مگر۔ مگر جناب۔ جناب آئیں بیٹھیں بلکہ
تشریف رکھیں"..... قاسم نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں
کہا۔

"اغوا برائے تاوان کے ایک مقدمے میں تمہارا نام آ رہا ہے
اس لئے بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لے جایا جائے
یا تم ہمارے ساتھ تعاون کرو ورنہ"..... عمران نے ایک بار پھر
بھاری اور تحکمانہ لہجے میں کہا تو قاسم کا چہرہ یکلخت زرد پڑ گیا۔
دکان میں کام کرنے والوں کے چہروں پر بھی خوف کے تاثرات
ابھر آئے۔

"ج۔ ج۔ جناب۔ میں تو کاروباری آدمی ہوں۔ بازار کے
لوگ مجھے جانتے ہیں۔ میرا نام اور اغوا برائے تاوان میں جناب۔
یہ کیسے ہو سکتا ہے"..... قاسم کی حالت واقعی خاصی خراب ہو گئی تھی۔

"بابو محلے میں روشن دین کی پینٹس کی دکان دیکھی ہوئی ہے
نا"..... عمران نے کہا اور اسی لمحے ایک آدمی نے ایک طرف موجود
کرسی اٹھا کر عمران کے پیچھے رکھ دی اور عمران کرسی پر بیٹھ گیا۔

"جی ہاں۔ ہمارا گاہک ہے۔ بہت اچھا شریف اور سیدھا سادہ
آدمی ہے"..... قاسم نے فوراً ہی روشن دین کی تعریف کرتے ہوئے

کہا۔

''اس نے مکان کرائے پر دیا تھا اور جس وقت اس سلسلے میں بات ہو رہی تھی اس وقت آپ اس کی دکان میں موجود تھے۔ آپ نے ان دو میں سے ایک آدمی کو پہچان لیا تھا اور روشن دین کو بتایا تھا کہ اس آدمی کا نام خادم ہے اور یہ آپ کے محلے میں رہتا ہے اور اچھا آدمی نہیں ہے'' ..... عمران نے کہا۔

''جی ہاں۔ جی ہاں۔ کہا ہوا ہے۔ میں نے کہا تھا۔ وہ واقعی محلے میں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا'' .. قاسم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''وہ خادم اس وقت کہاں مل سکتا ہے۔ پولیس کو اس کی نشاندہی کر دیں ورنہ پھر آپ کی کمبختی آ جائے گی'' ..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ اب مجھے تو معلوم نہیں ہو سکتا۔ میں تو صبح سے یہاں ہوں۔ کریم داد۔ سنو کریم داد'' ..... قاسم نے کہا اور پھر وہ ایک آدمی سے مخاطب ہو گیا۔

''جی سیٹھ جی'' ..... اس آدمی نے جسے کریم داد کہہ کر بلایا گیا تھا، چونک کر جواب دیا۔

''تم بھی تو ہمارے محلے میں رہتے ہو۔ تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ خادم موالی اس وقت کہاں ہو سکتا ہے'' ..... قاسم نے کہا۔

''اس نے کہاں جانا ہے سیٹھ جی۔ یا تو کسی شکار کی تلاش میں ہو گا یا پھر وہ رمضو بابا کے ہوٹل میں۔ گھر تو وہ پچھلی رات کو ہی جاتا ہے'' ..... کریم داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیسا شکار'' ..... عمران نے کریم داد سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''بدمعاشی اور غنڈہ گردی کا شکار شریف آدمی ہی ہوتے ہیں۔ اسلحہ دکھا کر مال لوٹ لینا، پٹائی کر کے بے ہوش کر دینا اور مال لوٹ لینا غنڈہ گردی ہے'' ..... کریم داد نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''چلو۔ مجھ سے ملواؤ اسے۔ چلو'' ..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ہاں کریم داد۔ صاحب کے ساتھ جاؤ'' قاسم نے بھی شاید اپنی جان بچتے دیکھ کر کہا۔

''لیکن جناب۔ میں آپ کو دور سے نشاندہی کرا سکتا ہوں ورنہ اس نے مجھے بعد میں جان سے مار دینا ہے'' ..... کریم داد نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آؤ چلو'' ..... عمران نے کہا تو کریم داد اس کے ساتھ ہی دکان سے باہر آ گیا۔

''کہاں ہے وہ محلہ جہاں وہ رہتا ہے'' ..... عمران نے پوچھا۔

''جناب۔ ہمیں رکشہ یا ٹیکسی میں جانا پڑے گا۔ یہاں سے کافی دور ہے۔ راجو محلہ کہلاتا ہے'' ..... کریم داد نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ میری کار باہر موجود ہے۔ آؤ'' ..... عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ کار میں سوار کریم داد کی رہنمائی میں راجو

محلے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ یہ سب اندرون شہر کے قدیم محلے تھے۔

"کار یہاں روک دیں۔ آگے تنگ سڑکیں اور گلیاں ہیں"۔ کریم داد نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر ایک کھلی جگہ پر اس نے کار روک دی۔ نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور پھر کریم داد کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک گنجان آباد محلے میں موجود تھے۔ کریم داد اس سے کافی آگے ہو کر چل رہا تھا۔

"یہ ہے جناب۔ بابا رمضو کا ہوٹل۔ اوہ۔ اوہ جناب۔ وہ سامنے تیسری ٹیبل پر جو گنجے سر اور موٹی گردن والا آدمی بیٹھا ہوا ہے وہی خادم موالی ہے جناب" ۔ کریم داد نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا مکان کہاں ہے۔ وہ دکھاؤ"..... عمران نے کہا تو کریم داد نے عمران کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پھر ایک گلی کے کنارے پر رک کر اس نے اشارے سے ایک نیم پختہ مکان کی طرف اشارہ کر دیا۔

"وہ مکان جس کا دروازہ نیلے رنگ کا ہے"..... کریم داد نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں۔ تم کو واپس چھوڑ دوں گا"..... عمران نے کہا تو کریم داد بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا آپ اسے پکڑیں گے نہیں"..... کریم داد نے چونک کر کہا۔

"نہیں۔ یہ کام پولیس کا ہے۔ میں انہیں رپورٹ دے دوں گا۔ اس کے بعد وہ جانے اور ان کا کام"..... عمران نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا خادم موالی کسی بڑی واردات میں ملوث ہو گیا ہے جو خفیہ پولیس اس کے پیچھے لگ گئی ہے"..... کریم داد نے کہا۔

"ارے نہیں۔ اس سے صرف معلومات حاصل کرنی ہیں۔ وہ خود کسی بڑی واردات میں شامل نہیں ہوا۔ اسے صرف معلومات حاصل ہیں"..... عمران نے کہا تو کریم داد نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے عمران کی بات سن کر اسے خاصی مایوسی ہوئی ہو۔ تھوڑی دیر بعد عمران کار تک پہنچ گیا۔ اس نے کریم داد کو کار میں بٹھایا اور پھر اسے روات بازار کے قریب کار سے اتارا اور کار آگے بڑھا دی۔ اب اسے پبلک فون کی تلاش تھی تاکہ فون کر کے جوانا کو بلا کر اس خادم موالی کو رانا ہاؤس لے جایا جا سکے۔

صالحہ ان دنوں اپنی ذاتی کوٹھی کی بجائے ایک لگژری پلازہ کے فلیٹ میں رہ رہی تھی۔ وہ اکثر ایسا کرتی رہتی تھی۔ کبھی ذاتی کوٹھی میں شفٹ ہو جاتی اور کبھی کسی کرائے کے فلیٹ میں۔ وہ فلیٹ میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو صالحہ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور اپنا نام بتایا۔

''ہیلو صالحہ۔ کیسی ہو''..... دوسری طرف سے ایک شفقت بھری آواز سنائی دی تو صالحہ بے اختیار اچھل پڑی۔ ویسے وہ جہاں بھی شفٹ ہوتی وہ اپنے والدین کو نیا فون نمبر ضرور دے دیتی تھی۔

''اوہ ڈیڈی آپ۔ آپ بتائیں آپ کیسے ہیں۔ آپ کی صحت کیسی ہے۔ می بتا رہی تھیں کہ ان دنوں آپ کی صحت کچھ زیادہ بہتر نہیں رہتی''..... صالحہ نے چھوٹے بچوں کے سے انداز میں کہا۔

''تم اپنی می سے تو باتیں کرتی رہتی ہو لیکن مجھے تم بھول گئی

ہو۔ بہرحال میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے تمہیں فون اس لئے کیا ہے صالحہ بیٹی کہ ہمارے ایک بہت ہی قریبی عزیز ہیں رانا شریف احمد صاحب۔ وہ پاکیشیا میں ایڈیشنل سیکرٹری وزارت داخلہ ہیں۔ ان کا نوجوان بیٹا پولیس میں ڈی ایس پی تھا۔ اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور وہ بے چارہ جاں بحق ہو گیا ہے''..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوہ۔ وری سیڈ ڈیڈی۔ لیکن آپ نے مجھے کیوں فون کیا ہے۔ ان کے والد کو فون کرتے آپ''..... صالحہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ان سے میں نے فون پر تعزیت کر لی ہے لیکن میں یہاں ایک بڑے کام میں پھنسا ہوا ہوں اس لئے میں اور تمہاری می دونوں ان کے گھر جا کر تعزیت نہیں کر سکتے اس لئے میں نے سوچا کہ تم وہیں ہو۔ تم جا کر وہاں ہماری طرف سے تعزیت کر دو۔ یہ ضروری ہے''..... صالحہ کے ڈیڈی نے کہا۔

''لیکن مجھے تو وہاں کوئی جانتا ہی نہ ہو گا کیونکہ میں تو کبھی ان سے ملی ہی نہیں ہوں''..... صالحہ نے کہا۔

''ان صاحب کی بیگم تمہیں اچھی طرح جانتی ہیں۔ ویسے تم اپنا تعارف کرا دینا لیکن تمہارا جانا ضروری ہے بیٹی۔ عزیزداری جہاں بھی ہو وہاں شادیوں میں نہ سہی لیکن غمی میں بہرحال جانا پڑتا ہے''..... صالحہ کے ڈیڈی نے کہا۔

"اوکے ڈیڈی۔ آپ مجھے بتائیں کہ یہ لوگ کہاں رہتے ہیں"۔ صالحہ نے پوچھا۔

"آفیسرز کالونی کوٹھی نمبر ایک سو ایک"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ٹھیک ہے ڈیڈی۔ میں ابھی چلی جاتی ہوں"...... صالحہ نے کہا۔

"اوکے۔ تھینک یو بیٹی"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صالحہ نے رسیور رکھا اور ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی بند کر کے وہ اٹھی اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو اس نے مقامی لباس تعزیت کی مناسبت سے پہن ہوا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھتی کال بیل کی آواز سنائی دی تو صالحہ بے اختیار چونک پڑی کیونکہ اس وقت اس کے ذہن میں کسی کے آنے کا کوئی خیال ہی نہ تھا۔ وہ ڈور فون کے رسیور کی طرف بڑھی اور اس نے بٹن دبا کر رسیور کان سے لگا لیا۔

"کون ہے"...... صالحہ نے پوچھا۔

"نازیہ ہوں"...... رسیور سے ہلکی سی آواز سنائی دی تو صالحہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور واپس ہک سے لٹکایا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے دروازہ کھولا تو سامنے نازیہ کھڑی تھی۔

"تم کہیں جا رہی ہو"...... نازیہ نے اسے باقاعدہ لباس بدلے دیکھ کر کہا۔

"ہاں۔ تم بھی ساتھ چلو۔ ایک جوان آدمی ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہوا ہے۔ وہ ڈیڈی کے عزیز ہیں اور ڈیڈی نے ولنگٹن سے فون کر کے کہا ہے کہ میں جا کر تعزیت کروں"...... صالحہ نے کہا۔

"پھر تم جاؤ۔ میں رات کو آ جاؤں گی۔ میرا لباس ایسا نہیں ہے کہ میں تعزیت کرنے کے لئے جاؤں"...... نازیہ نے جواب دیا۔

"چلی جانا۔ آؤ بیٹھو۔ کچھ کھا پی لو"...... صالحہ نے کہا۔

"ارے نہیں۔ ایسا بھی کیا تکلف۔ رات کو آ کر نہ صرف پیوں گی بلکہ کھاؤں گی بھی سہی"...... نازیہ نے ہنستے ہوئے کہا تو صالحہ نے باہر نکل کر دروازہ بند کر کے اسے لاک کیا اور چابی پرس میں ڈال کر وہ نازیہ کے ساتھ پارکنگ میں آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار آفیسرز کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پھر اس کی واپسی تقریباً تین گھنٹوں کے بعد ہوئی کیونکہ نہ صرف رانا فاروق کی بیگم اسے پہچانتی تھیں بلکہ جب صالحہ ان سے ملی تو اسے بھی یاد آ گیا کہ وہ کئی بار آنٹی سے مل چکی ہے۔ گھر کا ماحول بے حد افسردہ تھا اور صالحہ کو بھی یہ سن کر بے حد دکھ ہوا کہ رانا فاروق جو فوت ہوا ہے ان کی شادی دو ماہ بعد ہونے والی تھی۔ اسے بتایا گیا تھا کہ وہ آفس سے گھر آ رہا تھا کہ اچانک کار مڑی اور پوری قوت سے سائیڈ دیوار سے جا ٹکرائی جس کی وجہ سے نہ صرف کار کے پرخچے

اڑ گئے بلکہ رانا فاروق کے جسم کے بھی ٹکڑے بکھر گئے جنہیں پولیس نے بڑی مشکل سے چن چن کر اکٹھا کیا تھا۔ صالحہ یہ سن کر بے حد دکھی ہوئی تھی۔ بہرحال جب شام ہونے کو آ گئی تو اس نے اجازت لی اور سب سے مل کر واپس اپنے فلیٹ پر آ گئی لیکن اس کا دل دکھ سے بھرا ہوا تھا۔ جوان اولاد کی موت کے اثرات جو اس کی ماں اور باپ پر دیکھے تھے اس نے اس کو دہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ اپنے فلیٹ میں بیٹھی اسی بات پر سوچ رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو صالحہ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ صالحہ بول رہی ہوں"...... صالحہ نے کہا۔

"نازیہ بول رہی ہوں۔ واپسی ہو گئی ہے تمہاری"...... نازیہ نے انتہائی بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں اور اب میں سوچ رہی تھی کہ تمہیں فون کر کے بلاؤں اور پھر ہم مل کر رات کا کھانا کھائیں"...... صالحہ نے جواب دیا۔

"کیا آج کھانا پکانے کا موڈ بن گیا ہے"...... نازیہ نے کہا۔

"ارے نہیں۔ اب ایک دو افراد کے لئے کون اتنی محنت کرے۔ ہوٹل گرینڈ چلیں گے۔ وہاں کا کھانا بہت اچھا ہوتا ہے"...... صالحہ نے کہا۔

"تمہارے ڈیڈی کی بڑے ہوٹلوں کی پوری چین ہے۔ یہاں دارالحکومت میں بھی دو ہوٹل ہیں۔ تم ادھر کا رخ کیوں نہیں کرتیں"...... نازیہ نے کہا۔

"وہاں پروٹوکول کا چکر چل پڑتا ہے اس لئے کھانے کا لطف ہی ختم ہو جاتا ہے"...... صالحہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر تم گرینڈ ہوٹل پہنچ جاؤ۔ میں بھی وہاں پہنچ جاتی ہوں"۔ نازیہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ڈیڑھ گھنٹے بعد وہاں پہنچوں گی کیونکہ کھانے کا وقت وہی ہوتا ہے"...... صالحہ نے کہا۔

"ارے اتنی دیر۔ پھر میں تمہارے فلیٹ پر آ رہی ہوں۔ وہاں سے اکٹھے چلیں گے"...... نازیہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آ جاؤ۔ گپ شپ رہے گی۔ میں اس جوان موت کی وجہ سے خاصی اپ سیٹ ہو رہی ہوں"...... صالحہ نے کہا۔

"اوکے۔ میں آ رہی ہوں"...... نازیہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صالحہ نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا اور پھر وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی تاکہ نازیہ کے آنے تک وہ کافی تیار کر لے اور پھر تھوڑی دیر بعد نازیہ پہنچ گئی اور صالحہ نے کافی کا کپ اس کے سامنے رکھا اور خود بھی کپ لے کر بیٹھ گئی۔

"ہاں۔ اب بتاؤ کہ وہ نوجوان آدمی کون تھا۔ ہاں۔ ڈی ایس پی۔ کیا ہوا تھا اسے۔ کیسے ہلاک ہوا"...... نازیہ نے کہا۔

"اس کا نام رانا فاروق تھا۔ دو ماہ بعد اس کی شادی طے تھی۔ بس موت نے آ لیا اسے۔ وہ کار خاصی تیز رفتاری سے چلا رہا تھا

کہ اچانک کار مڑی اور پوری رفتار اور قوت سے دیوار سے ٹکرا گئی۔ کار کے بھی پرخچے اڑ گئے اور رانا فاروق کے بھی۔ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا''۔۔۔ صالحہ نے انتہائی افسردہ لہجے میں کہا۔

''ویری سیڈ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ٹھیک چلتی ہوئی کار اچانک مڑ کر دیوار سے جا ٹکرائے۔ کیا اس نے دانستہ اسٹیئرنگ موڑ دیا تھا۔ ایسی کسی پڑھے لکھے اور صحیح الدماغ آدمی سے تو توقع ہی نہیں کی جا سکتی''۔۔۔ نازیہ نے کہا۔

''ہاں۔ بظاہر تو نہیں جا سکتی لیکن ہوا ایسے ہی ہے۔ آنٹی بتا رہی تھی کہ اس کے والد نے تباہ شدہ کار کا ماہرانہ چیک اپ کرایا ہے کہ کہیں اچانک کوئی سسٹم فیل نہ ہو گیا ہو لیکن کار تکنیکی لحاظ سے بالکل صحیح تھی''۔۔۔ صالحہ نے کہا۔

''پھر اتنا ہولناک ایکسیڈنٹ کیسے ہو گیا۔ ویری سٹرینج۔ اوہ۔ ایک منٹ۔ میں معلوم کرتی ہوں''۔۔۔ نازیہ نے چونک کر کہا۔

''معلوم کرتی ہو۔ کہاں سے۔ کس سے''۔۔۔ صالحہ نے چونک کر کہا۔

''اخبار کے کرائم رپورٹر مشہدی سے۔ وہ بے حد ذہین آدمی ہے۔ وہ اس بارے میں صحیح رپورٹ دے گا''۔۔۔ نازیہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''ایس۔ نیوز آفس''۔۔۔ رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''نازیہ بول رہی ہوں۔ مجھے کرائم رپورٹر مشہدی سے بات کرنی ہے''۔۔۔ نازیہ نے کہا۔

''ہولڈ کریں۔ میں بات کراتی ہوں''۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ مشہدی بول رہا ہوں''۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''مشہدی۔ میں نازیہ بول رہی ہوں۔ میری ایک فرینڈ کے برنز ڈی ایس پی رانا فاروق کی کار ایکسیڈنٹ میں ہلاکت ہوئی ہے۔ وہ مجھے بتا رہی ہے کہ اچھی بھلی کار چلتے چلتے اچانک مڑ کر دیوار سے ٹکرا گئی اور یہ خوفناک حادثہ ہوا جبکہ عام حالات میں ایسا ممکن نہیں ہے۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے''۔۔۔ نازیہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اسے بڑے ماہرانہ انداز میں قتل کیا گیا ہے مس نازیہ۔ گو ابھی اس کا ثبوت سامنے موجود نہیں ہے لیکن ایک عینی شاہد نے بتایا ہے کہ کار کے گھومنے سے پہلے شائیں کی تیز آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کار مڑی اور ایک دھماکے سے دیوار سے ٹکرا گئی کہ رانا فاروق کی لاش کے ٹکڑے اڑ گئے۔ لیکن اس کا بہرحال رسمی سا پوسٹ مارٹم ہوا ہے۔ میری ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے۔ ان کے

مطابق رانا فاروق کی گردن میں ایک سوراخ تھا جو دور مار رائفل کی
گولی کے سائز کا تھا اور گردن کی دوسری طرف بھی ایسا ہی سوراخ
تھا۔ میں نے کار میں سے گولی تلاش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن
وہ شاید دوسری کھڑکی سے نکل گئی اور کہیں ملبے تلے دب گئی یا گم ہو
گئی۔ بہرحال یہ بات طے ہے کہ اسے باقاعدہ گولی ماری گئی ہے
اور گولی چلانے والا حد درجہ ماہر تھا کہ ایک ہی گولی چلی اور خاصی
تیز رفتاری سے چلتی ہوئی گاڑی میں بیٹھے رانا فاروق کی گردن کے
پار ہو گئی۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے''..... کرائم رپورٹر مشہدی نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

''کیا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے''..... نازیہ نے کہا۔

''فی الحال تو کوئی ثبوت نہیں ہے لیکن عینی شاہد نے بھی صرف
شائیں کی آواز سنی ہے اور بس۔ ہاں۔ گولی مل جائے تو شاید ثبوت
بھی مہیا ہو جائے''..... کرائم رپورٹر مشہدی نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

''لیکن اسے اس انداز میں کیوں ہلاک کیا گیا ہو گا''..... نازیہ
نے کہا۔

''رانا فاروق سائبر کرائم کو ڈیل کرتا تھا۔ وہ ان معاملات میں
بے حد ماہر اور ذہین آدمی تھا اور خاص طور پر اغوا برائے تاوان کے
کیسز میں وہ فون کال سے ٹریکنگ کر کے مجرموں تک پہنچ جاتا تھا
اور اس نے سینکڑوں اغوا شدہ لوگوں خصوصاً بچوں کو بچایا ہے اور

مجرموں کو گرفتار کیا ہے۔ وہ اغوا برائے تاوان کے نیٹ ورک کے
لئے بہت بڑا خطرہ بن گیا تھا اس لئے میرا خیال ہے کہ اسے اس
انداز میں راستے سے ہٹایا گیا ہے''..... کرائم رپورٹر مشہدی نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم اس سٹوری پر کام کر رہے ہو''..... نازیہ نے پوچھا۔

''ہاں۔ لیکن معاملہ ثبوت نہ ہونے کی بناء پر اٹکا ہوا ہے۔ اب
بہرحال میں کوشش کروں گا کہ کوئی ثبوت تلاش کر لوں''..... کرائم
رپورٹر مشہدی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''..... شکریہ''..... نازیہ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''مشہدی درست کہہ رہا ہے۔ اسے واقعی ہلاک کیا گیا ہے۔
اغوا برائے تاوان کے کیسز ان دنوں بہت زیادہ سننے اور پڑھنے میں
آ رہے ہیں''..... صالحہ نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن جب تک کوئی ثبوت نہ ملے تب تک کیسے اس پر
یقین کیا جا سکتا ہے''..... نازیہ نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اگر عمران صاحب کے شاگرد ٹائیگر کے
ذمے یہ کام لگایا جائے تو وہ قاتل کو ڈھونڈ نکالے گا''..... صالحہ نے
کہا تو نازیہ بے اختیار چونک پڑی۔

''عمران صاحب کا شاگرد ٹائیگر۔ وہ کون ہے''..... نازیہ نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے۔ وہ ایسے کاموں کا ماہر

ہے''..... صالحہ نے جواب دیا۔

''انڈر ورلڈ میں۔ کیا مطلب۔ انڈر ورلڈ تو جرائم کی دنیا کو کہا جاتا ہے۔ کیا وہ مجرم ہے اور اگر مجرم ہے تو عمران صاحب کا شاگرد کیسے بن گیا''..... نازیہ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''عمران صاحب نے اسے خصوصی ٹریننگ دی ہے اور اسے انڈر ورلڈ میں رکھا ہوا ہے۔ وہ وہاں چھوٹے موٹے کام کرتا رہتا ہے لیکن اس کی معلومات تازہ اور اپ ٹو ڈیٹ ہوتی ہیں اور عمران صاحب اپنے مشن میں ضرورت پڑنے پر اس کی ان معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ویسے وہ مجرم نہیں ہے۔ وہ بھی عمران صاحب کی طرح اچھا خاصا سائنس دان ہے''..... صالحہ نے کہا۔

''انڈر ورلڈ میں کام کرنے والوں کا کردار تو کسی صورت مضبوط نہیں ہو سکتا۔ یہ تو وہاں کی روایت ہے اور عمران صاحب کو خود میں نے دیکھا ہے بے حد مضبوط کردار کے آدمی ہیں۔ ایسے آدمی کو وہ کیسے گوارہ کرتے ہیں''..... نازیہ نے کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''تم پر پھر ہنسنے کا دورہ پڑ گیا ہے''..... نازیہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ٹائیگر کا کردار بھی عمران صاحب کی طرح بے حد مضبوط ہے۔ یہ بات طے ہے''..... صالحہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے

رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''سلیمان بول رہا ہوں''..... دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

''صالحہ بول رہی ہوں سلیمان۔ عمران صاحب سے بات کرنی ہے''..... صالحہ نے کہا۔

''وہ کچھ بتا کر نہیں گئے۔ البتہ جیسے ہی وہ واپس آئے میں فون کرا دوں گا''..... سلیمان نے جواب دیا۔

''او کے۔ شکریہ''..... صالحہ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''اب چلیں۔ کھانے کا وقت ہو گیا ہے''..... نازیہ نے کہا۔

''ہاں۔ میں لباس تبدیل کر لوں پھر چلتے ہیں''..... صالحہ نے کہا اور اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تاکہ لباس تبدیل کر سکے۔

ٹائیگر نے کار گارڈن کلب کی دو منزلہ عمارت کے کمپاؤنڈ میں
موڑی اور پھر اسے پارکنگ کی طرف لے گیا۔ پارکنگ میں خاصی
تعداد میں کاریں موجود تھیں۔ ٹائیگر نے کار ایک خالی جگہ پر روکی
اور پھر نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا
کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گارڈن کلب کے مینجر
اور مالک ریمنڈ سے اس کی خاصی واقفیت تھی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا
کہ ریمنڈ ڈرگ بزنس کے ساتھ ساتھ پیشہ ور قاتلوں کے ایک
گروپ کا سرغنہ بھی ہے لیکن قاتلوں کا یہ گروپ اپنی سرگرمیوں کے
لحاظ سے چونکہ انڈر ورلڈ تک ہی محدود رہتا تھا اس لئے ٹائیگر نے
اس پر کبھی توجہ نہ کی تھی لیکن اب یہ بات سامنے آئی تھی کہ فری
لانسر فوٹوگرافر کاشف کو اس گروپ نے ہلاک کیا تھا تو عمران نے
اسے ریمنڈ سے اس پارٹی کا سراغ لگانے کو کہا تھا جس نے اسے

کاشف کے قتل کا ٹاسک دیا تھا اس لئے ٹائیگر ریمنڈ سے ملنے آیا
تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر کلب میں داخل ہوا تو کلب کے ہال میں
کافی تعداد میں عورتیں اور مرد موجود تھے۔ اس نے ایک نظر ہال پر
ڈالی اور پھر مڑ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر پر تین لڑکیاں
موجود تھیں۔

”ہیلو مس سویٹی“...... ٹائیگر نے کاؤنٹر کے قریب جا کر کہا۔ وہ
چونکہ اس کلب میں آتا جاتا رہتا تھا اس لئے وہ یہاں کے عملے
سے نہ صرف اچھی طرح واقف تھا بلکہ عملہ بھی اسے اچھی طرح جانتا
تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ریمنڈ کے بارے میں کلب میں جتنا
یہ لڑکی سویٹی جانتی ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

”اوہ مسٹر ٹائیگر آپ“...... سویٹی نے چونک کر ٹائیگر کو دیکھتے
ہوئے کہا۔

”تمہارے باس سے ملنا ہے۔ بولو۔ کہاں ہے وہ۔ کس حال
میں ہے“...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا ملنا ضروری ہے۔ وہ ایک پارٹی کا بے چینی سے انتظار کر
رہا ہے“...... سویٹی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کس وقت آنا ہے اس پارٹی نے“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”آنا تو ابھی تھا لیکن ابھی تک وہ آئی نہیں“...... سویٹی نے کہا۔
اور اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سویٹی نے رسیور اٹھا لیا۔ تھوڑی
دیر بات کرنے کے بعد اس نے کریڈل دبایا اور پھر فون آنے پر

نمبر پریس کر دیئے۔

"کاؤنٹر سے سوینی بول رہی ہوں باس۔ پارٹی نے آج میٹنگ کینسل کر دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ دو روز بعد آئیں گے اور مسٹر ٹائیگر اس وقت کاؤنٹر پر موجود ہیں اور وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں"..... سوینی نے کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سن کر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"جائیے۔ باس آپ کے منتظر ہیں" سوینی نے رسیور رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو"..... ٹائیگر نے کہا اور راہداری کی طرف بڑھ گیا جس میں ریمنڈ کا آفس تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آفس میں داخل ہو رہا تھا۔

"آؤ ٹائیگر۔ آؤ۔ ویلکم" --- بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک گینڈے جیسے جسم کے مالک آدمی نے اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیسے ہو ریمنڈ۔ کالے سانپ والا سلسلہ کیسا چل رہا ہے"۔ ٹائیگر نے مصافحہ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تو ریمنڈ بے اختیار اچھل پڑا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کالا سانپ۔ کیا مطلب"..... ریمنڈ نے کہا۔

"مطلب بھی مجھے بتانا ہوگا۔ پیشہ ور قاتلوں کا گروپ تمہارا ہے

اور اس کا یہ ڈرامائی نام بھی تم نے رکھا ہوا ہے اور مطلب میں بتاؤں"..... ٹائیگر نے میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ لگتا ہے آج تم کچھ پی کر آئے ہو"۔ ریمنڈ کا لہجہ یکلخت بدل سا گیا تھا۔

"سنو ریمنڈ۔ تم میرے اچھے دوست ہو اور مجھے تمہاری تمام سرگرمیوں کے بارے میں پوری طرح علم ہے۔ اس کے باوجود میں نے تمہاری سرگرمیوں میں کبھی مداخلت نہیں کی لیکن تمہارے اس کالے سانپ نے دو سال پہلے ایک فری لانسر فوٹوگرافر کاشف کو سڑک پر اس وقت گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا جب وہ موٹر سائیکل پر جا رہا تھا اور تمہارے آدمی سفید رنگ کی کار میں تھے"..... ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں۔ یہ سب غلط ہے۔ نہ میرا کوئی گروپ ہے اور نہ ہی میں ایسے کام کرتا ہوں۔ میں تو ڈرگ بزنس کرتا ہوں اور بس"۔ ریمنڈ نے کہا۔

"چونکہ معاملہ دو سال پرانا ہے اس لئے مجھے زبردست کوشش کرنا پڑی ہے اور بہرحال میں یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں کہ یہ کام تمہارے اس خفیہ گروپ کا ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ اسے گولی مارنے والا تمہارا خاص آدمی جونز تھا جو پچھلے سال ایک ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو چکا ہے"..... ٹائیگر نے کہا۔

"جب تمہیں یہ معلوم ہے کہ وہ ہلاک ہو چکا ہے تو اب تم کیا چاہتے ہو"..... ریمنڈ نے کہا۔

"جونز نہ بھی ہلاک ہوا ہوتا تب بھی مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ میری پارٹی صرف یہ جاننا چاہتی ہے کہ کس پارٹی نے تمہیں اس فوٹوگرافر کی ہلاکت کا ٹاسک دیا تھا اور یہ بات تم بتا سکتے ہو جونز نہیں بتا سکتا۔ وہ تو تمہاری کٹھ پتلی تھا اور بس"۔ ٹائیگر نے کہا تو ریمنڈ کے چہرے پر یکلخت حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم انڈر ورلڈ کے آدمی ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اول تو میرا ایسا کوئی گروپ نہیں ہے اور اگر ہوتا بھی سہی تو پارٹی کے بارے میں کبھی کوئی نہیں بتایا کرتا۔ تم اب جا سکتے ہو۔ آئی ایم سوری۔ اور سنو۔ آئندہ ادھر کا رخ نہ کرنا ورنہ تمہاری ٹوٹ پھوٹ کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہو گی"..... ریمنڈ نے یکلخت انتہائی سرد لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

"مطلب ہے کہ تم مذاق کا بھی برا ماننے لگ گئے ہو"۔ ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا تو ریمنڈ کا تنا ہوا چہرہ یکلخت نارمل ہو گیا۔

"تو تم مذاق کر رہے تھے۔ ریمنڈ نے کھلی دراز میں سے ہاتھ باہر نکالتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے دراز میں ریوالور موجود تھا اور ریمنڈ کو چونکہ خطرہ تھا کہ ٹائیگر آسانی سے ٹلنے والا نہیں ہے اس لئے وہ اپنے بچاؤ کے لئے ریوالور پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔

"نہیں۔ مذاق تو میں اب کروں گا۔ اب تک میں بے حد سنجیدہ رہا ہوں"..... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ریمنڈ کچھ سمجھتا ٹائیگر کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور دوسرے لمحے کمرہ ریمنڈ کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ ٹائیگر کی مڑی ہوئی انگلی کا ہک اچانک لیکن پوری قوت سے ریمنڈ کی کنپٹی پر پڑا تھا۔ یہ ضرب اس قدر بھرپور تھی کہ ایک ہی ضرب نے اس گینڈے جیسے جسم کے مالک ریمنڈ کو بے ہوشی کی وادی میں دھکیل دیا تھا۔ اس کا جسم کرسی پر پہلو کے بل ڈھلک گیا تھا۔ ٹائیگر نے رسیور اٹھایا اور فون سیٹ کے نیچے موجود بٹن پریس کر دیا۔

"یس باس"..... دوسری طرف سے کاؤنٹر گرل کی آواز سنائی دی۔

"میں ایک ضروری کام کے لئے جا رہا ہوں۔ تمام ملاقاتیں منسوخ کر دو"..... ٹائیگر نے ریمنڈ کی آواز اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ وہ چونکہ ان دنوں عمران سے دوسروں کی آواز اور لہجے کی نقل کرنے کی مسلسل پریکٹس کر رہا تھا اس لئے اس نے ایسی ہی کوشش کر دی تھی۔

"ہاں۔ آپ کے گلے کو کیا ہوا ہے۔ کچھ بھرایا ہوا سا ہے"۔ لڑکی نے قدرے ہچکچاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جو میں نے کہا ہے وہ سنو۔ گلے کو چھوڑو۔ اس کے خراب ہوتے دیر لگتی ہے"..... ٹائیگر نے کہا۔

"یس باس"۔ ... دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے رسیور رکھا اور پھر ٹیبل کی سائیڈ سے آگے بڑھ کر اس نے عقب میں موجود پردہ ہٹایا۔ اس کے پیچھے ایک دروازہ موجود تھا۔ اس نے اسے دبایا تو دروازہ کھل گیا۔ دوسری طرف ایک کمرہ تھا جس کی دوسری دیوار میں دروازہ تھا۔ ٹائیگر نے ریمنڈ کو گھسیٹ کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور پھر دوسرے کمرے میں لے جا کر وہ آگے بڑھ گیا۔

گو ریمنڈ کا وزن کافی سے زیادہ تھا لیکن ٹائیگر چونکہ اس وقت کی صورت حال اور نزاکت کے بارے میں بخوبی جانتا تھا اس لئے وہ اسے اٹھائے عقبی کمرے کا دوسرا دروازہ کھول کر ایک راہداری میں آ گیا۔ وہ چونکہ پہلے بھی کئی بار اس خفیہ راستے سے ریمنڈ کے ساتھ آتا جاتا رہا تھا اس لئے اسے اس راستے کے بارے میں معلوم تھا۔ اس راہداری کا عقبی دروازہ ایک چوڑی اور بند گلی میں کھلتا تھا اور اس دروازے پر ایسا تالا موجود تھا جسے باہر سے صرف ریمنڈ ہی کھول سکتا تھا کیونکہ یہ نمبروں والا مخصوص تالا تھا جبکہ اندر سے اسے کوئی بھی آسانی سے کھول سکتا تھا۔

ٹائیگر کا پہلے خیال تھا کہ چونکہ واردات کو دو سال گزر چکے تھے اس لئے ریمنڈ پارٹی کے بارے میں بتا دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرے گا لیکن ریمنڈ نے جو رویہ اختیار کیا تھا اس سے ٹائیگر سمجھ گیا تھا کہ اس کی زبان کھلوانے کے لئے تشدد ضروری تھا اور وہ

یہ تشدد یہاں آفس میں نہیں کر سکتا تھا کیونکہ کسی بھی وقت کوئی بھی آ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اسے اپنے ساتھ لے جانے کا سوچ لیا تھا اور یہی سوچ کر اس نے اس کی کنپٹی پر بھرپور ضرب لگائی تھی۔ ریمنڈ کو عقبی دروازے کے ساتھ سائیڈ پر کر کے اس نے فرش پر لٹا دیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر آ گیا لیکن اس نے دروازے کو مکمل طور پر بند نہ کیا بلکہ تھوڑا سا کھلا رکھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ سڑک پر آ گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک چکر کاٹ کر وہ ایک بار پھر کمپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہوا۔ البتہ اس کا رخ پارکنگ کی طرف تھا۔

پارکنگ سے کار لے کر وہ کمپاؤنڈ گیٹ سے نکلا اور پھر عقبی گلی میں لا کر اسے بیک کرتے ہوئے وہ اندر عقبی دروازے تک لے گیا۔ پھر اس نے دروازہ کھولا اور فرش پر پڑے بے ہوش ریمنڈ کو اٹھا کر اس نے کار کا عقبی دروازہ کھول کر دونوں سیٹوں کے درمیان ٹھونس دیا۔ ریمنڈ خاصے چوڑے جسم کا مالک تھا لیکن ٹائیگر نے بہرحال اسے اسی انداز میں لے جانا تھا اس لئے اس نے اسے ٹیڑھا میڑھا کر کے ٹھونس دیا اور پھر اس کے اوپر ترپال ڈال دی۔ اسے معلوم تھا کہ ریمنڈ طاقتور جسم کا مالک ہے اور انڈر ورلڈ کا آدمی ہونے کی وجہ سے وہ اعصابی طور پر بھی خاصا مضبوط ہے لیکن اس کے باوجود اسے یقین تھا کہ وہ اسے اپنے مخصوص بلیک ہاؤس تک لے جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

ٹائیگر بذات خود تو ہوٹل میں رہتا تھا لیکن اس نے ایک رہائشی کالونی میں ایک چھوٹی کوٹھی حاصل کی ہوئی تھی جہاں اس کا خاص آدمی رابرٹ رہتا تھا۔ اس کوٹھی کے ایک کمرے کو ٹائیگر نے ٹارچنگ روم کے انداز میں تیار کر رکھا تھا تاکہ سب سے ہٹ کر وہ اپنے طور پر بھی کام کر سکے۔ وہ چاہتا تو ریمنڈ کو رانا ہاؤس بھی لے جا سکتا تھا لیکن چونکہ عمران نے اسے کہا تھا کہ وہ ریمنڈ سے معلومات حاصل کر کے واپس آئے اس لئے وہ نہیں چاہتا تھا کہ ریمنڈ کو رانا ہاؤس لے جائے۔ اس کوٹھی کا اس نے اپنے طور پر کوئی نام بلیک ہاؤس رکھا ہوا تھا۔ تقریباً بیس منٹ کی خاصی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ بلیک ہاؤس پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے کار کو بند گیٹ کے سامنے روک کر مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا تو چھوٹا پھاٹک کھلا اور ورزشی جسم کا رابرٹ باہر آ گیا۔

"پھاٹک کھولو رابرٹ"..... ٹائیگر نے کھڑکی سے سر باہر نکالتے ہوئے کہا۔

"یس سر"...... رابرٹ نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد بڑا پھاٹک کھل گیا تو ٹائیگر کار اندر لے گیا۔ اس نے کار پورچ میں لے جا کر روک دی اور پھر نیچے اتر آیا۔ رابرٹ بھی پھاٹک بند کر کے کار کی طرف بڑھتا ہوا آ رہا تھا۔ ٹائیگر نے کار کا عقبی دروازہ کھولا تو ریمنڈ گو ویسے تو ہوش میں آ چکا تھا لیکن اس کی

حالت نیم بے ہوشی کی سی تھی۔ البتہ اس نے شاید لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن تنگ جگہ اور اپنے چوڑے جسم کی وجہ سے وہ مزید پھنس کر رہ گیا تھا۔

"اسے باہر نکالنے میں میری مدد کرو رابرٹ"..... ٹائیگر نے کہا اور پھر اس نے رابرٹ کی مدد سے کسی نہ کسی طرح ریمنڈ کو کار سے باہر نکال لیا لیکن اس سے پہلے کہ ریمنڈ اٹھتا ٹائیگر کا بازو ایک بار پھر گھوما اور مڑی ہوئی انگلی کا ہک کنپٹی پر اس جگہ پڑا جہاں پہلے ہی ضرب کا نشان واضح طور پر نظر آ رہا تھا اور ریمنڈ ہلکی سی چیخ مار کر ڈھیلا پڑ گیا۔

"چلو اسے اٹھا کر بلیک روم میں لے چلیں"..... ٹائیگر نے کہا اور پھر رابرٹ کے ساتھ مل کر وہ بے ہوش اور ڈھیلے جسم کے ریمنڈ کو اٹھا کر تیزی سے عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اسے راڈز والی کرسی پر ڈال چکے تھے اور پھر ٹائیگر کے کہنے پر رابرٹ نے کرسی کے عقب میں جا کر بٹن پریس کیا تو ریمنڈ کا جسم راڈز میں جکڑ گیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ دروازہ بند کرتے جانا"..... ٹائیگر نے کہا تو رابرٹ اثبات میں سر ہلاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ رابرٹ کے جانے کے بعد ٹائیگر نے آگے بڑھ کر ریمنڈ کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب ریمنڈ کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تو ٹائیگر

نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں ریمنڈ پر جمی ہوئی تھیں جسے اب ہوش آ رہا تھا۔ ٹائیگر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ریمنڈ پوری طرح ہوش میں آ گیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن بھاری جسم راڈز میں اس طرح جکڑا ہوا تھا کہ اس کے لئے کسمسانا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

''یہ۔ یہ کیا۔ کیا مطلب۔ یہ میں کہاں ہوں۔ تم۔ تم ٹائیگر۔ یہ سب کیا ہے''..... ریمنڈ نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھ کر سامنے بیٹھے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''ریمنڈ۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ پارٹی کون تھی جس نے تمہیں فوٹوگرافر کاشف کو ہلاک کرنے کا ٹاسک دیا تھا۔ تمہیں شاید گھمنڈ تھا کہ تم اپنے آفس میں بیٹھے ہو اس لئے میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن دیکھ لو۔ میں اکیلا تمہیں وہاں سے اٹھا کر یہاں اپنے ایک خاص اڈے پر لے آیا ہوں اور تمہارے کسی آدمی کو اس کا علم تک نہیں ہو سکا اور نہ ہی ہو سکتا ہے اور اب تم سمجھ سکتے ہو کہ میں اس پوچھ گچھ میں کتنا سیریس ہوں''..... ٹائیگر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''وہ تو دو سال پہلے کی بات ہے۔ مجھے تو اب یاد بھی نہیں رہا۔ میں سچ کہہ رہا ہوں''..... ریمنڈ نے کہا۔

''یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ ویسے بھی اس کمرے کے گرد چاروں طرف دور دور تک جنگل پھیلا ہوا ہے۔ یہاں سچ کو باہر نکلوانے کے تمام انتظامات موجود ہیں اور تمہاری چیخیں یہاں کوئی نہیں سنے گا۔ تمہارے پورے جسم پر زخم ڈالے جائیں گے اور پھر ان زخموں پر نمک چھڑکا جائے گا۔ تمہارے ہاتھوں کی انگلیاں ایک ایک کر کے کاٹی جائیں گی۔ پھر ناک، پھر کان، پھر دونوں آنکھیں اور پھر باقی جسم۔ دوسری صورت میں تمہیں زندہ واپس بھجوا دیا جائے گا اور ہم سب کچھ بھول جائیں گے لیکن یہ سن لو کہ کوئی دھوکہ فریب نہ دینا۔ میں نے صرف کنفرمیشن کرنی ہے ورنہ مجھے خود بھی معلوم ہے''..... ٹائیگر نے کہا۔

''میں درست کہہ رہا ہوں۔ مجھے واقعی یاد نہیں ہے اور سنو۔ تم مجھے چھوڑ دو۔ میں سب کچھ بھول جاؤں گا ورنہ تم میرے بارے میں جانتے ہو کہ دارالحکومت میں میری کیا حیثیت ہے''..... ریمنڈ نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''پہلے تمہاری یادداشت واپس لے آؤں پھر سوچوں گا کہ تمہاری کیا حیثیت ہے''..... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا اور اس نے کوٹ کی اندرونی مخصوص جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا اور آگے بڑھ کر اس نے خنجر کی نوک ریمنڈ کی دائیں آنکھ کے قریب کر دی۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ یہ کیا کر رہے ہو''..... ریمنڈ نے یکلخت خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"کچھ نہیں۔ صرف تمہاری ایک آنکھ نکال دوں گا تاکہ تمہاری یادداشت واپس آ جائے اور اگر پھر بھی نہ آئی تو دوسری آنکھ نکال دوں گا۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔ میں اب صرف پانچ تک گنوں گا"۔ ٹائیگر نے رک رک کر خاصے سرد لہجے میں کہا۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں بتاتا ہوں"۔ ... ریمنڈ نے تیز تیز لہجے میں کہا لیکن ٹائیگر نے رک رک کر گنتی جاری رکھی۔

"مجھے ریڈ پینتھر کے مالک رابس نے یہ ٹاسک دیا تھا۔ رابس نے"۔ ٹائیگر کے پانچ تک گننے سے پہلے ہی ریمنڈ نے چیخ کر کہا تو ٹائیگر پیچھے ہٹا اور اس نے خنجر واپس جیب میں ڈال لیا جبکہ ریمنڈ اس طرح لمبے لمبے سانس لے رہا تھا جیسے میلوں دور سے تیز دوڑتا ہوا آیا ہو۔

"کنفرم کرانا پڑے گا"۔ ٹائیگر نے کہا

"کنفرم۔ وہ کیسے"۔ ... ریمنڈ نے چونک کر کہا۔

"میں اسے فون کرتا ہوں۔ تم اس سے بات کرو اور جس طرح چاہو بات کرو لیکن یہ کنفرم ہو جانا چاہئے کہ تم سچ بول رہے ہو"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"اس کے بعد کیا تم مجھے چھوڑ دو گے"۔ ... ریمنڈ نے کہا۔

"ہاں۔ ہر قید سے آزادی"۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کراؤ میری بات"۔ ... ریمنڈ نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے سائیڈ تپائی پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے اور پھر انکوائری آپریٹر سے اس نے ریڈ پینتھر کلب کا فون نمبر معلوم کیا اور پھر کریڈل دبا کر ٹون آنے پر اس نے انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔

"ریڈ پینتھر کلب"۔ ... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"گارڈن کلب کے مالک ریمنڈ جناب رابس سے بات کرنا چاہتے ہیں"۔ ... ٹائیگر نے آواز اور لہجہ بدل کر اس انداز میں کہا جیسے وہ ریمنڈ کا کوئی سیکرٹری ہو۔

"ہولڈ کریں"۔ ... دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے فون پیس اٹھایا اور ریمنڈ کے پاس جا کر اس نے رسیور اس کے کان سے لگا دیا۔

"ہیلو۔ رابس بول رہا ہوں"۔ ... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"ریمنڈ بول رہا ہوں"۔ ... ریمنڈ نے کہا۔

"اوہ تم۔ کوئی خاص بات۔ کیسے فون کیا ہے"۔ ... دوسری طرف سے چونک کر اور قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"تمہیں یاد ہے غالباً دو سال پہلے تم نے ایک فوٹوگرافر کاشف

کونٹس کرنے کا ٹاسک مجھے دیا تھا اور یہ کام کر بھی دیا گیا تھا لیکن اب دو سال بعد مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس فوٹوگرافر کی ہلاکت کے بارے میں ملٹری انٹیلی جنس کام کر رہی ہے۔ ایسا کیوں ہوا ہے۔ کیا کوئی نئی بات ہو گئی ہے''...... ریمنڈ نے کہا۔

''کس نے اطلاع دی ہے تمہیں''...... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''اسے چھوڑو۔ اطلاعات تو بہرحال مل ہی جاتی ہیں۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ دو سال بعد کیوں ایسا ہو رہا ہے''...... ریمنڈ نے کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ کسی حکومتی بڑے عہدیدار نے ایسا کیا ہو۔ بہرحال تم فکر مت کرو۔ میں معلوم کرا لوں گا اور معاملات کو نمٹا بھی دوں گا''...... رابس نے کہا۔

''میں نے کیا فکر کرنی ہے۔ میں نے تو ہمیشہ ہاتھ پیر بچا کر کام کیا ہے۔ میں تو صرف اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد ایسی کارروائی پر الجھن کا شکار ہو رہا ہوں''...... ریمنڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ الجھن تو ہوتی ہے اس لئے گڈ بائی''...... دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے رسیور ریمنڈ کے کان سے ہٹا کر کریڈل پر رکھا اور فون سیٹ کو اس نے واپس لا کر اس تپائی پر رکھ دیا جس پر پہلے موجود تھا۔

''اب تو تمہیں یقین آ گیا ہے کہ میں نے سچ بولا ہے۔ اب

مجھے وعدے کے مطابق آزاد کر دو''...... ریمنڈ نے کہا۔

''میں نے یہی کہا تھا کہ ہر قید سے آزادی اور میں اپنے وعدے کا پابند ہوں''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے اس نے ریمنڈ کے جسم پر گولیوں کی بارش کر دی۔ ریمنڈ کے منہ سے چیخ نکلی جو پسٹل کی تڑتڑاہٹ کی تیز آواز میں گم ہو گئی۔ ریمنڈ ختم ہو چکا تھا۔ ٹائیگر نے مشین پسٹل جیب میں رکھا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور باہر آ گیا۔ باہر رابرٹ موجود تھا۔

''اس کی لاش رات کو کسی ویران علاقے میں ڈال دینا''۔ ٹائیگر نے رابرٹ سے کہا۔

''یس سر۔ رابرٹ نے مؤدبانہ لہجہ میں کہا تو ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اب وہ رابس کے پاس جا رہا تھا۔ رابس اس کا خاصا گہرا دوست تھا اس لئے ٹائیگر کو یقین تھا کہ وہ اسے ہلاک کئے بغیر اس سے اصل حقیقت بہرحال اگلوا لے گا۔

عمران کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا جوانا کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اس وقت روات بازار کے قریب ایک چوک پر موجود تھا۔ عمران نے روات بازار کے سیٹھ قاسم کے آدمی کریم داد کو یہاں ڈراپ کیا تھا جس نے اسے رمضو بابا کے ہوٹل میں بیٹھے اس خادم موالی کی نشاندہی کی تھی جس نے کینٹ میں پینٹس کے دکاندار روشن دین سے وہ مکان کرائے پر لیا تھا جس کا عقبی دروازہ بند گلی میں کھلتا تھا اور جہاں دارالحکومت کے مشہور کاروباری آدمی سیٹھ ارشاد کو اغوا کرانے کے بعد انتہائی بھاری رقم بطور تاوان اس بند گلی میں رکھنے کا کہا گیا تھا اور پھر یہ رقم غائب ہو گئی تھی۔

عمران باقاعدہ پولیس کے انداز میں انکوائری کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ خادم موالی جو عام سا غنڈہ اور مقامی بدمعاش ہے اس نے اغوا برائے تاوان کے مجرموں کو صرف وہ مکان دلانے

میں کردار ادا کیا ہے اس کا براہ راست اس واردات سے کوئی تعلق نہ تھا ورنہ وہ اس طرح کھلے عام نہ پھر رہا ہوتا کیونکہ یہ واردات ابھی چند روز پہلے ہوئی تھی اور پولیس ظاہر ہے اس سلسلے میں اپنے طور پر کام کر رہی ہوگی لیکن عمران کے نقطہ نظر سے خادم موالی کے ذریعے اصل مجرموں کا سراغ لگایا جا سکتا تھا اس لئے وہ خادم موالی کو رانا ہاؤس لے جانا چاہتا تھا اور اسی لئے اس نے فون کر کے جوانا کو کال کیا تھا اور اب وہ کار میں بیٹھا جوانا کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسے دور سے جوانا کی بحری جہاز جیسی لمبی چوڑی کار تیز رفتاری سے چوک کی طرف آتی دکھائی دی تو وہ کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا اور اس نے ہاتھ سر سے اوپر اٹھا کر لہرایا تو جوانا کی کار کا رخ بدل گیا اور چند لمحوں بعد وہ عمران کی کار کے قریب آ کر رک گئی اور اس کے ساتھ ہی جوانا تیزی سے نیچے اترا اور اس نے عمران کو سلام کیا۔

"جوانا۔ کار لے کر میرے پیچھے آؤ۔ ہم نے ایک آدمی کو اٹھا کر رانا ہاؤس لے جانا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"یس ماسٹر"..... جوانا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو عمران کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور اس نے کار آگے بڑھا دی۔ جوانا کی کار اس کے عقب میں آ رہی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران نے اس جگہ پہنچ کر کار روک دی جہاں اس نے پہلے کریم

داد کے ساتھ روکی تھی۔ جوانا کی کار عقب میں رک گئی اور
تھوڑی دیر بعد عمران نیچے اترا اور اس نے کار لاک کر دی تو ج
بھی نیچے اترا اور اس نے بھی کار لاک کر دی۔
"آؤ"۔ عمران نے کہا اور آگے بڑھ کر اس ملاتے
طرف بڑھنے لگا جہاں رمضو بابا کا ہوٹل تھا۔ جوانا اس کے عقب
میں آ رہا تھا۔ وہاں سے گزرنے والے لوگ بڑی حیرت ا
قدرے خوفزدہ انداز میں جوانا کو دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر
عمران، رمضو بابا کے ہوٹل پہنچ گیا لیکن وہاں خادم موالی موجود
تھا۔ عمران سیڑھیاں چڑھ کر ہوٹل میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے جو
تھا اور ہوٹل میں ان دونوں کو دیکھ کر یکلخت خاموشی چھا گئی کیونکہ
عمران کا لباس اور اس کی شخصیت ایسی تھی کہ اس جیسے ہوٹلوں میں
اس کا آنا لوگوں کے لئے واقعی عجوبہ تھا اور اس کے پیچھے دیو ز
جوانا تھا جو واقعی عجوبہ سے بڑھ کر کوئی چیز تھا۔ کاؤنٹر پر ایک پہلوان
نما آدمی موجود تھا جس کی نظریں ان دونوں پر مقناطیس کی طرح
چپکی ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ الجھن
کے تاثرات بھی نمایاں تھے۔
"تم مالک ہو اس ہوٹل کے"...... عمران نے کاؤنٹر پر پہنچ
اس پہلوان نما آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جی ہاں۔ رمضو بابا میرے والد ہیں۔ میرا نام رحیموں ہے۔
آپ کون ہیں صاحب اور کیسے اس چھوٹے سے ہوٹل میں

ہوا"...... اس پہلوان نما آدمی نے بڑے انکسارانہ لہجے میں کہا لیکن
عمران اس کا لہجہ سن کر ہی سمجھ گیا کہ رحیموں اس لہجے میں بات
کرنے کا عادی نہیں ہے۔ بلکہ اس نے بڑی مشکل سے دانستہ یہ
انکسارانہ لہجہ اختیار کیا ہے۔
"یہاں تھوڑی دیر پہلے ایک آدمی خادم موالی موجود تھا۔ وہ اب
کہاں ہو گا۔ اس سے چند معلومات چاہئیں جن کا اسے بھاری
معاوضہ بھی دیا جائے گا لیکن وہ نظر نہیں آ رہا"...... عمران نے کہا تو
رحیموں کے چہرے پر مزید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔
"کیا آپ کا تعلق پولیس سے ہے جناب"...... رحیموں نے
پوچھا۔
"نہ پولیس سے ہے اور نہ ہی کسی اور ایجنسی سے۔ ہماری
پرائیویٹ تنظیم ہے۔ تم میرے سوال کا جواب دو"...... عمران نے
کہا۔
"خادم تو چھوٹا سا آدمی ہے۔ آپ مجھے خدمت کا موقع دیں"۔
رحیموں نے کہا۔
"سنو۔ جو ماسٹر پوچھ رہے ہیں اس کا جواب دو ورنہ ایک لمحے
میں گردن توڑ دوں گا"...... عمران کے بولنے سے پہلے اس کی
سائیڈ میں کھڑے جوانا نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔
"وہ تو اٹھ کر چلا گیا ہے۔ نجانے کہاں گیا ہے"...... رحیموں
نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور عمران اس کے لہجے اور چہرے پر

ابھر آنے والے تاثرات سے ہی سمجھ گیا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

"سنو رحیموں۔ ہمیں تم سے یا تمہارے ہوٹل سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن اگر تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو تمہارا انجام بھی عبرتناک ہوگا اور تمہارے ہوٹل کو بھی میزائلوں سے اڑا دیا جائے گا۔ آخری بار کہہ رہا ہوں کہ خادم کے بارے میں سچ بول دو"۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"ماسٹر۔ آپ ایک طرف ہٹ جائیں۔ یہ ابھی طوطے کی طرح بولنا شروع کر دے گا"..... رحیموں کے جواب دینے سے پہلے جوانا نے کہا۔

"نہیں۔ ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ ہاں۔ اگر اب اس نے جھوٹ بولا تو پھر"..... عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی عمران نے رحیموں کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھرتے دیکھ لئے تھے۔

"مجھے واقعی معلوم نہیں ہے کہ وہ اٹھ کر کہاں گیا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں اسے تلاش کرا سکتا ہوں"..... رحیموں نے کہا۔

"کہاں تلاش کراؤ گے۔ کیا وہ گھر گیا ہو گا"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"نہیں جناب۔ گھر تو وہ شاید پچھلی رات کو جاتا ہو گا۔ ویسے ہی ادھر ادھر گھومتا پھر رہا ہو گا۔ ارے وہ۔ وہ آ گیا"..... رحیموں نے بات کرتے کرتے چونک کر کہا تو عمران اور جوانا دونوں مڑے اور

پھر عمران اسے پہچان گیا۔ یہ واقعی خادم موالی تھا۔ گنجے سر اور موٹی گردن کا مالک۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ رہا تھا۔ عمران تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"تمہارا نام خادم ہے اور تم نے کینٹ کے بابو محلہ کے کالی پلی کے قریب ایک مکان کسی کو کرائے پر لے کر دیا تھا"..... عمران نے اس سے مخاطب ہو کر کہا تو خادم موالی بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور الجھن کے تاثرات ایک لمحے کے لئے ابھرے لیکن دوسرے لمحے اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"تم کون ہو اور میں تو یہاں رہتا ہوں۔ میرا کسی بابو محلے اور کالی پلی سے کیا تعلق"..... خادم موالی نے جواب دیا۔ لیکن دوسرے لمحے چٹاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ہی وہ چیختا ہوا اچھل کر نیچے فرش پر جا گرا۔ عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما تھا اور چٹاخ کی زوردار آواز کے ساتھ ہی خادم موالی چیختا ہوا فرش پر جا گرا تھا۔ نیچے گرتے ہی اس نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی اور وہ جیسے ہی اٹھا جوانا نے اسے گردن سے پکڑ کر ہوا میں اٹھا لیا۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ ہوٹل میں موجود افراد کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"اسے لے چلو جوانا"..... عمران نے جیب سے مشین پسٹل نکالتے ہوئے کہا تو جوانا نے اپنے ہاتھ کو مخصوص جھٹکا دیا تو ہوا میں اٹھا ہوا خادم موالی کا جسم یکلخت ڈھیلا پڑ گیا اور جوانا نے اسے

اپنے کاندھے پر ڈال لیا۔

"ہمارا تعلق خفیہ پولیس سے ہے۔ کوئی مداخلت نہ کرے ورنہ اسے بھی ساتھ لے جایا جائے گا"...... عمران نے اونچے اور تحکمانہ لہجے میں کہا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"چلو ماسٹر"...... جوانا نے کہا اور پھر وہ دونوں سیڑھیاں اتر کر نیچے آئے اور پھر راستے میں لوگ انہیں حیرت سے دیکھتے رہے لیکن کسی نے بات نہ کی۔ ظاہر ہے یہ علاقہ غریب اور متوسط طبقے کا علاقہ تھا اور ایسے لوگ کسی معاملے میں مداخلت کرنے کے عادی نہیں ہوتے اس لئے وہ رک کر حیرت سے دیکھتے رہے لیکن بات کسی نے نہ کی۔

"یہ ہوٹل والے پولیس نہ بلا لیں ماسٹر"...... جوانا نے کہا۔

"پولیس سے نمٹ لیں گے۔ ویسے مجھے امید نہیں ہے کہ ہوٹل والے پولیس کو بلائیں ورنہ وہ خود اپنے آپ کو بھی محفوظ نہ سمجھیں گے"...... عمران نے کہا اور پھر واقعی کاروں تک پہنچنے تک کسی نے انہیں نہ ٹوکا اور نہ ہی پولیس وہاں پہنچی۔

"اسے کار میں ڈال کر رانا ہاؤس لے چلو۔ میں آ رہا ہوں" عمران نے کہا تو جوانا نے اپنی کار کا لاک کھولا اور پھر عقبی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس نے خادم موالی کو دونوں سیٹوں کے درمیان موجود کھلی جگہ پر ڈالا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار سٹارٹ کی اور تیزی سے آگے بڑھ گیا تو عمران نے بھی اپنی کار کا

لاک کھولا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر وہ بھی رانا ہاؤس کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار رانا ہاؤس میں داخل ہو رہی تھی۔ جوانا کی بحری جہاز نما کار سامنے اپنے مخصوص گیراج میں کھڑی نظر آ رہی تھی جبکہ جوانا برآمدے میں کھڑا نظر آ رہا تھا۔ عمران دانستہ اس کے کچھ دیر بعد روانہ ہوا تھا اور اس نے اپنی کار بھی ظاہر ہے جوانا کی نسبت آہستہ چلائی تھی اس لئے وہ خادم موالی کو بلیک روم میں راڈز میں جکڑ کر اب اطمینان سے کھڑا تھا۔ عمران نے کار پورچ میں روکی تو جوانا تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے کار کا دروازہ کھولا تو عمران نیچے اتر آیا۔

"راستے میں ہوش تو نہیں آیا اسے۔ خاصا جاندار آدمی دکھائی دے رہا تھا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں ماسٹر۔ میں نے اس کے گلے کی رگ جھٹکا دے کر چڑھا دی تھی۔ وہ اب زندہ تو رہے گا لیکن ہوش اسے اس وقت آئے گا جب اس کی رگ اتاری جائے گی"...... جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"خیال رکھنا۔ کسی دن میری رگ نہ چڑھا دینا ورنہ جوزف کو ایک نہیں دس بارہ رگیں چڑھانا پڑ جائیں گی"...... عمران نے بلیک روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو جوانا بے اختیار ہنس پڑا۔ عمران جب بلیک روم میں داخل ہوا تو جوزف اور جوانا بھی روم میں آ گئے۔ سامنے کرسی پر راڈز میں جکڑا خادم موالی

موجود تھا۔

''اس کی رگ اتارو تاکہ یہ ہوش میں آ سکے''۔۔ عمران نے جوانا سے کہا اور خود وہ سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''یس ماسٹر''۔۔۔ جوانا نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے ایک ہاتھ خادم موالی کے سر پر اور دوسرا ہاتھ اس کے گلے پر رکھا اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکے دیئے اور پھر دونوں ہاتھ ہٹا کر وہ واپس آ کر عمران کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہو گیا جہاں جوزف پہلے ہی موجود تھا۔

''یہ موٹے دماغ کا آدمی ہے جوزف۔ اس لئے الماری سے کوڑا نکال لو''۔۔۔ عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس باس''۔۔۔ جوزف نے جواب دیا اور پھر وہ کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی اور اس میں سے کوڑا اٹھایا اور پھر اسے بند کر کے بیلٹ سے اٹکا کر اس نے الماری بند کی اور واپس پلٹ آیا۔ اس دوران خادم موالی کے جسم میں ہوش میں آنے کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک تو ساکت اور بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن راڈز اس کے جسم میں تقریباً پھنسے ہوئے تھے اس لئے وہ پوری طرح حرکت بھی نہ کر سکا تھا۔

''یہ۔ یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ تم۔ تم کون ہو۔ مم۔ مم۔ میں کہاں

ہوں۔ یہ کیا ہے''۔۔۔۔ خادم موالی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہارا نام خادم موالی ہے''۔۔۔ عمران نے کہا۔

''ہاں۔ مگر کیا مطلب۔ تم کون ہو۔ کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے لیکن میں نے تو کوئی جرم نہیں کیا''۔۔۔ خادم موالی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''سنو خادم موالی۔ تم نے اپنی اور یہاں کی صورت حال دیکھ لی ہو گی۔ ہم تمہیں ہوٹل سے اٹھا کر یہاں لے آئے ہیں اور کسی نے راستے میں ہمیں نہیں روکا۔ کیوں۔ اس لئے کہ سب کو معلوم ہے کہ تم بدمعاش آدمی ہو۔ لوگ تم سے تنگ تھے اور تم ان دونوں دیو زادوں کو بھی دیکھ رہے ہو۔ تمہارے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ دی جائے گی۔ تم اگر اپنے آپ کو ٹوٹ پھوٹ سے بچانا چاہتے ہو اور زندہ رہنا چاہتے ہو تو میرے سوال کا درست جواب دو۔ تم نے بابو محلے کی کالی گلی کے ساتھ روشن دین دکاندار سے اس کا مکان کرائے پر لیا تھا۔ تم اس آدمی کے ساتھ تھے جس نے وہ مکان کرائے پر لیا تھا اور تمہیں وہاں موجود سیٹھ قاسم نے پہچان کر بات بھی کی تھی۔ ہمیں وہ آدمی چاہئے جسے تم نے مکان کرائے پر لے کر دیا تھا''۔۔۔ عمران نے کہا۔

''میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ تمہیں کسی نے غلط بتایا ہے''۔ خادم موالی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"جوزف۔ اس کی زبان کھلواؤ"...... عمران نے کہا۔

"یس باس"۔۔ جوزف نے کہا اور پھر بیلٹ کے ساتھ لٹکا ہوا کوڑا اس نے اتارا۔ اسے ہوا میں زور سے جھٹکا تو شڑاپ کی خوفناک آواز سے ہال گونج اٹھا۔

"رک جاؤ۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھ پر یقین کرو"..... خادم موالی نے رو دینے والے لہجے میں کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ ختم ہوتا شڑاپ کی تیز آواز کے ساتھ ہی خادم موالی کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی جوزف کا بازو دوبارہ گھوما اور پھر تو جیسے خادم موالی کے حلق میں چیخنے والی مشین لگ گئی ہو۔ جوزف کا بازو بھی کسی مشین کی طرح چل رہا تھا اور خادم موالی کا جسم زخموں سے بھرنے لگ گیا۔

"بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ بتاتا ہوں۔ پپ۔ پپ۔ پانی۔ پانی"..... خادم موالی نے یکلخت ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران نے ہاتھ اٹھا کر جوزف کو مزید کوڑے برسانے سے روک دیا۔

"اسے پانی پلاؤ۔ خاصی موٹی کھال کا ثابت ہو رہا ہے یہ"۔ عمران نے کہا تو جوزف نے کوڑا وہیں رکھا اور مڑ کر ایک بار پھر الماری کی طرف بڑھ گیا جبکہ خادم موالی کی گردن ڈھلک گئی۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ جوزف نے الماری سے پانی کی دو بڑی بوتلیں اٹھائیں اور واپس آ کر اس نے ایک بوتل کو نیچے فرش پر رکھا

اور دوسری بوتل کھول کر اس نے ایک ہاتھ سے اس کے جبڑے بھینچے اور دوسرے ہاتھ سے اس نے پانی کی بوتل کا دہانہ خادم موالی کے منہ سے لگا دیا۔ پانی آہستہ آہستہ خادم موالی کے حلق سے نیچے اترتا چلا گیا۔ جب کچھ پانی خادم موالی کے حلق سے نیچے اترا تو اسے ہوش آنا شروع ہو گیا اور پھر اس نے پیاسے اونٹ کی طرح پانی پینا شروع کر دیا۔ تقریباً آدھی بوتل پینے کے بعد اس نے منہ ہٹایا تو جوزف نے بوتل میں موجود پانی اس کے جسم پر انڈیل دیا اور پھر خالی بوتل ایک طرف پڑی ہوئی باسکٹ میں پھینک کر اس نے فرش پر رکھی ہوئی دوسری بوتل اٹھائی اور اسے کھول کر اس نے پوری بوتل خادم موالی کے زخموں پر انڈیل دی اور جکڑے ہوئے خادم موالی کا بے پناہ تکلیف کی وجہ سے بری طرح بگڑا ہوا چہرہ تیزی سے نارمل ہونا شروع ہو گیا۔

"اس بار پانی مل گیا ہے۔ آئندہ نہیں ملے گا اس لئے جو سچ ہے وہ بتا دو"..... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"مجھے کالو دادا نے ایک آدمی کے ساتھ بھیجا تھا کہ اس کو مکان دلوا دو۔ اگر مالک مکان انکار کرے تو اس کی گردن ناپو لیکن مالک مکان نے بغیر کسی انکار کے خوش ہو کر مکان دے دیا اور میں واپس آ گیا۔ مجھے ایک ہزار روپے مل گئے تھے۔ بس مجھے اتنا معلوم ہے"..... خادم موالی نے کہا تو عمران اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

"تم اس آدمی کو نہیں جانتے تھے"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ ویسے میں نے اس سے پوچھا تھا۔ اس نے صرف اپنا نام شیرو بتایا تھا اور بس"۔۔۔ خادم موالی نے جواب دیا۔

"یہ کالو دادا کہاں ہوتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"سلطان نگر کا دادا ہے۔ وہاں کا مشہور بدمعاش ہے۔ اس کا وہاں ہوٹل ہے جسے کالو دادا کا ہوٹل کہا جاتا ہے۔ سکہ بند بدمعاش ہے۔ اس کے رابطے بہت اوپر تک ہیں"..... خادم موالی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا حلیہ بتاؤ"..... عمران نے پوچھا تو خادم موالی نے اس کا حلیہ اور قد وقامت کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

"اس کے ہوٹل میں فون ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اوپر کمرے میں ہے لیکن مجھے اس کا نمبر معلوم نہیں ہے"۔ خادم موالی نے جواب دیا تو عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اسے ابھی ایسے ہی رہنے دو اور جوزف۔ تم میرے ساتھ آؤ"..... عمران نے کہا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ریڈ پینتھر کلب دارالحکومت کے سب سے معروف اور پوش علاقے سپر ماڈل ٹاؤن میں واقع تھا۔ چار منزلہ خوبصورت اور وسیع عمارت تھی۔ یہ کلب دارالحکومت کے امیر نوجوانوں میں بے حد مقبول تھا۔ یہاں کے آرکسٹرا اور پھر یہاں ہونے والے ڈانسز کے نوجوان دیوانے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شام ہوتے ہی کلب میں نوجوان مردوں اور عورتوں کی آمد شروع ہو جاتی اور پھر رات گئے تک اس کی رونقیں عروج پر رہتی تھیں۔ رابس گریٹ لینڈ نژاد تھا اور اس نے اب سے چھ سال پہلے یہ کلب تعمیر کرایا تھا جب وہ گریٹ لینڈ سے یہاں مستقل طور پر شفٹ ہوا تھا۔

ٹائیگر اکثر وہاں آتا جاتا رہتا تھا کیونکہ رابس سے اسے بعض اوقات ایسی معلومات مل جاتی تھیں جو وہ چاہتا تھا لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ رابس کا تعلق جرائم کی دنیا سے نہیں ہے بلکہ وہ صرف

کلب کی آمدنی پر ہی اکتفاء کرتا تھا اس لئے بھی ٹائیگر اسے پسند کرتا تھا لیکن آج جب ریمنڈ نے فوٹوگرافر کاشف کے قتل کا ٹاسک دینے والے کا نام بتاتے ہوئے رابس کا نام لیا تو ٹائیگر بے حد حیران ہوا اور پھر جب فون پر ہونے والی بات چیت سے اس کنفرم ہو گیا کہ ریمنڈ نے جو بتایا ہے وہ درست ہے تو اسے رابس سے زیادہ اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو بے حد ہوشیار سمجھتا ہے لیکن اتنے میل جول کے باوجود وہ رابس کی اصلیت کو نہ سمجھ سکا تھا اور یہی سوچتا ہوا وہ سپر ماڈل ٹاؤن کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ ابھی چونکہ شام نہ ہوئی تھی اس لئے اسے معلوم تھا کہ اس وقت کلب میں رش نہیں ہو گا۔ کلب کے کمپاؤنڈ گیٹ سے اس نے کار پارکنگ میں لے جا کر روک دی۔

"تمہارا چیف ابھی کلب میں موجود ہے یا نہیں"..... ٹائیگر نے پارکنگ بوائے سے کارڈ لیتے ہوئے پوچھا۔

"یس سر۔ چیف باس ابھی آدھا گھنٹہ پہلے آئے ہیں"۔ پارکنگ بوائے نے جواب دیا تو ٹائیگر اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مین گیٹ سے داخل ہو کر وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ ہال تقریباً خالی تھا۔ کاؤنٹر پر چار لڑکیاں موجود تھیں جن میں سے ایک سٹول پر بیٹھی ہوئی تھی اور سامنے کاؤنٹر پر فون رکھا ہوا تھا جبکہ دوسری کسی رجسٹر پر جھکی ہوئی کچھ لکھنے میں مصروف تھی اور باقی دو لڑکیاں سٹولوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

"رابس کو فون کر کے بتا دو کہ ٹائیگر آفس آ رہا ہے"..... ٹائیگر نے فون والی لڑکی سے کہا اور اس راہداری کی طرف دیکھا جہاں سے راہداری اندر جاتی تھی اور اس راہداری میں ہی رابس کا آفس تھا۔

"یس سر"..... لڑکی نے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے پہنچنے تک رابس تک کال پہنچ جائے گی اور جب وہ دفتر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو رابس نے مسکراتے ہوئے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔

"آؤ۔ آؤ ٹائیگر۔ آج بڑے دنوں بعد آنا ہوا ہے"..... رابس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پہلے تو میں صرف تم سے ملنے آتا تھا مگر آج ایک خصوصی کام کے لئے آیا ہوں رابس"..... ٹائیگر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ مجھے تو ہمیشہ یہی حسرت رہی ہے کہ تم مجھے بھی کبھی کوئی کام بتاؤ۔ چلو آج میری بھی یہ حسرت پوری ہو گئی۔ بیٹھو"۔ رابس نے کہا تو ٹائیگر مسکراتا ہوا سائیڈ صوفے پر بیٹھ گیا اور رابس نے انٹرکام پر ایپل جوس لانے کا کہا اور رسیور رکھ کر وہ سامنے موجود صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہاں۔ اب بتاؤ کیا کام ہے"..... رابس نے کہا۔

"بتاتا ہوں۔ پہلے جوس تو پی لوں"..... ٹائیگر نے کہا تو رابس بے اختیار ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ایک

نوجوان ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میں ایپل جوس کا ایک بڑا گلاس رکھا ہوا تھا۔ ٹائیگر کو اس پر کوئی حیرت نہ ہوئی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ رابس شراب پینے کا عادی ہے۔ وہ ایپل جوس نہیں پیتا اس لئے پہلے بھی ٹائیگر ہی اکیلا جوس پیتا رہتا تھا۔

"شکریہ"..... ٹائیگر نے ایپل جوس کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا اور جوس لے آنے والا نوجوان خالی ٹرے اٹھائے کمرے سے باہر چلا گیا۔

"مجھے بعض اوقات یہ سوچ کر واقعی بے حد حیرت ہوتی ہے کہ تم شراب نہیں پیتے۔ میں اگر ذاتی طور پر تمہیں نہ جانتا تو شاید میں اس بات پر یقین کرنے سے بھی انکار کر دیتا"..... رابس نے کہا تو ٹائیگر نے جوس کا آخری گھونٹ لے کر گلاس سامنے موجود میز پر رکھ دیا۔

"جوس کا بے حد شکریہ رابس"..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اب بتاؤ کیا کام ہے"..... رابس نے کہا۔

"دیکھو رابس۔ تمہارے اور میرے تعلقات کافی گہرے ہیں اور مجھے تم پر اعتماد ہے کہ تم کم از کم میرے سامنے غلط بیانی نہیں کرو گے اس لئے کہ میں نے تم سے ایک اہم اور ضروری بات کرنی ہے"..... ٹائیگر نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تم بتاؤ تو سہی۔ سسپنس پیدا کئے جا رہے ہو"..... رابس نے قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابھی تم سے گارڈن کلب کے ریمنڈ نے فون پر بات کی ہے۔ وہ میں نے بھی سنی ہے کیونکہ ریمنڈ نے میرے کہنے پر ہی بات کی تھی اس لئے انکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے ریمنڈ کو دو سال قبل ایک فری لانسر فوٹو گرافر کاشف کی ہلاکت کا ٹاسک دیا تھا۔ مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ تمہیں یہ کام کس نے دیا تھا"..... ٹائیگر نے کہا تو رابس ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا رہا۔

"بس اتنی سی بات جس کے لئے تم نے اس قدر سسپنس پھیلایا ہے"..... رابس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"سنو رابس۔ مجھے ریمنڈ نے جب بتایا کہ یہ ٹاسک تم نے اسے دیا تھا تو مجھے اس بات پر یقین نہ آیا کیونکہ میں تمہیں کافی عرصے سے جانتا ہوں اور میری ریڈنگ تھی کہ تم صرف کلب پر دھیان دیتے ہو۔ اس کے علاوہ تمہارا کسی جرم سے یا کسی جرائم پیشہ گروپ سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جب فون پر تم نے ریمنڈ کی بات کو کنفرم کر دیا تو مجھے بے حد شاک ہوا کیونکہ میری ریڈنگ غلط ثابت ہو رہی تھی اور تم مجھے جانتے ہو کہ جو کچھ میں معلوم کرنا چاہوں وہ بہرحال معلوم کر لیتا ہوں اس لئے بہتر ہے کہ تم مجھے اس پارٹی کے بارے میں بتا دو"..... ٹائیگر نے کہا۔

"تمہاری ریڈنگ درست ہے۔ میں نے کبھی کسی جرم میں حصہ نہیں لیا۔ ایکریمیا سے میرا ایک دوست یہاں ایک کام کے لئے

آیا تھا۔ کاشف فوٹوگرافر نے اس کی چند ایسی تصاویر بنا لیں جس سے میرے دوست کی جان بھی جا سکتی تھی اور کروڑوں روپے بھی۔ کاشف فوٹوگرافر نے اسے بلیک میل کرنا شروع کر دیا تو وہ بے حد پریشان ہو گیا۔ اس نے مجھ سے بات کی تو میں نے اسے بتایا کہ اس بلیک میلر سے اس کی جان اس صورت میں ہی بچ سکتی ہے کہ بلیک میلر کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا جائے لیکن میرا دوست یہاں اجنبی تھا۔ چنانچہ میں نے ریمنڈ سے بات کی اور ریمنڈ نے بھاری رقم لے کر میرے دوست کا کام کر دیا۔ بس اتنی سی بات ہے اور اس بات کو بھی تقریباً دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے“...... رابس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارے دوست کا کیا نام تھا اور وہ یہاں کس کام سے آیا تھا“ ...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”اس کا نام رابرٹ تھا اور وہ یہاں دفاعی آلات کی خریداری کے سلسلے میں آیا تھا۔ اس نے بھاری رشوت دے کر وہ ٹینڈر حاصل کیا جس کی تصویر اس فوٹوگرافر کاشف نے بنا لی“...... رابس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب کہاں ہے تمہارا وہ دوست“...... ٹائیگر نے پوچھا۔

”وہ واپس ایکریمیا چلا گیا تھا اور تقریباً ایک سال قبل وہ فوت ہو گیا ہے“...... رابس نے جواب دیا تو ٹائیگر سمجھ گیا کہ رابس بڑے خوبصورت انداز میں اسے ڈاج دے رہا ہے۔

”کیا تم اپنی بات کنفرم کرا سکتے ہو“...... ٹائیگر نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں“۔ رابس نے یکلخت غصے سے بھڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں نے تمہیں جھوٹا تو نہیں کہا۔ صرف اتنا کہا ہے کہ اپنی بات کو کنفرم کرا دو تاکہ میں نے جنہیں رپورٹ کرنی ہے انہیں کنفرم بھی کرا سکوں“...... ٹائیگر نے کہا۔

”کسے رپورٹ کرنی ہے“...... رابس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”ملٹری انٹیلی جنس کو“...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تمہارا ملٹری انٹیلی جنس سے کیا تعلق ہے“...... رابس کے لہجے میں پریشانی کے ساتھ ساتھ حیرت کا عنصر بھی نمایاں تھا۔

”وہ انڈر ورلڈ کا کام مجھ سے لیتے ہیں اور مجھے بھاری معاوضہ ادا کرتے ہیں۔ دوسری صورت میں انہیں یہ رپورٹ بھی کی جا سکتی ہے کہ رابس کے کہنے پر ریمنڈ نے یہ کام کر دیا ہے اور رابس کنفرمیشن میں انکاری ہے۔ پھر ملٹری انٹیلی جنس جانے اور تم لیکن میں نہیں چاہتا کہ میرا دوست کسی مشکل میں پھنس جائے اس لئے تم کنفرمیشن کرا دو“...... ٹائیگر نے کہا۔

”سوری۔ نہ میں نے یہ کام کیا ہے اور نہ ہی میرا اس سے کوئی تعلق ہے اور تم چاہے کسی کو رپورٹ دو میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔ تم جا سکتے ہو“...... رابس نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ ایپل جوس پلانے کا شکریہ"۔ ... ٹائیگر نے اٹھ کر مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر آفس کا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کلب کے مین گیٹ سے نکل کر سائیڈ میں موجود ایک برآمدے کے کونے میں رک گیا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا اور اس کا بٹن پریس کر دیا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ رابس بول رہا ہوں"...... آلے میں سے رابس کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"یس۔ سردار بول رہا ہوں۔ کیا بات ہے۔ کیوں فون کیا ہے"..... رابس سے بھی کافی ہلکی آواز سنائی دی لیکن الفاظ بہرحال واضح تھے۔

"سردار صاحب۔ دو سال پہلے آپ کے حکم پر جس فوٹوگرافر کو ہلاک کیا گیا تھا اس کے کیس کے پیچھے ملٹری انٹیلی جنس نے کام شروع کر دیا ہے"...... رابس کی آواز سنائی دی۔

"کیسے معلوم ہوا کہ ملٹری انٹیلی جنس کام کر رہی ہے"۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا لیکن آواز ہلکی آ رہی تھی۔ پھر رابس نے پہلے ریمنڈ کا فون آنے اور پھر ٹائیگر کے آنے اور اس سے ہونے والی بات چیت کو اس انداز میں بیان کیا جیسے اس نے ٹائیگر کو ٹال بھی دیا ہو اور اس سے یہ بھی معلوم کر لیا ہو کہ اس کارروائی کے پیچھے کون سی پارٹی ہے۔

"یہ ٹائیگر کون ہے۔ اس کے بارے میں کیا تفصیل ہے"۔

سردار نے پوچھا۔

"جناب۔ وہ انڈر ورلڈ کا آدمی ہے۔ سارے انڈر ورلڈ میں اس کے تعلقات ہیں۔ خاصا خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے"۔ رابس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم فکر مت کرو۔ میں سب سنبھال لوں گا"۔ دوسری آواز سنائی دی۔ بولنے والے کے لہجے میں تکبر اور نخوت تھی۔ جیسے یہ اس کے لئے کوئی مسئلہ ہی نہ ہو۔ پھر رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی تو ٹائیگر نے کان سے لگایا ہوا آلہ آف کر کے اسے جیب میں ڈالا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا وہ دوبارہ ہال میں داخل ہو گیا اور پھر کاؤنٹر کے قریب رکے بغیر وہ راہداری کی طرف مڑ گیا۔ کاؤنٹر پر موجود فون والی لڑکی فون کرنے میں مصروف تھی اور باقی لڑکیاں بھی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں کیونکہ اب کلب میں لوگ آنا شروع ہو گئے تھے۔ چند لمحوں بعد وہ رابس کے آفس کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے دروازے کو دبایا تو دروازہ کھل گیا اور ٹائیگر اندر داخل ہوا تو سامنے میز کے پیچھے بیٹھا رابس اسے اندر آتے دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا۔

"تم پھر۔ کیا مطلب"..... رابس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے یہاں ایک طاقتور ڈکٹا فون لگایا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ میرے جاتے ہی تم اپنی اس پارٹی کو فون کرو گے جس نے

تمہیں یہ کام دیا تھا اور میرے رسیور میں تمہاری سردار سے ہونے والی بات چیت ٹیپ ہو چکی ہے۔ بہرحال میں اس لئے آیا ہوں کہ اب تم سردار کے بارے میں تفصیل بتا دو اور بس''..... ٹائیگر نے جھک کر اس صوفے کے نچلے حصے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور پھر جب وہ سیدھا ہوا تو ایک چھوٹا سا بٹن اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے یہ بٹن جیب میں ڈال لیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم سے باقاعدہ نمٹنا پڑے گا''..... رابس نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ کھلی دراز میں سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور موجود تھا لیکن اس سے پہلے کہ رابس اسے سیدھا کر کے ٹائیگر پر فائر کرتا ٹائیگر کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے جیب سے باہر آیا اور اس کے ساتھ ہی تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی رابس کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ گولیاں رابس کے ہاتھ پر پڑی تھیں اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا تھا اور وہ لاشعوری طور پر اپنے ہاتھ کو بار بار جھٹک رہا تھا۔ اس کی انگلیوں سے خون نکل رہا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ ذہنی طور پر سنبھلتا ٹائیگر نے تیزی سے آگے بڑھ کر مشین پسٹل کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی۔

''بولو۔ میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد ایکسچینج سے فون کر کے سردار کا فون نمبر معلوم کر کے اسے ڈھونڈ نکالوں گا لیکن ہزاروں ٹکڑوں میں بکھری ہوئی تمہاری کھوپڑی دوبارہ جڑ نہ سکے

گی۔ ایک، دو، تین''..... ٹائیگر نے رک رک کر گنتی گننا شروع کر دی۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ مجھے مت مارو۔ سردار ارباب بہت بڑا بلڈر ہے۔ ڈان پلازہ کا مالک۔ ڈان پلازہ میں ہی اس کا آفس ہے۔ ڈان کنسٹرکشن کمپنی''..... رابس نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔ وہ چونکہ فیلڈ کا آدمی نہیں تھا اس لئے وہ موت کو سامنے دیکھ کر دل چھوڑ بیٹھتا تھا اور ٹائیگر اس بار اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

ٹائیگر ایک قدم پیچھے ہٹا اور پھر اس کا دوسرا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور رابس کی کنپٹی پر مڑی ہوئی انگلی کی ضرب کچھ اس قدر بھرپور انداز میں پڑی کہ رابس چیختا ہوا سامنے موجود میز پر ایک لمحے کے لئے اوندھا ہوا اور پھر مڑ کر نیچے فرش پر جا گرا اور ساکت ہو گیا۔ ٹائیگر نے فون کی لٹکتی ہوئی تار کو ایک جھٹکے سے کھینچ کر اسے برکٹ سے باہر نکالا اور پھر مشین پسٹل کو جیب میں ڈال کر وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ آفس ساؤنڈ پروف ہے اس لئے اندر ہونے والی فائرنگ کی آوازیں باہر نہ سنی گئی ہوں گی۔ فون کی تار اس نے اس لئے توڑی تھی کہ رابس ہوش میں آ کر سردار کو فون نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل کے مین گیٹ سے نکل کر تیزی سے پارکنگ کی طرف بڑھ گیا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار کمپاؤنڈ سے نکل کر دائیں طرف

کو مڑ گئی۔

اب ٹائیگر کی کار کا رخ اس سڑک کی طرف تھا جہاں ڈاؤ
پلازہ تھا۔ وہ اب اس سلسلے کو فائنل ٹچ دینا چاہتا تھا اور اسے یقین
تھا کہ سردار ارباب سے اسے بنیادی معلومات کا علم ہو جائے گا اور
پھر وہ اطمینان سے عمران کو تفصیلی رپورٹ دے سکے گا۔ وہ کار
دوڑاتا ہوا تقریباً نصف گھنٹے بعد اس سڑک پر پہنچ گیا جہاں ڈاؤ
پلازہ موجود تھا۔ وہ اٹھارہ منزلہ شاندار عمارت تھی۔ ٹائیگر نے کار
عمارت کے اندر بنی ہوئی پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر اس
نے کار لاک کی اور پلازہ کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا
کہ اس نے سامنے کچھ فاصلے پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کے
آدمی کو آتے ہوئے دیکھا۔ وہ اسے دیکھ کر چونک گیا کیونکہ وہ
اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ وہ پیشہ ور قاتل راسکی تھا۔ راسکی، ٹائیگر
کو دیکھ کر مسکرایا اور اس نے اس طرح ہاتھ لہرایا جیسے اسے سلام کر
رہا ہو۔

''راسکی تم یہاں کیا کر رہے ہو''...... ٹائیگر نے رکتے ہوئے
کہا۔ راسکی بھی رک گیا تھا۔

''ایک ٹاسک ملا ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ ٹاسک خاصا مشکل
رہے گا لیکن جتنا میں نے اسے مشکل سمجھا تھا وہ اتنا ہی آسان
ثابت ہوا''...... راسکی نے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''کون سا ٹاسک''...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

دوسرے لمحے سامنے کھڑے راسکی کا بازو یکلخت بجلی کی سی تیزی
سے گھوما اور ٹائیگر کو ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی
گردن اس کے دھڑ سے یکلخت علیحدہ ہو گئی ہو اور اس کے ساتھ
ہی نہ صرف اس کا سانس رک گیا بلکہ ذہن پر بھی تاریک پردہ سا
پھیلتا چلا گیا۔ ایسی تاریکی جس کے بعد شاید روشنی کبھی نمودار نہیں
ہو سکتی تھی۔

صالحہ اور نازیہ ہوٹل گرانڈ کے ڈائننگ ہال میں بیٹھی کھانا کھانے کے بعد چائے پی رہی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے موضوع پر ان کی گفتگو بھی ہو رہی تھی کہ اچانک نازیہ چونک پڑی۔

''اوہ۔ مشہدی آ رہا ہے''...... نازیہ نے چونک کر کہا تو صالحہ نے مڑ کر دیکھا تو ایک نوجوان جس نے عام سا لباس پہنا ہوا تھا تیز تیز قدم اٹھاتا ڈائننگ ہال کی طرف آ رہا تھا۔ نازیہ کا چونکہ رخ ڈائننگ ہال کے مین دروازے کی طرف تھا اس لئے اس نے آنے والے کو دور سے ہی دیکھ لیا تھا جبکہ صالحہ کی چونکہ دروازے کی طرف پشت تھی اس لئے اسے مڑ کر دیکھنا پڑا تھا۔

''کھانا کھانے آ رہا ہوگا''..... صالحہ نے کہا۔

''ہاں۔ اس سے بات کر لیں''...... نازیہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ اٹھا کر مشہدی کی طرف اشارہ کیا تو وہ

چونک پڑا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کی میز کے قریب پہنچ گیا۔

''آؤ مشہدی۔ بیٹھو۔ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ یہ صالحہ ہے میری فرینڈ اور صالحہ یہ کرائم رپورٹر مشہدی ہے''...... نازیہ نے دونوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا تو مشہدی اور صالحہ نے ایک دوسرے کو ہیلو کہا۔

''آپ تو چائے پی رہی ہیں۔ شاید کھانا کھا چکی ہیں''۔ مشہدی نے کہا تو صالحہ اس کی ذہانت اور باریک بینی سے خاصی متاثر ہوئی۔

''تو کیا ہوا۔ بیٹھو''...... نازیہ نے کہا تو مشہدی شکریہ ادا کر کے نازیہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ نازیہ نے مینو اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا اور ساتھ ہی ویٹر کو اشارے سے بلایا۔

''یس میڈم''...... ویٹر نے قریب آ کر جھک کر کہا۔

''کھانا لے آؤ مشہدی صاحب کے لئے''...... نازیہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی مشہدی نے کھانے کا آرڈر دیا اور ویٹر آرڈر نوٹ کر کے واپس چلا گیا۔

''مسٹر مشہدی۔ جاں بحق ہونے والے ڈی ایس پی رانا فاروق ہمارے خاندانی عزیز تھے۔ مجھے ان کی وفات کا بے حد صدمہ ہے۔ نازیہ نے میرے ہی کہنے پر فلیٹ سے آپ کو فون کیا تھا''۔ صالحہ نے کہا۔

''اوہ۔ مجھے ان کی موت پر افسوس ہے مس صالحہ۔ آپ سے میں ذاتی طور پر بھی تعزیت کرتا ہوں''۔۔۔ مشہدی نے کہا۔

''آپ کھانا کھا لیں پھر بات ہو گی''۔۔۔ صالحہ نے کہا تو مشہدی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کھانے کے بعد مشہدی کے لئے چائے منگوائی گئی۔

''ہاں۔ اب بتائیں کوئی ثبوت ملا ہے یا نہیں''۔۔۔ نازیہ نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

''کار کے ملبے کے نیچے سے ایک گولی ملی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ یہ وہی گولی ہے جو ڈی ایس پی کی گردن میں ماری گئی تھی۔ اسے پولیس نے لیبارٹری بھجوا دیا ہے۔ لیبارٹری رپورٹ کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ اسے اوپن کیا جائے یا نہیں''۔۔۔ مشہدی نے کہا۔

''حیرت ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی تیز رفتار کار پر صرف ایک گولی فائر کی جائے اور وہ گولی درست نشانے پر لگے۔ ایسا تو شاید ممکن نہیں ہے''۔۔۔ صالحہ نے کہا۔

''ہاں۔ ہے تو حیرت کی بات۔ لیکن مس صالحہ۔ میں گزشتہ بیس سالوں سے کرائم رپورٹری کر رہا ہوں۔ پیشہ ور قاتل ہی ایسا درست نشانہ لگا سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کسی جرائم پیشہ تنظیم نے کسی ماہر نشانہ باز پیشہ ور قاتل کے ذریعے یہ واردات کرائی ہے تاکہ اس واردات کو ایکسیڈنٹ سمجھا جائے۔ البتہ یہ گولی کار کی دوسری طرف

سے نہیں نکلی بلکہ کار کی باڈی سے ٹکرا کر وہیں گر گئی تھی''۔۔۔ مشہدی نے کہا۔ وہ اب ویٹر کی لائی ہوئی چائے پی رہا تھا۔

''لیکن وہ گولی کیا پسٹل کی ہے یا ریوالور کی''۔۔۔ صالحہ نے پوچھا۔

''نہیں مس صالحہ۔ وہ دور مار رائفل کی مخصوص گولی تھی''۔ مشہدی نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ کہیں دور سے فائر کیا گیا تھا''۔۔۔ صالحہ نے کہا۔

''یس مس صالحہ۔ آپ کا تجزیہ درست ہو سکتا ہے''۔۔۔ مشہدی نے کہا۔

''کیا آپ مجھے وہ سپاٹ دکھا سکتے ہیں جہاں ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ اگر آپ کے پاس وقت ہو تو''۔۔۔ صالحہ نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں نہیں۔ لیکن آپ وہاں کیا دیکھیں گی''۔۔۔ مشہدی نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''صالحہ کا تعلق کسی سرکاری ایجنسی سے ہے اس لئے تم اسے بھی پولیس آفیسر ہی سمجھو''۔۔۔ نازیہ نے کہا تو مشہدی مسکرا دیا۔

''اچھا۔ وری گڈ۔ آیئے''۔۔۔ مشہدی نے کہا تو صالحہ نے ویٹر کو بلا کر اسے بل ادا کیا اور پھر وہ سب ہوٹل سے باہر آ گئے۔ مشہدی کی اپنی کار تھی جبکہ صالحہ، نازیہ کی کار میں آئی تھی۔ اس کی اپنی کار وہیں رہائشی پلازہ کی پارکنگ میں کھڑی تھی۔ تھوڑی دیر بعد

دونوں کاریں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھیں۔ مشہدی کی کار آگے تھی جبکہ نازیہ اور صالحہ کی کار اس کے عقب میں بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"تم وہاں جا کر کیا کرو گی"...... نازیہ نے صالحہ سے پوچھا جو سائیڈ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"میں چیک کرنا چاہتی ہوں کہ اگر واقعی گولی چلائی گئی ہے تو کہاں سے چلائی گئی ہے۔ یہ معلوم ہو جائے گا کہ گولی کہاں سے چلائی گئی ہے"...... صالحہ نے کہا تو نازیہ چونک پڑی۔

"کیسے معلوم کرو گی"...... نازیہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"گولی کا رخ دیکھوں گی۔ پھر کار کی رفتار کا اندازہ لگاؤں گی۔ اس کی سمت معلوم کروں گی اور پھر معلوم ہو جائے گا کہ گولی کہاں سے چلائی گئی ہے"...... صالحہ نے جواب دیا۔

"کیسے۔ ذرا تفصیل سے سمجھاؤ۔ میری سمجھ میں تو تمہاری بات نہیں آئی"...... نازیہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دیکھو۔ جہاں سے گولی چلائی گئی ہو گی وہاں سے کار کا فاصلہ، کار کی رفتار اور گولی کی رفتار، اس کے ساتھ ساتھ گولی کا رخ اور سمت۔ یہ سب چیزیں چیک کی جائیں تو آسانی سے اس جگہ کا تعین کیا جا سکتا ہے جہاں سے گولی چلائی گئی ہو گی"...... صالحہ نے تفصیل سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے۔ تم تو اس سبجیکٹ پر مہارت رکھتی ہو۔ ویری

سٹرینج"...... نازیہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"ہمیں اس کی باقاعدہ ٹریننگ بھی دی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ سکھایا جاتا ہے کہ ہمارا ذہن ہر معاملے کے ہر رخ کا خود بخود تجزیہ بھی کرے"...... صالحہ نے کہا۔

"کیا تمہارا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے"...... نازیہ نے کہا۔

"ارے نہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس والے اس طرح سڑکوں پر مارے مارے نہیں پھرتے"...... صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کون سی ایجنسی ہے"...... نازیہ نے پوچھا۔

"اے بی سی سمجھو۔ ہم نے حلف دیا ہوا ہے کہ ہم اس بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے"...... صالحہ نے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے اس ایجنسی میں شامل کرا سکتی ہو"...... نازیہ نے کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"جو کام تم کر رہی ہو وہ زیادہ اچھا ہے۔ یہاں تو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں اور اس ایجنسی میں شرکت آسانی سے ہو ہی نہیں سکتی"...... صالحہ نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔ اسی لمحے آگے جانے والی مشہدی کی کار نے رکنے کا کاشن دینا شروع کر دیا تو نازیہ نے کار کی رفتار کم کر دی اور پھر ایک سائیڈ پر کار روک کر وہ دونوں نیچے اتر آئیں۔

"وہ دیکھیں سامنے دیوار۔ اس سے ٹکرائی تھی کار"...... مشہدی

نے اشارہ کرتے ہوئے کہا تو نازیہ اور صالحہ نے دیکھا کہ وہاں سے ملبہ تو اٹھا لیا گیا تھا لیکن وہاں اس خوفناک حادثے کے نشانات بہرحال موجود تھے۔

''رانا فاروق کی کار کہاں سے مڑی ہو گی اور اس دیوار سے آ ٹکرائی ہو گی''.... صالحہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''عینی شاہد کے مطابق وہ سامنے کھمبے کے قریب سے یکلخت مڑی اور یہاں آ کر پوری قوت سے ٹکرا گئی''.... مشہدی نے ایک بار پھر اشارہ کرتے ہوئے کہا تو صالحہ اس کھمبے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ نازیہ اور مشہدی بھی اس کے ساتھ تھے۔ سڑک کی دوسری سائیڈ پر عمارتیں تھیں جن کی کھڑکیاں سڑک کی طرف نظر آ رہی تھیں۔

''آپ نے پوسٹ مارٹم رپورٹ پڑھی تھی''.... صالحہ نے مشہدی سے پوچھا۔

''یس مس''.... مشہدی نے جواب دیا۔

''اس میں زخم کے رخ اور گولی کی سمت کا تعین کیا گیا ہو گا۔ وہ کیا تھا''.... صالحہ نے پوچھا تو مشہدی نے چند لمحے سوچنے کے بعد بتا دیا۔ البتہ اس کے چہرے پر قدرے حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ صالحہ چند لمحے ادھر ادھر دیکھتی رہی اور پھر اس کی نظریں سڑک کے پار کافی فاصلے پر ایک سرخ رنگ کی عمارت پر جم گئیں۔ اس عمارت میں کھڑکیوں کی ایک قطار نظر آ رہی تھی۔ ان

میں سے چند کھلی ہوئی تھیں اور باقی بند تھیں۔

''یہ سرخ رنگ کی بلڈنگ کیا ہے''.... صالحہ نے مشہدی سے پوچھا۔

''ہوٹل ریڈ سٹار ہے۔ سیاحوں کا پسندیدہ ہوٹل ہے کیونکہ یہاں ہر قسم کا نشہ بھی آسانی سے مل جاتا ہے اور ہوٹل بھی نسبتاً دوسرے ہوٹلوں سے سستا ہے''.... مشہدی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ شکریہ''.... صالحہ نے کہا اور پھر نازیہ کی طرف مڑی۔

''آؤ چلیں''.... صالحہ نے کہا۔

''مجھے اجازت ہے''.... مشہدی نے کہا تو صالحہ اور نازیہ دونوں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ کار میں بیٹھ کر واپس چلا گیا۔

''میرا خیال ہے کہ تم صرف مشہدی کو واپس بھیجنا چاہتی تھی۔ خود تم نے کہاں جانا ہے''.... نازیہ نے کہا۔

''میں سوچ رہی تھی کہ رانا فاروق کے قاتل کو ٹریس کروں لیکن تم کہاں ساتھ گھسٹتی پھرو گی اس لئے چلو۔ پھر میں اکیلی آ جاؤں گی''.... صالحہ نے اونچی آواز میں بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

''نہیں۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی''.... نازیہ نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے''.... صالحہ نے کہا۔

"ارے اتنی بھی مٹی کی بنی ہوئی نہیں ہوں۔ مجھے بھی کرپشن رپورٹوں کے لئے بعض اوقات خطرناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے بھی کچھ نہ کچھ ٹریننگ لے رکھی ہے"..... نازیہ نے کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"اچھا آؤ۔ کوئی اسلحہ ہے تمہارے پاس"..... صالحہ نے کہا۔

"اسلحہ۔ کیوں۔ اسلحہ کی کیا ضرورت ہے"..... نازیہ نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ آؤ۔ کار میں چلتے ہیں۔ ہمیں گھوم کر ہوٹل کے فرنٹ کی طرف جانا ہوگا"..... صالحہ نے کہا تو نازیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر نازیہ اور صالحہ دونوں کار میں سوار ہو کر ہوٹل ریڈ سٹار کے فرنٹ پر پہنچ گئیں۔ نازیہ نے ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ میں کار روکی اور پھر نیچے اتر کر اسے لاک کر دیا۔

"اب کہاں جانا ہے"..... نازیہ نے کار لاک کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ"..... صالحہ نے کہا اور پھر وہ نازیہ سمیت ہوٹل کے بڑے ہال میں داخل ہوئی۔ ہال آدھے سے زیادہ بھرا ہوا تھا اور واقعی وہاں سیاحوں کی کثرت تھی لیکن سیاح طبقہ امراء سے متعلق نہ تھے بلکہ متوسط طبقے کے لوگ تھے جو کم سے کم پیسوں میں سیاحت کا شوق پورا کرنے کے عادی تھے۔ ہال میں منشیات کا دھواں بھی بھرا ہوا تھا۔ نازیہ نے ناک سکیڑی لیکن صالحہ لفٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ لفٹ نیچے آئی تو وہ دونوں اس لفٹ میں سوار

ہو گئیں۔

"کون سی منزل میڈم"..... لفٹ بوائے نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

"آخری منزل"..... صالحہ نے کہا تو لفٹ بوائے نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بٹن پریس کر دیا اور لفٹ اوپر کو اٹھتی چلی گئی۔ چھٹی منزل پر لفٹ رک گئی اور اس کا دروازہ کھل گیا تو صالحہ، نازیہ سمیت باہر آ گئی۔ ایک طویل راہداری تھی جس میں کمروں کے دروازے تھے۔ صالحہ آگے بڑھتی چلی گئی اور پھر وہ ایک بند دروازے کے سامنے رک گئی۔ دروازے کے ساتھ ہی نیم پلیٹ موجود تھی جس پر سائمن کا نام درج تھا۔ دروازہ بند تھا۔ صالحہ نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

"کون ہے"..... ڈور فون سے ایک سخت اور کھردری سی مردانہ آواز سنائی دی۔ بند دروازے کی ساخت بتا رہی تھی کہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔

"دروازہ کھولیں"..... صالحہ نے اونچی آواز میں کہا۔

"کون ہیں آپ"..... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"آپ سے چند باتیں کرنی ہیں"..... صالحہ نے کہا۔

"اچھا"..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر چند لمحوں بعد کٹک کی آواز سے دروازہ کھل گیا تو اندر ایک دیوہیکل آدمی کھڑا تھا۔

اس کی آنکھیں گہری سرخ تھیں اور چہرہ سوجا سوجا سا نظر آ رہا تھا۔

"آؤ" ..... اس نے حیرت بھری نظروں سے راہداری میں کھڑی صالحہ اور نازیہ کو دیکھا اور پھر سائیڈ پر ہٹ گیا تو صالحہ نے نازیہ کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اندر داخل ہو گئی۔ کمرے میں ایک صوفہ اور ایک بیڈ موجود تھا۔

"بیٹھیں" ..... اس آدمی نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے دروازہ بند کر دیا۔

"میرا نام صالحہ ہے اور یہ میری ساتھی نازیہ ہے" ..... صالحہ نے کہا۔

"میرا نام سائمن ہے۔ باہر نیم پلیٹ پر آپ نے پڑھ لیا ہو گا۔ بولیں کیسے آنا ہوا ہے" ..... سائمن نے ان دونوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کب سے اس کمرے میں رہ رہے ہیں" ..... صالحہ نے پوچھا۔

"گزشتہ تین سالوں سے" ..... سائمن نے جواب دیا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ سیاح نہیں ہیں بلکہ مقامی ہیں" ..... صالحہ نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ میں مقامی ہوں لیکن آپ کون ہیں اور کیوں یہ سب پوچھ رہی ہیں" ..... سائمن نے کہا۔

"ہمیں آپ کے بارے میں ایک ٹپ ملی ہے۔ ہم نے ایک آدمی کو آف کرانا ہے" ..... صالحہ نے کہا تو سائمن بے اختیار اچھل پڑا۔

"آف کرانا ہے۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا" ..... سائمن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ایک آدمی کو ختم کرانا ہے" ..... صالحہ نے جواب دیا تو سائمن حیرت بھری نظروں سے صالحہ کو دیکھنے لگا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ میرا اس سے کیا تعلق۔ میں تو ریسلر ہوں" ..... سائمن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ شکاری نہیں ہیں" ..... صالحہ نے کہا۔

"ہاں۔ کبھی کبھی شکار بھی کھیل لیتا ہوں۔ کیوں۔ آپ نے کیوں پوچھا" ..... سائمن نے کہا۔

"کیا آپ کے پاس جدید دور مار رائفل ہے"۔ صالحہ نے کہا۔

"ہاں۔ ایک نہیں بلکہ تین ہیں لیکن میرا پروفیشن کلنگ نہیں ہے" ..... سائمن نے جواب دیا۔

"سوری۔ ہم نے غلط کمرے میں کال دے دی۔ آئی ایم سوری"۔ صالحہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ نے یہ قتل کرانے والی بات کیوں کی ہے"۔ سائمن نے کہا۔

"ایک پارٹی ایک آدمی کو آف کرانا چاہتی ہے۔ غیر ملکی پارٹی

ہے اور دس لاکھ ڈالر دینے کے لئے تیار ہے۔ آپ کے بارے میں ہمیں ایک ٹپ دی گئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ پانچ لاکھ ڈالر آپ کو دے کر کام کرا لیا جائے لیکن آپ کا اس پیشے سے کوئی تعلق نہیں ہے''...... صالحہ نے کہا۔

''تو اب آپ کس سے ملیں گی''..... سائمن نے پوچھا۔

''کسی سے نہیں۔ وہ تو ٹپ کی وجہ سے آپ سے ملاقات ہو گئی ورنہ ایسی بات ہر ایک سے تو نہیں کی جا سکتی۔ بہرحال اجازت۔ آپ کو تکلیف دی جس کے لئے معذرت خواہ ہیں''... صالحہ نے کہا اور دروازے کی طرف مڑ گئی۔

''کیا آپ واقعی سیریس ہیں''..... سائمن نے کہا۔

''ہاں۔ ہمیں شوق تو نہیں ہے ویسے دھکے کھانے کا''..... صالحہ نے کہا۔

''لیکن آپ خواتین ہیں۔ آپ اس خطرناک دھندے میں کیسے ملوث ہو گئیں''..... سائمن نے کہا۔

''کیا خطرناک دھندہ ہے۔ ہم نے آپ کو پانچ لاکھ ڈالر دینے ہیں اور آدمی کی نشاندہی کرنی ہے۔ وہ روزانہ سامنے سڑک پر سے گزرتا رہتا ہے۔ آپ نے اسے کھڑکی میں سے دور مار رائفل کے ذریعے فائر کر کے ختم کر دینا ہے اور بس۔ آپ کو بھی پانچ لاکھ ڈالر مل جائیں گے اور ہمیں بھی۔ آپ پر کسی کو شک بھی نہیں ہو سکتا''...... صالحہ نے جواب دیا۔

''آپ کو کس نے بھیجا ہے یہاں''..... سائمن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''یہ معلوم کرنا آپ کا کام نہیں ہے بلکہ آپ کا تو آف کرنا بھی کام نہیں ہے۔ آؤ نازیہ''..... صالحہ نے کہا اور ایک بار پھر واپس مڑ گئی۔

''سنو۔ ہاتھ اٹھا دو ورنہ میں فائر کر دوں گا''...... یکلخت سائمن نے غراتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں اب سائیلنسر لگا ریوالور نظر آ رہا تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات بھی بدل گئے تھے۔ اب اس کے چہرے پر پیشہ ور قاتلوں جیسی سختی واضح نظر آ رہی تھی۔

''یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ ہم نے سوری تو کہہ دیا ہے''۔ صالحہ نے مڑ کر ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''اب آپ کو بتانا ہو گا کہ آپ کو میرے پاس کس نے بھیجا ہے ورنہ مجھے لاشوں سے نمٹنا آتا ہے''...... سائمن کا لہجہ مزید سرد ہوتا چلا گیا۔

''ہمارے ایک سوال کا درست جواب آپ دے دیں۔ ہم آپ کے سوال کا درست جواب دے دیں گی''...... صالحہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پوچھو''...... سائمن نے سرد لہجے میں کہا۔

''کیا تم نے رانا فاروق ڈی ایس پی پر یہاں سے گولی چلائی تھی''..... صالحہ نے اس بار اسے تم کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

نازیہ اپنی جگہ پر خاموش اور بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ صالحہ کی بات سنتے ہی سائمن کا ستا ہوا چہرہ مزید ست گیا۔ اس کے چہرے پر سختی کا عنصر مزید ابھر آیا۔

"تو تمہارا تعلق خفیہ پولیس سے ہے۔ کیوں"۔۔۔ سائمن نے اس بار غراتے ہوئے کہا۔ اس نے بھی آپ کا تکلف چھوڑ دیا تھا۔

"تم پہلے میرے سوال کا درست جواب دو۔ پھر میں بھی درست بتا دوں گی۔ ویسے ہمارا کوئی تعلق کسی پولیس یا ایجنسی سے نہیں ہے۔ ہمیں ٹپ یہی ملی تھی کہ سائمن نے یہ کام اس قدر مہارت سے کیا ہے کہ پولیس کو بھی یقین نہیں آ رہا۔ ویسے بھی یہ انتہائی مہارت کا کام ہے کہ تیز رفتار کار میں بیٹھے ہوئے آدمی کی گردن پر گولی مار دی جائے اور ٹھیک نشانے پر لگے۔ ہمیں بھی ایسی ہی مہارت چاہئے"۔۔۔ صالحہ نے اس بار تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سوری۔ میرا کسی قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن تم بہرحال اب بتاؤ گی کہ تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے اور کیوں ورنہ زندہ نہیں رہو گی۔ میرا نشانہ واقعی بے خطا ہے"۔۔۔ سائمن نے سرد لہجے میں کہا۔

"جب تم نے یہ کام نہیں کیا تو پھر تمہارا اور ہمارا مزید کیا تعلق رہ سکتا ہے۔ ہم جا رہی ہیں اور ایک بار پھر سوری"۔۔۔ صالحہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو پھر جاؤ گٹر میں"۔۔۔ سائمن نے یکلخت غراتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے مڑتی ہوئی صالحہ یکلخت اچھلی اور پلک جھپکنے میں سائمن کے ہاتھ میں موجود ریوالور ہوا میں اڑتا ہوا کچھ فاصلے پر جا گرا لیکن اس سے پہلے کہ سائمن سنبھلتا صالحہ کا ہوا میں اچھلا ہوا جسم یکلخت ایک بار پھر تڑپا اور اس بار اس کے پیر میں موجود جوتے کی نوک پوری قوت سے سائمن کی عین ٹھوڑی کے نیچے پڑی اور وہ یکلخت چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل ایک دھماکے سے نیچے جا گرا جبکہ نازیہ نے دوڑ کر وہ ریوالور اٹھانے کی کوشش کی جو سائمن کے ہاتھ سے گرا تھا لیکن سائمن ان دونوں کی توقعات سے زیادہ تیز اور پھرتیلا ثابت ہوا۔ پشت کے بل نیچے گرتے ہی وہ کسی کھلے ہوئے سپرنگ کی مانند اچھلا اور اس کے ساتھ ہی نازیہ جو ریوالور اٹھانے کے لئے اس کے قریب سے گزری ہی تھی فضا میں اٹھی اور پوری قوت سے صالحہ سے جا ٹکرائی جو سائمن کو ضرب لگانے کے بعد اب سنبھل کر کھڑی ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ ٹکراؤ اس قدر بھرپور اور دھماکہ تھا کہ دونوں ہی چیختی ہوئی نیچے فرش پر جا گریں۔ اس کے ساتھ ہی سائمن نے ان پر اس طرح چھلانگ لگائی جیسے وہ ان کو پیروں تلے روند ڈالے گا لیکن دوسرے لمحے نازیہ ایک بار پھر چیختی ہوئی اچھل کر نیچے اوپر آتے ہوئے سائمن سے ٹکرائی اور اس بار نازیہ سائمن سمیت فرش پر جا گری۔ سائمن نے نیچے گرتے ہی ایک بار پھر پہلے کی طرح نازیہ کو دوبارہ اچھالنا چاہا لیکن اس بار

نازیہ گرتے ہی کروٹ بدل گئی اور سائمن لاشعوری طور پر اسے پکڑنے کے لئے اس کی طرف مڑا اور کمرہ اس کے حلق سے نکلنے والی انتہائی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔

نازیہ کو اچھال کر صالحہ بھی کسی کھلتے ہوئے سپرنگ کی مانند اچھل کر کھڑی ہوئی تھی اور پھر جیسے ہی مڑتے ہوئے سائمن کی پشت اس کے سامنے آئی صالحہ نے یکلخت پوری قوت سے اس کی پشت پر عین ریڑھ کی ہڈی پر ایک بھرپور ضرب لگائی۔ یہ ضرب اس قدر زوردار اور بھرپور تھی کہ پلٹ کر نازیہ کو پکڑنے والا سائمن بے اختیار کربناک انداز میں چیخ پڑا۔ اس نے پلٹ کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کے ہاتھ پیر ایک جھٹکے سے سیدھے ہو گئے اور اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ وہ بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ صالحہ ہونٹ بھینچے اپنی جگہ پر کھڑی تھی جبکہ نازیہ بھی تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہوا ہے اسے۔ یہ اس حالت میں آ گیا"...... نازیہ نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں نے اس کی ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ ڈس لوکیٹ کر دیا ہے۔ اب یہ کینچوے سے بھی زیادہ بے ضرر ہو چکا ہے"...... صالحہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ تم واقعی بہترین انداز میں فائٹ کرتی ہو۔ تم نے جس انداز میں اس کے ہاتھ سے ریوالور نکالا اور اب جس طرح

اس کو ناکارہ کیا ہے وہ واقعی کمال ہے"...... نازیہ نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی وہ اپنے لباس اور بالوں کو بھی ٹھیک کر رہی تھی۔

"تمہاری وجہ سے مجھے بھی ضرب کھانی پڑی ہے۔ تم اگر احمقانہ انداز میں ریوالور اٹھانے کے لئے اس کے قریب نہ جاتی تو یہ تمہیں مجھ پر نہ اچھالتا۔ بہرحال اب یہ بتائے گا کہ اس نے کس کے کہنے پر رانا فاروق کو ہلاک کیا ہے"...... صالحہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو کیا یہ کنفرم ہے کہ اس نے ہی یہ حرکت کی ہے۔ مگر کیسے"۔ نازیہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ دیکھو۔ کونے میں انتہائی جدید ترین دور مار رائفل کا کیس پڑا ہے۔ اصل رائفل اس نے کہیں چھپا رکھی ہے۔ اس کیس کو دیکھ کر ہی میں نے رائفل کی بات کی تھی"...... صالحہ نے کہا۔

"تو اب کیا کرنا ہے۔ یہ تو میرے خیال میں بول بھی نہیں سکتا۔ پھر"...... نازیہ نے فرش پر بے حس و حرکت پڑے سائمن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی یہ بولنا شروع کر دے گا۔ تم دروازے کو اندر سے لاک کر دو۔ ویسے یہ ساؤنڈ پروف کمرہ ہے لیکن پھر بھی کوئی اچانک آ سکتا ہے"...... صالحہ نے کہا۔

"ساؤنڈ پروف کمرہ۔ کیوں۔ کیا اس ہوٹل میں سارے کمرے

ساؤنڈ پروف ہیں''..... نازیہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں اس کے دروازے کی ساخت دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ سارے ہی کمرے ساؤنڈ پروف ہیں یا اس سائمن نے اسے خصوصی طور پر ساؤنڈ پروف کرایا ہوا ہے''..... صالحہ نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک کرسی اٹھا کر فرش پر پڑے ہوئے سائمن کے قریب رکھ دی۔

''آؤ۔ اسے گھسیٹ کر اس کرسی پر ڈال دیں تاکہ اس سے اصل بات معلوم ہو سکے''۔ صالحہ نے کہا اور پھر نازیہ کی مدد سے اس نے یہ کام مکمل کر لیا۔ سائمن ویسے ہی بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں بے بسی اور بے چارگی کا گہرا تاثر نمایاں تھا۔

''اب تم نے اس سے کیا پوچھنا ہے''..... نازیہ نے کہا۔

''یہی کہ اس نے یہ کام کس کے کہنے پر کیا ہے''..... صالحہ نے کہا۔

''یہ بات تو پولیس پوچھ لے گی۔ ہمیں اس کا کیا فائدہ ہو گا''..... نازیہ نے کہا۔

''رانا فاروق ہمارے عزیزوں میں سے تھا اس لئے میں چاہتی ہوں کہ اس کے قاتل کے سرپرستوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔ پولیس تو ایسے معاملات میں کچھ نہیں کرتی''..... صالحہ نے

کہا۔

''لیکن یہ تو بول بھی نہیں سکتا۔ پھر''..... نازیہ نے کہا۔

''یہ ابھی بولنا شروع کر دے گا۔ دیکھو تو سہی''..... صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے اس نے ایک چھوٹا لیکن تیز دھار خنجر نکالا اور سائمن کا سر ایک ہاتھ سے پکڑ کر اس نے اسے ایک جھٹکے سے موڑا اور پھر خنجر کی نوک اس کے سر کی عقبی طرف گردن میں ڈال کر اسے معمولی سی حرکت دی اور پھر اسے واپس کھینچ لیا۔ زخم سے خون بہنے لگا تو سائمن کے بے حس و حرکت جسم میں تھرتھراہٹ سی پیدا ہوئی اور پھر یہ تھرتھراہٹ بڑھتی چلی گئی۔

''یہ تو اٹھ کر کھڑا ہو جائے گا۔ ہمیں اسے باندھ دینا چاہئے تھا''..... نازیہ نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کا جو مہرہ ڈس لوکیٹ ہوا ہے وہ جب تک اپنی برابر جگہ پر فٹ نہیں ہو گا یہ تیز حرکت نہیں کر سکے گا۔ البتہ اس کے اعصاب کی رگ چونکہ اس مہرے کے ڈس لوکیٹ ہونے کی وجہ سے دب گئی تھی وہ اب حرکت میں آ جائے گی۔ اس طرح یہ تکلیف بھی محسوس کرے گا اور بول بھی سکے گا''..... صالحہ نے جواب دیا۔

''تم آخر ہو کیا۔ کبھی ڈاکٹر لگتی ہو کبھی ایجنٹ''..... نازیہ نے کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''ہمیں ان سب چیزوں کی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے''۔
صالحہ نے کہا اور اسی لمحے سائمن کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی اور
اس کے جسم نے ذرا تیزی سے حرکت کی لیکن یہ صرف حرکت تھی
اور پھر تو جیسے چیخوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور پھر چند لمحے چیخنے
کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر اب شدید تکلیف کے
تاثرات نمایاں تھے۔

''یہ۔ یہ۔ تت۔ تت۔ تم۔ تم نے کیا۔ کیا کر دیا ہے''۔ سائمن
نے رک رک کر کہا۔

''تمہاری ریڑھ کی ہڈی کا ایک خاص مہرہ ڈس لوکیٹ کر دیا
ہے اور اب جب تک یہ مہرہ واپس اپنی جگہ پر نہیں جائے گا تم اسی
حالت میں رہو گے اور یہ سن لو کہ میں چاہوں تو چند لمحوں میں اس
مہرے کو ایڈجسٹ کر سکتی ہوں ورنہ بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی اسے
ایڈجسٹ نہیں کر سکتا اور تم باقی تمام عمر اسی حالت میں رہو گے۔
اپنے اوپر بھنکنے والی مکھی بھی نہ اڑا سکو گے''۔۔۔۔ صالحہ نے کہا تو
سائمن سے زیادہ ساتھ کھڑی نازیہ نے بے اختیار جھرجھریاں لینا
شروع کر دیں۔

''مم۔ مجھے مار ڈالو۔ اس حالت میں زندہ مت چھوڑو''۔ سائمن
نے اس بار گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم ہمیں وہ پارٹی بتا دو جس نے تمہیں ٹاسک دیا تھا اور اسے
کنفرم کرا دو۔ پھر میرا وعدہ کہ تمہیں نہ صرف ٹھیک کر دیا جائے گا

بلکہ تمہیں پولیس کے حوالے بھی نہ کیا جائے گا۔ ہم تمہاری جگہ اس
پارٹی سے اپنا معاوضہ وصول کر لیں گے۔ ہمارا کام ہی یہی
ہے''۔۔۔۔ صالحہ نے کہا۔

''کیا مطلب۔ یہ کام۔ کیسا کام''۔۔۔۔ سائمن نے کچھ نہ سمجھتے
ہوئے کہا۔

''ہم قاتلوں کا۔ اصل قاتلوں کا سراغ لگاتے ہیں اور پھر اپنا
منہ بند رکھنے کے لئے ان سے سالانہ بھاری رقوم حاصل کرتے
ہیں''۔۔۔۔ صالحہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا تم قسم اٹھا کر وعدہ کر سکتی ہو کہ تم مجھے ٹھیک بھی کر دو گی
اور کسی کو کچھ بتاؤ گی بھی نہیں''۔۔۔۔ سائمن نے کہا۔

''اگر تمہیں ہم پر اعتماد نہیں ہے تو ہم ویسے ہی چلی جاتی ہیں۔
پھر تم جانو اور تمہارا کام۔ ورنہ ہم نے وعدہ کیا ہے اور تمہیں اس
وعدے پر اعتبار کرنا ہو گا''۔۔۔۔ صالحہ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں
ہے۔ یہ درست ہے کہ میں نے ہی اپنے کمرے کی کھڑکی سے دور
مار رائفل کے ذریعے رانا فاروق ڈی ایس پی کی گاڑی پر فائر کیا تھا
اور میری پہلی گولی ہی درست نشانے پر پڑی اور کار مڑ کر دیوار سے
ٹکرائی اور تباہ ہو گئی اور اسے قتل کی بجائے ایکسیڈنٹ سمجھا گیا اور
سمجھا جائے گا''۔۔۔۔ سائمن نے کہا۔

''تمہیں یہ ٹاسک کس نے دیا تھا اور یہ سن لو کہ تمہیں کنفرم بھی

کرانا ہوگا"..... صالحہ نے کہا۔

"میں کنفرم کیسے کرا سکتا ہوں"..... سائمن نے کہا۔

"فون پر۔ کوئی بھی بات کرتا۔ بہرحال ہمیں کنفرمیشن چاہئے"۔ صالحہ نے کہا۔

"وہ فون پر بات نہیں کرتا۔ اس کا نام کالو دادا ہے اور وہ انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے۔ لیکن اسے بہت کم لوگ براہ راست جانتے ہیں۔ وہ فون کر کے کام دیتا ہے اور پھر کام ہونے سے پہلے آدھی رقم اکاؤنٹ میں پہنچ جاتی ہے اور کام ہونے کے بعد باقی آدھی رقم بھی۔ وہ پاکیشیا کے تمام پیشہ ور قاتلوں سے اپنی مرضی سے کام لیتا ہے اور بس۔ میں اس سے آج تک نہیں ملا اور نہ ہی مجھے اس کا کوئی فون نمبر معلوم ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں"..... سائمن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی پیشہ ور قاتل صرف فون پر کام کر دے۔ یہ پیشہ ور قاتل کی نفسیات کے خلاف ہے اس لئے اصل بات بتاؤ"..... صالحہ نے کہا۔

"میں نے جو کچھ بتایا ہے وہ سچ ہے"..... سائمن نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم آسانی سے نہیں بتاؤ گے"..... صالحہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک بار پھر خنجر نکالا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ حرکت میں آیا اور کمرہ سائمن کی چیخ سے گونج اٹھا لیکن ابھی یہ چیخ ختم نہ ہوئی تھی کہ صالحہ کا ہاتھ ایک

بار پھر حرکت میں آیا اور اس کے ساتھ ہی سائمن کے حلق سے ایک بار پھر چیخ نکلی اور اس کے دونوں نتھنے کٹ گئے۔ نازیہ بڑی حیرت بھری نظروں سے یہ سب ہوتا دیکھ رہی تھی۔ صالحہ نے سائمن کی پیشانی پر ابھر آنے والی موٹی سی رگ پر خنجر کا دستہ مار دیا اور سائمن کے پورے جسم کو زوردار جھٹکا لگا۔ اس کا چہرہ بری طرح مسخ ہو گیا۔

"بولو۔ کس نے تمہیں ٹاسک دیا تھا۔ بولو"..... صالحہ نے دوسری ضرب لگاتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"کالو دادا نے۔ سلطان نگر کے کالو دادا نے"..... سائمن کے منہ سے ایسے الفاظ نکلے جیسے اس کی خواہش کے بغیر خودبخود باہر آ رہے ہوں۔

"سلطان نگر کہاں ہے"..... صالحہ نے چیخ کر کہا لیکن سائمن کی گردن ڈھلک چکی تھی۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

"آؤ نازیہ۔ اس کا ذہن تو اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے۔ اب اس سے زیادہ اس سے معلوم نہیں ہو سکتا"..... صالحہ نے کہا اور خنجر سائمن کے لباس سے صاف کر کے اس نے واپس اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

"اس کا کیا ہو گا"..... نازیہ نے سائمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل سے باہر جا کر ہوٹل والوں کو فون پر بتا دیں گے۔ وہ

خود ہی اسے ہسپتال پہنچا دیں گے۔ پھر باقی عمر اس کی ہسپتال میں ہی گزر جائے گی۔ یہ پیشہ ور قاتل ہے۔ نجانے اس نے کتنے لوگوں کو ہلاک کیا ہو گا۔ اب خود ہی سزا بھگتے گا''...... صالحہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مڑ کر دروازہ کھولا اور کمرے سے باہر آ گئی۔ اس کے پیچھے نازیہ باہر آ گئی۔ پھر ہوٹل سے باہر نکل کر ایک پبلک فون بوتھ سے اس نے ہوٹل کے فون نمبر پریس کر کے ہوٹل انتظامیہ کو سائمن کا کمرہ نمبر بتا کر یہ بھی بتا دیا کہ سائمن کے اچانک گرنے کی وجہ سے اسے چوٹیں آ گئی ہیں اور وہ بے ہوش پڑا ہے۔ پھر اس سے پہلے کہ انتظامیہ کچھ پوچھتی صالحہ نے رسیور رکھا اور فون بوتھ سے باہر آ گئی۔

''اب کیا کرنا ہے''...... نازیہ نے پوچھا۔

''اب واپس جانا ہے اور کیا کرنا ہے''...... صالحہ نے کہا اور پارکنگ کی طرف بڑھنے لگی۔

''اس کالو دادا کا کیا کرو گی''...... نازیہ نے پوچھا۔

''ابھی کچھ نہیں۔ پھر دیکھیں گے۔ تم مجھے میرے فلیٹ پر ڈراپ کر دو''...... صالحہ نے کہا تو نازیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سیٹھ ہاشم اپنی کوٹھی میں بنے ہوئے اپنے آفس میں بیٹھا سامنے رکھے ہوئے اخبار پر جھکا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر مسرت اور طمانیت کے تاثرات موجود تھے۔

''آخر سپر چیف نے کام کر دکھایا''...... سیٹھ ہاشم نے سیدھے ہوتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ سیٹھ ہاشم بول رہا ہوں''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''مولا داد بول رہا ہوں سیٹھ صاحب''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''کوئی خاص بات''...... سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

''ہمارا سب سے بڑا دشمن ختم ہو گیا جناب۔ میرا مطلب ہے رانا فاروق ڈی ایس پی''...... مولا داد نے مسرت بھرے لہجے میں

کہا۔

"ہاں۔ میرے سامنے اخبار پڑا ہے۔ سپر چیف نے بہرحال اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اب تو تمہارے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اب کام کو تیز کر دو۔ چھوٹے بچے سے لے کر بوڑھے سیٹھ تک ہر اس شخص کو اغوا کر لو جو کم از کم پچاس ساٹھ لاکھ روپے تاوان دے سکے۔ کام کو پھیلا دو"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"یس سر۔ ہمارا کام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس وقت چار گروپ کام کر رہے ہیں اور سیٹھ صاحب سورج گروپ نے بڑی کامیاب واردات کی ہے۔ سیٹھ ارشاد والی اور ہمیں ایک ہی روز میں دو کروڑ روپے مل گئے ہیں"...... مولا داد نے جواب دیا۔

"ہاں۔ یہ بہت اچھی واردات تھی۔ انہیں خصوصی انعامات بھی دیئے جائیں گے لیکن کام کو اب مزید بڑھنا چاہئے تاکہ سپر چیف تک بھاری رقومات پہنچ سکیں"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"جناب۔ یہ کام بے حد نازک ہوتا ہے۔ پہلے مکمل معلومات حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ اغوا شدہ کے وارثان آسانی سے کتنی رقم دے سکتے ہیں۔ اس طرح کی بے شمار چیزیں چیک کرنا پڑتی ہیں پھر جا کر ایک کامیاب واردات ہوتی ہے جناب"...... مولا دادا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کچھ ضرور کرو لیکن کاروبار کو مزید بڑھاؤ۔ اپنی جدوجہد تیز کر دو اور ایک ایسا گروپ بناؤ جو بڑی بڑی رقومات حاصل کر

سکے"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"جناب۔ یہ کام سورج گروپ کر رہا ہے لیکن بڑی مچھلیاں آسانی سے نہیں پھنستیں۔ اس کے لئے بڑی محنت کرنا پڑتی ہے"۔ مولا داد نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ہر طرف سے باخبر اور ہوشیار رہو۔ پولیس اور خفیہ پولیس کو بھی معاوضہ دیتے رہو تاکہ یہ لوگ صرف رسمی کارروائی کرتے رہیں لیکن ہمارے آدمیوں کو کچھ نہ کہیں اور ہاں۔ یہ بتاؤ کہ کوئی ایسا گروپ تو سامنے نہیں آیا جو ہماری محنت سے فائدہ اٹھا رہا ہو"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"نہیں جناب۔ اس وقت پاکیشیا میں تمام نیٹ ورک ہمارا ہی ہے۔ البتہ چند لوگ انفرادی طور پر بھی کام کر رہے ہیں۔ وہ زیادہ تر چھوٹے بچوں کو اغوا کر کے تاوان طلب کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر پکڑے جاتے ہیں لیکن دولت کمانے کا چونکہ انہیں یہ سب سے آسان طریقہ لگتا ہے اس لئے وہ پکڑے جانے کے باوجود کام میں لگے رہتے ہیں"...... مولا داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایسے لوگوں کو پکڑنے کے لئے پولیس سے تعاون کیا کرو تاکہ پولیس ہماری مرہون منت رہے"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا جناب"...... مولا داد نے کہا۔

"اوکے"...... سیٹھ ہاشم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھا اور ایک بار پھر اخبار پر جھک گیا لیکن کچھ دیر بعد فون کی

گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو سیٹھ ہاشم نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ سیٹھ ہاشم بول رہا ہوں"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"سپر چیف بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے بھاری آواز میں کہا گیا۔

"یس سر۔ آپ نے کام کر دیا سر۔ اس رانا فاروق کو اس انداز میں ہلاک کرایا کہ پولیس بھی چکر کھا گئی"..... سیٹھ ہاشم نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"یہ ہمارے لئے معمولی بات تھی سیٹھ ہاشم۔ ہمارے مقابلے میں جو بھی آئے گا اسے اسی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا"...... سپر چیف نے کہا۔

"یس چیف"...... سیٹھ ہاشم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ چند پراسرار لوگ ہمارے نیٹ ورک کے خلاف کام کر رہے ہیں اور دو سال قبل جس فوٹوگرافر کو ہلاک کیا گیا تھا اس قتل کی بھی تحقیقات کی جا رہی ہے لیکن نہ پولیس ایسا کر رہی ہے اور نہ ہی خفیہ پولیس اور ابھی حال ہی میں سیٹھ ارشاد کو سورج گروپ نے اغوا کیا ہے۔ اس کے خلاف بھی عجیب طریقے سے کام کیا جا رہا ہے لیکن یہ کون لوگ ہیں اور کیوں کام کر رہے ہیں۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ تم اس پر کام کرو اور کسی ایسے آدمی کو اس کام پر لگا دو جو ان لوگوں کے بارے میں

درست اطلاعات مہیا کر سکے تاکہ ان کا خاتمہ کیا جا سکے"..... سپر چیف نے کہا۔

"یہ کون لوگ ہیں۔ ان کا کوئی سراغ بتا دیں تاکہ اس سراغ پر کام کیا جا سکے"...... سیٹھ ہاشم نے قدرے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"ہوٹل ریڈ سٹار میں ایک پیشہ ور قاتل رہتا تھا جس کا نام سائمن تھا۔ اسے رانا فاروق کی ہلاکت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اس نے یہ کام کر دیا لیکن پھر معلوم ہوا کہ دو عورتیں اس کے کمرے میں گئیں۔ پھر ایک عورت نے فون پر ہوٹل کی انتظامیہ کو بتایا کہ سائمن اپنے کمرے میں زخمی پڑا ہے۔ ہوٹل انتظامیہ نے اسے ہسپتال پہنچا دیا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ ہمیں جیسے ہی اطلاع ملی ہم نے ہسپتال میں ہی اس کا خاتمہ کرا دیا تاکہ وہ کچھ بتا نہ سکے لیکن یہ عورتیں کون تھیں اور کیوں انہوں نے یہ سب کچھ کیا۔ اس کا علم ہمیں ہونا چاہئے"..... سپر چیف نے کہا۔

"ایسی صورت حال میں تو سپر چیف، ہمیں رابرٹ کی خدمات حاصل کرنا پڑیں گی۔ وہ ایسے معاملات کی کھوج میں ماہر ہے"۔ سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"ہاں۔ اسے یہ معاملہ سونپ دو لیکن اسے کہو کہ وہ جس قدر جلد ہو سکے اس بارے میں تفصیلی رپورٹ دے تاکہ اگر کوئی گروپ ہمارے خلاف کام کر رہا ہے تو اس کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا

سنے''...... سپر چیف نے کہا۔

''لیس سپر چیف''... سیٹھ ہاشم نے کہا اور جب دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا تو سیٹھ ہاشم نے بھی رسیور رکھ دیا اور پھر میز کی دراز کھول کر اس نے ایک ڈائری نکالی اور اسے کھول کر اس کے صفحے پلٹنے لگا۔ اسے رابرٹ کے فون نمبر کی تلاش تھی۔ رابرٹ ایکریمیا کی کسی سرکاری ایجنسی میں کام کرتا تھا۔ پھر وہاں کی سینڈیکیٹ کی دشمنی کی وجہ سے وہ مستقل طور پر پاکیشیا آ گیا اور پھر اس نے اپنا ایک گروپ بنا لیا جس کا کام ایجنسی کے سے انداز میں کام کرنا تھا اور اس کام میں اسے خاصی شہرت مل گئی تھی۔ وہ بہت جلد معلومات حاصل کر لیتا تھا۔ ڈائری میں اس کا نمبر پڑھ کر سیٹھ ہاشم نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''لیس۔ رابرٹ بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے کرخت سی مردانہ آواز سنائی دی۔

''سیٹھ ہاشم بول رہا ہوں''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''اوہ آپ۔ آج کیسے میری یاد آ گئی آپ کو''...... دوسری طرف سے رابرٹ نے قدرے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

''تمہارے لئے ایک کام ہے میرے پاس''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے میرا انتخاب کیا۔ بتائیں کیا کام ہے''...... رابرٹ نے کہا۔

''ہوٹل ریڈ سٹار میں ایک پیشہ ور قاتل سائمن رہتا تھا۔ تم جانتے ہو اسے''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''ہاں۔ بہت اچھی طرح۔ مگر وہ تو ہلاک ہو گیا ہے۔ اسے ہسپتال میں گولی مار دی گئی ہے۔ میں نے کل اخبار میں پڑھا تھا''...... رابرٹ نے کہا۔

''ہاں۔ اسے زخمی حالت میں اس کے کمرے سے اٹھا کر ہسپتال پہنچایا گیا تھا۔ اس کے کمرے میں دو مقامی عورتیں گئی تھیں۔ پھر اس بارے میں فون پر اطلاع بھی ایک عورت نے دی تھی۔ ہم ان عورتوں کے بارے میں تفصیل معلوم کرنا چاہتے ہیں''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''معلوم کر لوں گا لیکن معاوضہ پچاس لاکھ روپے دینا ہو گا''۔ رابرٹ نے کہا۔

''مجھے منظور ہے لیکن کام حتمی اور جلد از جلد ہونا چاہئے''۔ سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''ایسا ہی ہو گا''...... رابرٹ نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ میری کوٹھی پر کسی آدمی کو بھیج دو۔ میں آدھی رقم کا چیک دے دیتا ہوں۔ کب تک یہ کام ہو جائے گا''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے میں''...... رابرٹ نے جواب دیا۔

''او کے۔ ٹھیک ہے۔ کام شروع کر دو''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"اوکے۔ میرا آدمی آدھے گھنٹے میں آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ اس کا نام مارٹن ہے"...... رابرٹ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اس کا منتظر رہوں گا۔ بھیجو اسے"...... سیٹھ ہاشم نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

جوانا کی کار خاصی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جوانا تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں رانا ہاؤس سے روانہ ہوئے تھے اور ان کی منزل دارالحکومت کے نواحی علاقے کی ایک نو آبادی سلطان نگر تھا۔

"ماسٹر۔ یہ لوگ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں"...... اچانک جوانا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ملک میں اچانک اغوا برائے تاوان کا مکروہ دھندہ نہ صرف شروع ہوا ہے بلکہ اب کافی حد تک پھیلتا جا رہا ہے۔ ایک متمول آدمی سیٹھ ارشاد کو صبح کے وقت پارک میں سیر کرتے ہوئے اغوا کیا گیا اور پھر اس کے بیٹوں سے دو کروڑ روپے تاوان لے کر چند گھنٹوں بعد اسے آزاد کر دیا گیا۔ ہم اس سیٹھ ارشاد کے اغوا

کلنڈگان کے پیچھے ہیں"۔۔۔ عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن ماسٹر۔ یہ کام تو پولیس یا انٹیلی جنس کا ہے۔ آپ ان سلسلے میں کام کیوں کر رہے ہیں"۔۔۔ جوانا نے کہا۔

"بس اچانک ہی اس سلسلے میں داخل ہو گیا ہوں اور مجھے بے حد افسوس ہوا ہے کہ ہماری پولیس اور انٹیلی جنس دونوں اس پر مکمل توجہ نہیں دے رہیں"۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن ماسٹر۔ یہ کرائم تو اب پوری دنیا میں بے حد مقبول ہوتا جا رہا ہے اور بے شمار گینگ وجود میں آ چکے ہیں۔ پاکیشیا میں بھی ایک گینگ تو نہیں ہو گا لامحالہ کئی گینگ ہوں گے۔ آپ کس کس کو تلاش کر کے ختم کریں گے"۔۔۔ جوانا نے کہا۔

"آج کل کوئی کام نہیں ہے اس لئے جب تک کوئی کیس نہیں ملتا اس کام پر لگے رہیں گے۔ جتنے گینگ بھی ختم ہوں گے کر دیں گے"۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ دارالحکومت کی ان نواحی آبادی سلطان نگر پہنچ گئے۔ آبادی خاصی گنجان تھی لیکن وہاں کی گلیاں اور سڑکیں قدرے فراخ تھیں اور صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ مکانات بھی پختہ تھے اور وہاں سے گزرنے والے لوگ متوسط طبقے کے افراد لگ رہے تھے جو بڑی حیرت اور ستائش بھری نظروں سے جوانا کی اس بحری جہاز نما کار کو

دیکھ رہے تھے۔ عمران نے جوانا کو کار روکنے کا اشارہ کیا اور پھر کار رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر نیچے اترا اور ایک نانبائی کے چھوٹے سے ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔

"کالو دادا کا ہوٹل کہاں ہے"۔۔۔ عمران نے دکان پر بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر آدمی سے پوچھا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"اس سڑک کے آخر میں دائیں طرف کو مڑ جائیں۔ ادھر کالو دادا کا ہوٹل ہے"۔۔۔ اس آدمی نے عمران کی بات کا جواب تو دے دیا لیکن اس کے بتانے کا انداز بے حد ناگواریت سے بھرا ہوا تھا۔

"یہ کالو دادا کون ہے۔ آپ نے بڑے ناگوار انداز میں جواب دیا ہے"۔۔۔ عمران نے اس کی ناگواریت کو واضح انداز میں محسوس کرتے ہوئے کہا تو وہ نانبائی بے اختیار چونک پڑا۔

"آپ اس سے ملنے آئے ہیں"۔۔۔ نانبائی نے کہا۔

"آپ میری چھوڑیں اس کے بارے میں بتائیں"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"کیا بتاؤں جناب۔ کیوں میری دکان تباہ کرانا چاہتے ہیں آپ۔ اس کے آدمی مجھے میرے بچوں سمیت سرعام ذبح کر دیں گے۔ آپ جیسے بڑے آدمی ہی اس کے سرپرست ہیں۔ مجھ پر مہربانی کریں"۔۔۔ نانبائی نے باقاعدہ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا نام سامنے نہیں

آئے گا۔ یہ بتا دیں کہ کالو دادا کا اصل دھندہ کیا ہے"۔۔ عمران نے کہا۔

"مجھے واقعی نہیں معلوم کیونکہ میں غریب سا آدمی ہوں۔ اپنی محنت مزدوری میں لگا رہتا ہوں۔ بس سنتا رہتا ہوں کہ وہ اس سارے علاقے کا دادا ہے"۔۔۔۔۔ نانبائی نے جواب دیا۔

"اوکے۔ شکریہ"۔ ۔عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ کار میں بیٹھ کر اس نے جوانا کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"اس کو اٹھا کر لے جانا ہے ماسٹر"۔۔۔۔۔ جوانا نے کار سٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا لیکن اس نانبائی سے بات کرنے کے بعد میں نے ارادہ بدل دیا ہے۔ اب اس سے یہیں پوچھ گچھ ہوگی۔ سب کے سامنے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"کوئی خاص بات ہوئی ہے ماسٹر جو آپ نے ارادہ بدل دیا ہے"۔۔۔۔ جوانا نے چونک کر اور قدرے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"وہ بے چارہ شریف آدمی اس کے نام سے ہی خوفزدہ ہے۔ ایسے غنڈوں کو عام لوگوں کے سامنے ہی سزا ملنی چاہئے تاکہ لوگ ان سے خوفزدہ نہ ہوں اور انہیں محسوس ہو کہ غلط آدمی کا انجام کتنا برا ہوتا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یس ماسٹر۔ لیکن پولیس نہ آ جائے"۔۔۔۔۔ جوانا نے کہا۔

"اتنے عرصے یہاں پاکیشیا میں رہنے کے باوجود ابھی تم ایکریمیا میں زندہ ہو۔ یہاں اتنی جلدی پولیس نہیں آتی اور اگر آ بھی گئی تو اسے سنبھالا جا سکتا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس چوڑی گلی کے آخر میں عمران نے جوانا کو دائیں طرف جانے والی چوڑی گلی کی طرف مڑنے کا کہا تو جوانا نے کار اس طرف موڑ دی۔ یہ گلی بھی خاصی چوڑی تھی اس لئے جوانا کی لمبی چوڑی کار اطمینان سے چلتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اس گلی میں اکا دکا دکانیں تھیں۔ عمران نے ایک جگہ کار رکوا کر نیچے اتر کر ایک دکاندار سے کالو دادا کے بارے میں پوچھا۔

"جناب۔ اس گلی کے آخر میں کالو دادا کا ہوٹل ہے۔ آپ آگے جائیں گے تو آپ خود دیکھ لیں گے"۔۔۔۔ دکاندار نے جواب دیا۔

"کیا اس پر کوئی بورڈ لگا ہوا ہے"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"جناب۔ اس پر ایک مشروب کا بڑا سا بورڈ ہے اور بس"۔ دکاندار نے ایک مشروب کا نام لیتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک کافی بڑے ہوٹل کے سامنے سے گزرے۔ یہ چائے کا ہوٹل تھا لیکن خاصا بڑا تھا۔ باہر بھی کرسیاں اور میزیں پڑی ہوئی تھیں لیکن یہ سب ایک دوسرے پر رکھی ہوئی تھیں۔ شاید انہیں استعمال کے وقت باہر کھول کر رکھا جاتا ہوگا۔ کچھ آگے جا کر عمران نے کار روکنے کا کہا تو جوانا نے کار ایک سائیڈ پر کر کے روک دی۔

"اسے بیک کر کے کھڑی کر دو کیونکہ ادھر آگے نجانے کس ٹائپ
کا راستہ ہو اور تمہارا یہ بحری جہاز کہیں پھنس نہ جائے"..... عمران
نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔
"یس ماسٹر"..... جوانا نے کہا اور پھر اس نے کار کو موڑنے کی
کوشش شروع کر دی لیکن وہاں موجود سامان کی وجہ سے اسے ایسا
کرنے میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی جبکہ عمران تیز تیز قدم
اٹھاتا ہوا ہوٹل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ ہوٹل
کے بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔ یہ خاصا بڑا ہال تھا اور یہاں لوگ
بھی خاصی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ سب کھلے جام گلاسوں
میں بھری ہوئی مقامی شراب پینے میں مصروف تھے۔ ہال میں مقامی
شراب کی انتہائی تیز اور ناگوار بو پھیلی ہوئی تھی جبکہ اس کے ساتھ
ساتھ منشیات بھرے سگریٹوں کا دھواں بھی ہر طرف چھایا ہوا تھا۔
وہاں موجود سب افراد حیرت بھری نگاہوں سے عمران کو دیکھ
رہے تھے کیونکہ عمران ہر لحاظ سے ان سے مختلف نظر آ رہا تھا۔
یہاں موجود لوگ زیر زمین دنیا سے تعلق رکھنے والے تھے اور انتہائی
گھٹیا طبقے کے افراد نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف کونے میں بڑا سا
کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے چار آدمی کھڑے تھے جن میں سے ایک
پہلوان نما آدمی تھا۔ اس کا سر گنجا تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تیز
لیکن شیطانی چمک تھی۔ چہرے پر خباثت نمایاں نظر آ رہی تھی۔ وہ
دونوں ہاتھ کاؤنٹر پر رکھے تھوڑا سا جھکا ہوا تھا۔ اس کی نظریں عمران

پر اس طرح جمی ہوئی تھیں جیسے لوہا مقناطیس سے چمٹتا ہے اور اس
کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی اور الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔
"یہ کالو دادا کا ہوٹل ہے"..... عمران نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ
کر اس پہلوان نما آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جی ہاں۔ مگر آپ کون ہیں اور کیوں پوچھ رہے ہیں"۔
پہلوان نے سیدھا کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
"میں نے اس سے ملنا ہے۔ میرا نام علی عمران ہے"..... عمران
نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔
"وہ تو ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ایک ماہ بعد آئیں گے"۔
اس پہلوان نما آدمی نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن عمران اس کے
چہرے پر ابھر آنے والے تاثرات سے ہی سمجھ گیا کہ وہ جھوٹ بول
رہا ہے۔
"تمہارا نام کیا ہے اور تم یہاں کیا ہو"..... عمران نے پوچھا۔
"میرا نام بخشو پہلوان ہے اور میں ہوٹل کا مینیجر ہوں"..... اس
پہلوان نما آدمی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے
چہرے پر یکلخت چونکنے کے تاثرات ابھرے۔ اس کی نظریں عمران
کے عقب پر جمی ہوئی تھیں۔ عمران نے سر موڑ کر دیکھا تو جوانا اس
وقت ہوٹل میں داخل ہو کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہا تھا اور ظاہر ہے
بخشو پہلوان اسے دیکھ کر چونکا تھا۔
"کیا تم واقعی درست کہہ رہے ہو کہ کالو دادا ملک سے باہر گیا

ہوا ہے"۔ عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے جھوٹ بولنے کی لیکن تم کیوں کالو دادا سے ملنا چاہتے ہو"۔ بخشو پہلوان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس سے ایک ذاتی کام کرانا تھا اور اگر وہ میرے اس کام کی حامی بھر لیتا ہے تو اسے پچاس لاکھ روپے نقد مل سکتے ہیں۔ اب ظاہر ہے اس سے کہیں کم معاوضے پر کوئی دوسرا یہ کام کر دے گا"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"پچاس لاکھ روپے۔ ایسا کیا کام ہو سکتا ہے"۔ بخشو پہلوان نے چونک کر کہا۔

"کالو دادا کے لئے کام تھا۔ صرف اسے ہی بتایا جا سکتا ہے۔ اب بولو۔ ہم واپس جائیں یا کوئی رابطہ ہو سکتا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"فون پر رابطہ ہو سکتا ہے۔ ویسے نہیں"۔ بخشو پہلوان نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ اسے شاید عمران کے ساتھ جوانا کو دیکھ کر یہ یقین ہو گیا تھا کہ عمران کا تعلق پولیس یا انٹیلی جنس سے نہیں ہے کیونکہ پولیس اور انٹیلی جنس والے غیر ملکیوں کو ملازم نہیں رکھتے اور شاید اسی وجہ سے اس کے سخت موقف میں خاصی نرمی آ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ فون پر بات کراؤ"۔ عمران نے کہا۔

"ادھر پیچھے بڑے کمرے میں آ جائیں لیکن آپ اکیلے آئیں

گے۔ یہ حبشی یہیں رہے گا"۔۔۔ بخشو پہلوان نے کہا۔

"جوانا۔ تم یہیں رکو"۔۔۔ عمران نے مڑ کر جوانا سے کہا۔

"یس ماسٹر"۔ جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر عمران بخشو پہلوان کی رہنمائی میں سائیڈ پر موجود تنگ سی گلی میں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے کمرے میں پہنچ گیا۔

"بیٹھو"۔ بخشو پہلوان نے عمران سے کہا اور پھر مڑ کر دیوار میں نصب ایک الماری کھولی اور اس میں سے ایک فون نکال کر میز پر رکھا اور پھر اس کا پلگ دیوار میں نصب فون لائن کے ساتھ منسلک کر کے اس نے رسیور اٹھایا اور چند لمحے ٹون چیک کر کے اس نے تیزی سے بٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔ عمران کی نظریں مسلسل اسے چیک کر رہی تھیں اور فون نمبر اس کے ذہن میں محفوظ ہوتا جا رہا تھا۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

"کیا ہے"۔۔۔ ایک غراتی ہوئی سخت اور انتہائی کھردری سی آواز سنائی دی۔

"بخشو بول رہا ہوں دادا۔ ہوٹل سے"۔۔۔ بخشو پہلوان نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ بلکہ عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں کال کی ہے۔ کیا ہوا ہے"۔۔۔ دادا نے اسی طرح

غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ایک بندہ آیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک دیوہیکل حبشی ہے۔ وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے لیکن میں نے اسے بتا دیا ہے کہ آپ ملک سے باہر ہیں۔ وہ آپ کو کوئی کام دینے آیا ہے۔ پچاس لاکھ روپے اس نے اپنے منہ سے کہے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ فون پر بات کر سکتے ہو"...... بخشو پہلوان نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران اس کی بات پر مسکراتا رہا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ بخشو پہلوان اپنے طور پر بڑی ذہانت سے گیم کھیل رہا تھا۔ وہ کالو دادا کو پچاس لاکھ روپے اور کام کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا رہا تھا کہ اس نے کالو دادا کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ ملک سے باہر ہے حالانکہ عمران دیکھ رہا تھا کہ جو نمبر اس نے پریس کیا تھا وہ دارالحکومت کا ہی تھا۔ شاید بخشو پہلوان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ نمبروں سے کالو دادا کی جگہ کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کی جا سکتیں۔

"کراؤ بات"...... دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا گیا تو بخشو پہلوان نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"ہیلو۔ میں علی عمران بول رہا ہوں۔ مجھے تمہارے بارے میں خادم موالی نے بتایا ہے کہ تم بڑے بڑے کام آسانی سے کر سکتے ہو اور میں نے ایک بڑا کام کروانا ہے جس کے لئے پچاس لاکھ روپے بھی دیئے جا سکتے ہیں"۔ عمران نے کہا۔ اس نے دانستہ اپنی

ڈگریاں انہیں دوہرائی تھیں کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ ان پڑھ لوگ ان ڈگریوں کو پولیس کا عہدہ نہ سمجھ لیں۔

"کون سا کام کرانا چاہتے ہو"...... اس بار کالو دادا کا لہجہ قدرے نرم تھا۔ لاؤڈر کی وجہ سے اس کی آواز کمرے میں واضح سنائی دے رہی تھی۔

"ایک بڑی پارٹی کو اغوا کرانا ہے۔ وہ میرا کاروباری دشمن ہے۔ اغوا کے بدلے معاوضہ میں تمہیں دوں گا جبکہ کروڑوں روپے تاوان تم خود اس سے وصول کر سکتے ہو لیکن اسے زندہ چھوڑنا ہے"...... عمران نے کہا۔

"تم اسے براہ راست قتل بھی تو کرا سکتے ہو۔ تم نے اغوا برائے تاوان کا ذکر کیوں کیا۔ اس کے پیچھے کیا کہانی ہے"...... کالو دادا نے کہا۔ وہ واقعی تجربہ کار آدمی تھا۔

"مجھے خادم موالی نے بتایا تھا کہ تم آج کل ایسے کاموں میں مصروف رہتے ہو"...... عمران نے کہا۔

"بکواس کرتا ہے وہ۔ میرا کسی اغوا برائے تاوان سے کیا تعلق اور سنو۔ کسی پیشہ ور قاتل سے خود ہی رابطہ کرو۔ ہم تمہارا کام نہیں کر سکتے اور اب آئندہ ادھر نظر بھی آئے تو اپنی موت کے تم خود ذمہ دار ہو گے"...... دوسری طرف سے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"تم نے سن لیا دادا کا حکم۔ اب واقعی ادھر قریب بھی نظر نہ

آیا''.... بخشو پہلوان نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے چٹاخ کی زور دار آواز کے ساتھ ہی وہ پہلوان نما آدمی چیختا ہوا اچھل کر نیچے فرش پر جا گرا۔ اس کے بات کرتے ہی عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما تھا اور پہلوان کے گال پر پڑنے والے زور دار تھپڑ نے اس کے قدم زمین سے اکھاڑ دیئے تھے۔ نیچے گرتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے ایک جھٹکے سے اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے دوبارہ نیچے گرنے پر مجبور کر دیا۔

''بولو۔ کہاں ہے کالو دادا۔ بولو'' عمران نے پیر کو نیچے کی طرف کر کے اور زیادہ دباؤ ڈالتے ہوئے کہا تو بخشو پہلوان کا اوپر کو اٹھتا ہوا جسم ایک جھٹکے سے نیچے گرا۔ اس کے چہرے پر یکلخت بے پناہ تکلیف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''وہ۔ وہ دارالحکومت میں ہیں لیکن مجھے نہیں معلوم کہاں ہیں۔ وہ اکثر ایسے ہی چلے جاتے ہیں۔ صرف ان کا فون نمبر ہمارے پاس ہوتا ہے''.... بخشو پہلوان نے رک رک کر بولتے ہوئے کہا تو عمران سمجھ گیا کہ کالو دادا کے لئے اس بخشو پہلوان کی اتنی اہمیت نہیں ہے کہ وہ اپنے رازوں سے اسے آگاہ کر سکے۔

''سنو۔ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو خاموش رہو گے'' عمران نے غراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر سائیڈ گلی سے

ہوتا ہوا واپس ہال میں پہنچ گیا۔ جوانا وہیں موجود تھا۔

''آؤ جوانا۔ عمران نے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار تیزی سے واپس دارالحکومت کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

''اب آپ کا کیا پروگرام ہے ماسٹر''.... جوانا نے عمران سے پوچھا۔ عمران نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہاں کمرے میں فون پر کالو دادا سے کیا بات ہوئی ہے اور پھر اس نے بخشو پہلوان کے ساتھ کیا کیا ہے۔

''کالو دادا کو ٹریس کرنا ہے۔ وہ یہیں دارالحکومت میں ہی موجود ہے''.... عمران نے کہا۔

''لیکن آپ نے اس بخشو پہلوان کا خاتمہ کر دینا تھا۔ وہ اب تک کالو دادا کو اطلاع دے چکا ہو گا''.... جوانا نے کہا۔

''ان چھوٹے چھوٹے لوگوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اول تو وہ کالو دادا کو بتانے کی جرأت ہی نہیں کرے گا کیونکہ ایسے لوگ اسے اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں اور ان کے بڑے بدمعاش ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑا کرتے اس لئے بھی مجھے امید ہے کہ یہ بخشو پہلوان اپنی زبان بند رکھے گا اور اگر بتا بھی دے تب بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ کالو دادا یہی جانتا ہو گا کہ بخشو پہلوان کو اس کی قیام گاہ کے بارے میں علم نہیں ہے اس لئے وہ محفوظ ہے''.... عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو آپ اب اس کی قیام گاہ ٹریس کریں گے" ۔ جوانا نے سمجھا۔

"ہاں۔ دارالحکومت میں کسی پبلک فون بوتھ کے قریب کار روک لینا" .... عمران نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑا آگے جانے پر جوانا نے کار ایک پبلک فون بوتھ کے قریب لے جا کر روک دی۔ عمران نیچے اترا اور پھر فون بوتھ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس نے بغیر کارڈ ڈالے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے تو فون سیٹ پر سبز رنگ کا بلب جل اٹھا کیونکہ انکوائری کا نمبر فری ڈائل کیا جا سکتا تھا اس کے لئے کسی کارڈ یا سکے ڈالنے کی ضرورت نہیں تھی۔

"انکوائری پلیز" ..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ملٹری انٹیلی جنس سے کرنل شاہ بول رہا ہوں" ..... عمران نے قدرے رعب دار اور خشک لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ فرمایئے سر" ..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ملٹری انٹیلی جنس کو ایک فون نمبر کے مقام کے بارے میں مصدقہ معلومات چاہئیں۔ میں آپ کو فون نمبر بتا رہا ہوں۔ آپ اچھی طرح اور پوری توجہ سے چیک کر کے بتائیں کہ یہ فون نمبر کس مقام پر نصب ہے۔ یہ انتہائی سنجیدہ حکومتی معاملہ ہے اس لئے آپ

کی معمولی سی غفلت بھی آپ کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے" ۔ عمران نے اسے باقاعدہ دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

"آپ نمبر بتائیں جناب۔ آپ کو درست جواب دیا جائے گا" ..... انکوائری آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے وہ فون نمبر بتا دیا جو بخشو پہلوان نے اس کے سامنے پریس کیا تھا اور کالو دادا سے بات ہوئی تھی۔

"یس سر۔ ہولڈ کریں" دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

"ہیلو سر" ۔ تھوڑی دیر بعد انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"یس" ..... عمران نے کہا۔

"کرنل صاحب۔ جو نمبر آپ نے بتایا ہے یہ فیری ٹاؤن کے گولڈ سٹار کلب میں رابرٹ کے نام پر نصب ہے اور باقاعدہ کام کر رہا ہے" ۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا آپ نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے" ۔ عمران نے پوچھا۔

"یس سر۔ بے فکر رہیں سر" ..... انکوائری آپریٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ اس بارے میں کوئی لیک نہیں ہونی چاہئے" ..... عمران نے کہا۔

"بے فکر رہیں سر۔ ہم اپنی ذمہ داری کو بہت اچھی طرح سمجھتے

ہیں"۔ دوسری طرف سے اعتماد بھرے لہجے میں کہا گیا تو عمران نے مزید کچھ کہے بغیر رسیور رکھ دیا اور پھر فون بوتھ سے باہر آ کر دوبارہ کار کی سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"فیری ٹاؤن چلو"۔۔۔ عمران نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

"کیا یہ کالو دادا فیری ٹاؤن میں رہتا ہے۔ یہ تو پوش علاقہ ہے"۔۔۔۔ جوانا نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن پتہ وہاں کے ایک کلب کا دیا گیا ہے۔ گولڈ سٹار"۔ عمران نے کہا۔

"ماسٹر۔ ایسے علاقے میں واقع کلب بھی پوش ہی ہوگا۔ ایسے کلب میں یہ بدمعاش ٹائپ افراد کیسے رہ سکتے ہیں"۔۔۔۔ جوانا نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ کسی وجہ سے وہاں چھپا ہوا ہو۔ بہرحال وہاں جا کر ہی پتہ چلے گا"۔۔۔۔ عمران نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اغوا برائے تاوان کا یہ نیٹ ورک خاصا پھیلا ہوا ہے اور ابھی نجانے اس کے اور کتنے کردار اور کتنے لوگ سامنے آئیں گے۔ بہرحال اب تک ایک بات ثابت ہو گئی تھی کہ یہ ایسا جرم نہیں ہے کہ بس راہ چلتے سرانجام دے دیا جائے بلکہ اس کے لئے باقاعدہ منظم گروپ منظم سرگرمیوں میں ملوث رہتا ہے اور پھر وارداتیں ہوتی ہیں اور ان مجرموں کے

پیچھے خاصا بڑا گروپ بھی ہو سکتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد کار فیری ٹاؤن پہنچ گئی اور پھر ایک آدمی سے پوچھنے پر انہیں گولڈ سٹار کلب کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا اور تقریباً پانچ منٹ بعد کار ایک جدید اور خوبصورت انداز کے کلب کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ ایک طرف خاصی بڑی پارکنگ تھی جس میں خاصی تعداد میں کاریں موجود تھیں۔ جوانا نے کار ایک خالی جگہ پر روک دی اور پھر وہ دونوں کار سے نیچے اترے اور کار لاک کر کے وہ کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ جوانا، عمران کے پیچھے چل رہا تھا۔ کلب میں آنے جانے والے افراد کا تعلق بھی پوش علاقوں سے تھا۔ عمران اور جوانا کلب کے ہال میں داخل ہوئے تو اس کی جدید انداز کی سجاوٹ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"یہاں واقعی کالو دادا کا پوچھنا حماقت ہو گی"۔۔۔۔ عمران نے کاؤنٹر کی طرف بڑھتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔

"صاحب سلام"۔۔۔۔ اچانک ایک آواز عمران کے کانوں میں پڑی تو عمران چونک پڑا۔ یہ ایک نوجوان ویٹر تھا جس نے بڑی خوبصورت لیکن صاف ستھری یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔

"اوہ۔ شمس الدین تم یہاں پر"۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا۔

عمران اسے پہچان گیا تھا۔ اس کا والد کسی مارکیٹ میں دکان چلاتا تھا اور شمس الدین میٹرک پاس تھا۔ سلیمان اسے اپنے ساتھ لایا تھا تاکہ عمران اسے کسی ہوٹل میں ویٹر کی نوکری دلا دے۔ شمس

الدین کو ویٹر بننے کا بے حد شوق تھا اور عمران نے اس کے شوق کو دیکھتے ہوئے ایک ہوٹل کے منیجر سے کہہ کر اسے نوکری دلوا دی تھی۔ لیکن اب کافی عرصہ بعد اس سے یہاں ملاقات ہو رہی تھی۔

"یس سر۔ یہاں مجھے ایک سال ہو گیا ہے۔ یہاں تنخواہ بھی اچھی ہے اور عزت بھی۔ آپ شاید پہلی بار یہاں تشریف لائے ہیں"...... شمس الدین نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ اور اچھا ہوا کہ تم مل گئے۔ کیا ہم کسی جگہ ہٹ کر بات کر سکتے ہیں"...... عمران نے کہا تو شمس الدین چونک پڑا۔

"یس سر۔ آیئے میرے ساتھ"...... شمس الدین نے کہا اور پھر وہ انہیں ایک علیحدہ راہداری سے گزار کر ایک بڑے کمرے میں لے آیا۔

"یہ محفوظ جگہ ہے صاحب۔ فرمایئے"...... شمس الدین نے کہا۔

"یہاں ایک مقامی آدمی کالو دادا موجود ہے۔ میری اس سے فون پر بات ہوئی ہے۔ میں نے اس سے چند معلومات حاصل کرنی ہیں"...... عمران نے کہا تو شمس الدین نے ایک طویل سانس لیا۔

"آپ کو میں بتا دیتا ہوں لیکن میرا نام سامنے نہ آئے کیونکہ یہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں"...... شمس الدین نے آواز دبا کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"تم بتاؤ اور بے فکر رہو۔ تمہارا نام کسی صورت بھی سامنے نہیں آئے گا"...... عمران نے کہا۔

"اس کلب کا اصل مالک کالو دادا ہی ہے۔ کلب کے نیچے ایک بڑا تہہ خانہ ہے جہاں اعلیٰ پیمانے پر جواء ہوتا ہے اور بڑے بڑے لوگ وہاں جواء کھیلتے ہیں اور کالو دادا زیادہ تر وہیں رہتا ہے۔ اوپر کلب کو رابرٹ صاحب چلاتے ہیں"...... شمس الدین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم نے کالو دادا کو دیکھا ہوا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ کئی بار۔ اکثر میری ڈیوٹی نیچے ہی لگی رہتی ہے۔ وہ وہاں اپنے مخصوص آفس میں رہتا ہے۔ باہر دو مسلح دربان ہوتے ہیں لیکن کئی بار وہ آفس سے نکل کر راؤنڈ بھی لگاتا ہے"...... شمس الدین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا حلیہ اور قد و قامت بتاؤ"...... عمران نے کہا۔

"کیم شیم آدمی ہے لیکن اس میں بے حد پھرتی اور تیزی بھی ہے۔ چوڑا چہرہ ہے۔ لمبی لمبی اور بڑی بڑی مونچھیں ہیں۔ شکل سے ہی وہ خوفناک نظر آتا ہے"...... شمس الدین نے حلیہ کے ساتھ ساتھ قد و قامت کی بھی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہم وہاں کیسے جا سکتے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"کاؤنٹر سے ٹوکن لے لیں۔ وہاں موجود لڑکی سے کہیں کہ آپ کو زیرو پوائنٹ چاہئے۔ بس یہی کوڈ ہے۔ وہ آپ سے فی آدمی دس ہزار روپے وصول کر کے آج کا کوڈ بھی بتا دے گی اور کارڈ بھی دے دی گی۔ اس کلب سے نکل کر اور گھوم کر عقبی سڑک

پر ایک سرخ رنگ کا دروازہ ہو گا جو بند ہو گا۔ آپ وہاں پہنچ
دیں گے تو دروازے کی چھوٹی کھڑکی کھلے گی اور کوڈ پوچھا جائے
گا۔ آپ وہ کوڈ جو کاؤنٹر گرل نے آپ کو بتایا ہوگا، بتائیں گے تو
دروازہ کھل جائے گا اور آپ تہہ خانے میں جا کر جوا کھیل سکیں
گے لیکن آپ کالو دادا سے نہیں مل سکتے کیونکہ وہ خود جسے اجازت
دے وہی اس کے آفس میں جا سکتا ہے ورنہ نہیں"..... شمس الدین
نے کہا۔

"کیا کاؤنٹر گرل اجنبی افراد کو بھی کارڈ دے دیتی ہے"۔ عمران
نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"زیرو پوائنٹ کہنے کا مطلب یہی سمجھا جاتا ہے کہ آپ کو کسی
ایسے آدمی نے بھیجا ہے جو یہاں آتا جاتا رہتا ہے۔ اگر آپ یہ کوڈ
نہ بولیں گے تو پھر کارڈ سے ہی انکار کر دیا جائے گا"..... شمس
الدین نے جواب دیا۔

"کیا تم یہ معلوم کر سکتے ہو کہ اس وقت کالو دادا اپنے آفس
میں موجود ہے یا نہیں"..... عمران نے کہا۔

"نہیں جناب۔ ایسا کرنا منع ہے اور یہ لوگ بے حد ظالم ہیں۔
معمولی سے شک پر دوسروں کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں"..... شمس
الدین نے جواب دیا۔

"اوکے۔ بے حد شکریہ"..... عمران نے کہا اور پھر جوانا سمیت
وہ اس راہداری سے نکل کر واپس ہال میں پہنچ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ

کاؤنٹر پر پہنچ گئے۔

"یس سر"..... کاؤنٹر کے پیچھے موجود لڑکی نے چونک کر عمران
اور اس کے پیچھے موجود جوانا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں دو زیرو پوائنٹ چاہئیں"..... عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

"یس سر۔ بیس ہزار روپے دیں"..... لڑکی نے اطمینان بھرے
لہجے میں کہا تو عمران نے جیب سے بڑی مالیت کے نوٹوں کی گڈی
نکالی اور اس میں سے بیس نوٹ علیحدہ کر کے اس نے کاؤنٹر پر رکھ
دیئے اور گڈی واپس جیب میں ڈال لی۔ لڑکی نے نوٹ اٹھا کر
کاؤنٹر کے اندر رکھے اور پھر سرخ رنگ کے دو کارڈ نکال کر اس نے
کاؤنٹر پر رکھ کر ان پر مخصوص انداز میں مہریں لگا دیں۔

"آج کا کوڈ ہے ڈسٹ سٹار"..... لڑکی نے دونوں کارڈ عمران
کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ تھینک یو"..... عمران نے کہا اور کارڈ اٹھا کر اس نے
جیب میں ڈالے اور واپس مڑ گیا۔

"ماسٹر۔ آپ اس لمبے چکر میں کیوں پھنسے ہوئے ہیں۔ آپ
مجھے حکم دیتے میں اس کالو دادا کو اٹھا لاتا"..... کلب سے باہر آتے
ہی جوانا نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"تم یہاں صرف دس بارہ لاشیں گرا سکتے تھے اور کیا کر سکتے
تھے۔ میری وجہ سے شمس الدین سے ملاقات ہو گئی اور اس سے

معلومات مل گئیں اور اب ہم اطمینان سے کالو دادا کے پاس جا رہے ہیں۔ البتہ وہاں پہنچ کر تمہیں اپنی مخصوص کارروائی کا موقع یقیناً مل جائے گا''۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جوانا بھی بے اختیار مسکرا دیا۔ کلب کے مین گیٹ سے نکل کر وہ سائیڈ پر چلتے ہوئے کلب کی حدود کراس کر کے سائیڈ گلی سے ہوتے ہوئے عقبی سڑک پر آ گئے۔ یہ سڑک تھی لیکن اس سڑک پر کہیں پارکنگ کے لئے کوئی مخصوص جگہ نہ تھی۔ وہ اب کلب کے عقبی طرف آ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک سرخ رنگ کے بند دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر دروازے پر دستک دی تو لوہے کے بنے ہوئے اس دروازے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی جس میں سے کسی آدمی کا چہرہ دکھائی دیا۔

''کوڈ بتاؤ''۔۔۔۔ اندر سے سخت لہجے میں کہا گیا۔

''کوڈ ڈسٹ سٹار''۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

''کتنے آدمی ہو''۔۔۔۔ اندر سے پوچھا گیا۔

''دو''۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کارڈ دو''۔۔۔۔ اندر سے کہا گیا تو عمران نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے دونوں کارڈ اس کھڑکی کے اندر کر دیئے جنہیں اندر سے اچک لیا گیا اور اس کے ساتھ ہی کھڑکی بند ہو گئی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

''آ جائیں جناب''۔۔۔۔ ایک مسلح گارڈ نے بڑے مؤدبانہ لہجے

میں کہا تو عمران اور اس کے پیچھے جوانا اندر داخل ہو گئے اور مسلح گارڈ نے دروازہ بند کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں کارڈز کو آدھا کر کے پھاڑا اور پھر دو آدھے حصے عمران کی طرف بڑھا دیئے جبکہ باقی دو آدھے حصے اس نے اپنے پاس رکھ لئے۔ عمران سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ جوانا اس کے پیچھے تھا۔ راہداری آگے جا کر مڑی اور پھر ایک مسلح گارڈ سامنے آ گیا۔

''کارڈ دیں''۔۔۔۔ اس مسلح گارڈ نے کہا تو عمران نے آدھے کارڈ اس کی طرف بڑھا دیئے۔

''یس سر۔ تشریف لے جائیں''۔۔۔۔ گارڈ نے آدھے کارڈ لیتے ہوئے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کالو دادا آفس میں ہے یا ہال میں''۔۔۔۔ عمران نے کہا تو گارڈ نے ایک لمحے کے لئے چونک کر عمران کی طرف دیکھا لیکن عمران کا چہرہ نارمل دیکھ کر اس کا بدلتا ہوا چہرہ نارمل ہو گیا۔

''وہ اپنے آفس میں ہیں لیکن وہ کسی سے ملاقات نہیں کرتے''۔۔۔۔ گارڈ نے جواب دیا۔

''مجھے بھی معلوم ہے کہ وہ کسی سے ملاقات نہیں کرتے۔ میں تو اس لئے پوچھ رہا تھا کہ اس کے موجود ہوتے ہوئے کھیلنے کا حوصلہ رہتا ہے''۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یس سر۔ یس سر''۔۔۔۔ گارڈ نے عمران کی بات سن کر دانت نکالتے ہوئے کہا تو عمران سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ جوانا اس کے

پیچھے تھا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک وسیع و عریض ہال میں پہنچ گئے جہاں پارٹیشن لگا کر جوئے کی چھ میزیں لگائی گئی تھیں اور جہاں زور و شور سے جوا ہو رہا تھا۔

''آپ کتنے داؤ پر کھیلنا پسند کریں گے''۔۔۔ یونیفارم میں ملبوس ایک آدمی نے ان کے قریب آ کر کہا۔

''ہم فی الحال دیکھیں گے پھر فیصلہ کریں گے''..... عمران نے جواب دیا۔

''اوکے سر''... اس آدمی نے کہا اور تیزی سے ایک اور آنے والے کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران اور جوانا نے پورے ہال کا ایک راؤنڈ لگایا اور پھر وہ کالو دادا کے آفس کو چیک کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ آفس جوئے کی میزوں سے قدرے ہٹ کر ایک سائیڈ پر گیلری کے پیچھے بنایا گیا تھا۔ دروازے کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ کمرے کا بند دروازہ دیکھ کر ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ کالو دادا کا آفس ساؤنڈ پروف ہے۔ گیلری میں دو مسلح گارڈز بڑے چوکنا انداز میں کھڑے تھے۔ انہوں نے ہاتھوں میں باقاعدہ مشین گنیں پکڑی ہوئی تھیں۔

''آؤ جوانا۔ اب کام شروع کریں۔ پہلے ہی بہت وقت ضائع ہو گیا ہے''..... عمران نے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس ماسٹر''... جوانا نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں گیلری کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ گیلری کے آغاز میں ایک مسلح دربان موجود

تھا جبکہ دوسرا دربان اس سے کافی پیچھے کھڑا تھا۔

''ماسٹر۔ پروگرام کیا ہے۔ یہاں ہال میں بھی کافی مسلح افراد موجود ہیں''..... جوانا نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

''تمہارے پاس مشین پسٹل ہے یا نہیں''..... عمران نے رکے اور مڑے بغیر پوچھا۔

''یس ماسٹر۔ ایک نہیں دو ہیں''.... جوانا نے جواب دیا۔

''میں کوشش کروں گا کہ بغیر کسی ہنگامہ کے کالو دادا تک پہنچ جائیں کیونکہ یہاں مسلح افراد کے ساتھ ساتھ غیر مسلح اور خصوصاً غیر ملکی بھی کافی تعداد میں موجود ہیں اور ہنگامہ ہوا تو یہ سب مارے جا سکتے ہیں اور اس قدر افراد کی ہلاکت سے تو حکومت کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ انہیں ہم باہر بھی نہیں نکال سکتے ورنہ پولیس چند لمحوں میں یہاں پہنچ جائے گی''۔۔۔ عمران نے ایک ستون کے ساتھ رک کر کہا۔ دونوں اس انداز میں باتیں کر رہے تھے جیسے جواء کھیلنے کے سلسلے میں کوئی بحث کر رہے ہوں۔

''یہ ایسے قابو میں نہیں آئیں گے ماسٹر۔ ہمیں بہرحال یہاں گولی چلانا پڑے گی''..... جوانا نے کہا۔

''مجھے یہاں کی صورت حال کا پوری طرح علم نہ تھا ورنہ میں گیس پسٹل لے آتا تو بہت آسانی ہو جاتی''..... عمران نے کہا۔

''بے فکر رہیں ماسٹر۔ آپ اس کالو دادا کو سنبھالیں۔ یہاں کے لوگوں کو میں سنبھال لوں گا''..... جوانا نے کہا۔

"اوکے۔ اب جب اوکھلی میں سر دے ہی دیا ہے تو پھر موسلوں کا کیا ڈر"..... عمران نے کہا اور مڑ کر گیلری کی طرف بڑھ گیا جبکہ جوانا وہیں ستون کے قریب ہی کھڑا رہا۔

"کیا بات ہے"..... گیلری کے آغاز میں کھڑے دربان نے قدرے سخت بلکہ توہین آمیز لہجے میں کہا۔

"کالو دادا نے ملاقات کے لئے وقت دیا ہے"..... عمران نے بھی سرد لہجے میں کہا اور آگے بڑھنے لگا۔

"دفع ہو جاؤ۔ دادا کسی سے نہیں ملا کرتے" — اس دربان کا لہجہ پہلے سے بھی زیادہ توہین آمیز ہو گیا تھا۔

"چلو میرے ساتھ اور خود اپنے کانوں سے سنو"..... عمران نے یکلخت ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ کر اسے زور دار جھٹکے سے دروازے سے تھوڑا آگے کھڑے دوسرے دربان کی طرف اچھال دیا اور وہ اچھا خاصا مجیم شحیم آدمی عمران کے اس زور دار جھٹکے سے اس طرح دوڑتا ہوا دروازے کی طرف گیا جیسے ہنڈرڈ میٹر ریس میں حصہ لے رہا ہو۔ دوسرا دربان جو خاموش کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اس نے آخری وقت ٹکراؤ سے بچنے کے لئے سائیڈ پر ہونے کی کوشش کی لیکن وہ دربان اس سے ٹکرا چکا تھا اور وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے گرے اور پھر انہوں نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ پوری طرح سنبھل کر اٹھتے عمران کے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل سے تڑتڑاہٹ کی تیز

آوازوں کے ساتھ ہی دونوں چیختے ہوئے ایک بار پھر نیچے گرے اور بری طرح تڑپنے لگے لیکن عمران کو معلوم تھا کہ دل میں براہ راست اتر جانے والی گولیاں انہیں چند لمحوں سے زیادہ تڑپنے کی مہلت ہی نہ دیں گی۔

عمران کے فائر کرتے ہی جوانا بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور گیلری کے آغاز میں اس طرح پیر پھیلا کر کھڑا ہو گیا کہ جب تک کوئی قریب نہ آئے اسے معلوم ہی نہ ہو سکے کہ گیلری میں کیا ہو رہا ہے لیکن مشین پسٹل کی فائرنگ سے تہہ خانہ گونج اٹھا تھا اس لئے نہ صرف وہاں جوا کھیلنے والے بلکہ آٹھ کے قریب مسلح افراد بھی گیلری کی طرف دوڑ پڑے۔

"یہ مشین گن پکڑو اور اڑا دو سب کو"..... عمران نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دربان کے ہاتھ سے نکل کر فرش پر گری ہوئی مشین گن اٹھا کر جوانا کی طرف اچھال دی۔ جوانا جو شاید جیب سے مشین پسٹل نکالنے لگا تھا عمران کی آواز سنتے ہی تیزی سے مڑا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین گن جھپٹ لی اور پھر ہال مشین گن کی فائرنگ اور انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔ وہ سب چونکہ احمقوں کے سے انداز میں دوڑتے ہوئے آ رہے تھے اس لئے ایک ہی برسٹ میں وہ سب اچھل کر نیچے گرے ہی تھے کہ جوانا نے ان پر دوسرا برسٹ کھول دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے غوطہ کھایا اور دوسرے لمحے وہ دونوں دربان بھی فائرنگ کی زد

میں آ گئے جو دروازے اور راہداری میں موجود تھے۔ اس کے ساتھ
ہی جوانا تیزی سے ہال کی طرف بڑھ گیا۔

"خبردار۔ میں تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔ میزوں کے نیچے
سے نکلو اور ہاتھ اٹھا کر دیوار کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ میں صرف
تین تک گنوں گا۔ جس نے میرے حکم کی تعمیل کی وہ بچ جائے گا
ورنہ میں فائر کھول دوں گا"..... جوانا نے کہا تو جواء کھیلنے والے جو
تیز فائرنگ اور انسانی چیخوں کی آوازیں سن کر اپنی جانیں بچانے
کے لئے میزوں کے نیچے گھس گئے تھے تیزی سے باہر نکلنے لگے اور
پھر وہ سب ہی دیوار سے پشت لگا کر اور دونوں ہاتھ اونچے کر کے
کھڑے ہو گئے۔ ان کی تعداد تقریباً چالیس کے قریب تھی۔

"دیوار کی طرف منہ کر لو اور ہاتھ نیچے کر لو لیکن یہ سن لو کہ اگر
کسی نے بھی کوئی حرکت کی تو سب مارے جاؤ گے"..... جوانا نے
چیخ کر کہا۔

"ہمیں مت مارو۔ ہم بے گناہ ہیں۔ ہمیں مت مارو"..... بہت
سے لوگوں نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا اور ان سب نے اپنا رخ
دیوار کی طرف کر دیا۔ جوانا نے اب ان کی طرف سے اطمینان
ہونے کے بعد عمران کی طرف توجہ کی ہی تھی کہ اچانک اس کی چھٹی
حس نے یکلخت خطرے کا سائرن بجا دیا اور وہ اپنی مخصوص جبلت
کی وجہ سے تیزی سے اچھل کر ایک طرف ہٹا تو مشین پسٹل سے
نکلنے والی گولیاں عین اسی جگہ سے گزر گئیں جہاں ایک لمحہ پہلے وہ

موجود تھا۔ یہ فائرنگ مڑتے ہوئے ایک آدمی نے اچانک مڑ کر کی
تھی اور یہ اس قدر اچانک تھی کہ جوانا اس بار بال بال بچا تھا لیکن
اس آدمی کی اس حرکت نے اس سمیت اس کے باقی سب ساتھیوں
کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ فائرنگ ہوتے ہی جوانا کے ذہن
پر جیسے خون چھا گیا اور اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس نوجوان
پر نہ صرف فائر کھول دیا بلکہ اس کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے
دائیں بائیں گھوم گئے اور اس کے ساتھ ہی ہال فائرنگ کی تیز
آوازوں کے ساتھ ساتھ انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔ جوانا نے اس
وقت تک انگلی ٹریگر سے نہ ہٹائی جب تک وہاں فرش پر گرنے
والے سب افراد ساکت نہ ہو گئے۔

"نانسنس۔ میں انہیں زندہ رکھنا چاہتا تھا لیکن یہ خود ہی مرنے
پر تل گئے"..... جوانا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھ کر
اس نے وہاں فرش پر گرے سب افراد کو چیک کرنا شروع کر دیا اور
پھر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ صرف اس نوجوان کے ہاتھ کے
قریب مشین پسٹل موجود تھا بلکہ ان میں سے دس کے قریب افراد
کے ہاتھ ان کی جیبوں میں تھے اور ان کی جیبوں میں مشین پسٹلز
موجود تھے۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ اگر جوانا ان سب کو غصے
میں آ کر ہلاک نہ کر دیتا تو اس پر آٹھ دس مشین پسٹلز سے بیک
وقت فائرنگ ہو سکتی تھی اور اس صورت میں اس کا بچ نکلنا ناممکن ہو
جاتا۔

ادھر عمران نے دوسرے دربان کے ہاتھ سے نکلنے والی مشین
گن جھپٹی اور اس کی نال بھاری دروازے کے لاک پر رکھ کر اس
نے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی لاک کے
پرزے اڑ گئے۔ عمران نے زور سے دروازے پر پیر مارا تو بھاری
دروازہ ایک دھماکے سے کھلتا چلا گیا اور عمران ہاتھ میں مشین گن
پکڑے اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جسے آفس کے
انداز میں سجایا گیا تھا۔ سامنے میز کی دوسری طرف ایک ادھیڑ عمر
لیکن بھاری جسامت کا آدمی فون کا رسیور ہاتھ میں پکڑے کسی بت
کی طرح ساکت بیٹھا سامنے دیکھ رہا تھا۔ عمران کے اندر داخل
ہوتے ہی وہ یکلخت اس طرح چونکا جیسے اچانک الیکٹرک کرنٹ آ
جانے سے الیکٹرک رو سے چلنے والا کھلونا حرکت میں آ جاتا ہے۔
رسیور اس کے ہاتھ سے نیچے میز پر گر گیا۔

"کک۔ کک۔ کون ہو تم۔ کیا۔ کیا مطلب"...... اس کے منہ
سے بے ربط الفاظ نکلے اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ
کر کھڑا ہو گیا اور عمران جس نے دروازے کو لات مار کر بند کر دیا
تھا تیزی سے دوڑتا ہوا میز کی سائیڈ سے ہو کر اس کے سر پر پہنچ چکا
تھا۔ اس نے مشین گن کی نال اس کی پسلیوں سے لگا دی۔

"تم ہو کالو دادا۔ بولو۔ تم ہو۔ بولو"...... عمران نے غراتے
ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ مم۔ مم۔ مگر تم۔ تم کون ہو اور"...... اس آدمی نے

بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ شاید ابھی تک
ذہنی اور اعصابی طور پر سنبھل نہ سکا تھا۔ شاید اس کے ذہن کے کسی
گوشے میں بھی یہ تصور نہ تھا کہ کوئی اس انداز میں اس کے آفس
میں بھی داخل ہو سکتا ہے لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا
عمران کا ایک بازو مشین گن سے ہٹ کر پوری قوت سے گھوما اور
اس کے ساتھ ہی کالو دادا کے منہ سے ادھوری سی چیخ نکلی ہی تھی کہ
عمران کے گھومتے ہوئے ہاتھ کی ضرب پوری قوت سے اس کی
ناک پر پڑنے کی وجہ سے وہ واپس کرسی پر ایک دھماکے سے گرا اور
اس کے ساتھ ہی وہ پلٹ کر منہ کے بل عمران کے قدموں میں آ
گرا۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے پیچھے ہٹا۔ کالو دادا نیچے گر کر ایک
لمحے کے لئے تو ساکت پڑا رہا لیکن پھر وہ کسی سپرنگ کی طرح اوپر
کو اچھلا اور عمران جو دو قدم پیچھے ہٹ کر اس کی گردن پر پیر رکھنا
چاہتا تھا کالو دادا کے غیر متوقع طور پر اس تیزی سے اچھلنے کی وجہ
سے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور اس کے جسم سے ٹکرا کر پشت
کے بل پیچھے جا گرا۔ اس کا سر پوری قوت سے عقبی دیوار سے ٹکرایا
تھا کیونکہ درمیانی جگہ خاصی تنگ تھی۔

ایک لمحے کے لئے عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن
پر تاریک پردہ سا پھیلتا جا رہا ہو لیکن دوسرے لمحے یکلخت جیسے اس
کے تاریک پڑتے ہوئے ذہن میں بم سا پھٹا اور اس کے ساتھ ہی
عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں درد کی انتہائی شدید

لہریں سی دوڑتی جا رہی ہوں۔ ان لہروں کا مرکز اس کی پسلیاں تھیں۔ اس درد کی شدت کی وجہ سے عمران نہ صرف بے ہوش ہونے سے بچ گیا بلکہ اس نے یکلخت تیزی سے کروٹ بدلی اور پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے اسے ایک بار پھر اپنی پسلیوں پر ضرب سہنا پڑی اور عمران سمجھ گیا کہ اس کے نیچے گرتے ہی کالو دادا نے اس کی پسلیوں پر ضرب لگائی تھی اور اب اٹھنے پر ایک بار پھر اس نے ضرب لگائی ہے۔ ظاہر ہے پہلی ضرب اس نے لات سے لگائی تھی جبکہ دوسری ضرب کے لئے اس کا بازو گھوما تھا۔ دوسری ضرب بھی خاصی زوردار تھی اور عمران ضرب کھا کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کی طرف ہٹا اور اس کے ساتھ ہی کالو دادا چیختا ہوا کسی لڑاکے مینڈھے کی طرح اس کی طرف اس انداز میں بڑھا کہ جیسے اسے اپنے جسم اور دیوار کے درمیان پیس کر رکھ دے گا لیکن شاید وہ مارشل آرٹ سے بخوبی واقف نہ تھا جبکہ اس کے مقابل عمران نہ صرف مارشل آرٹ کا ماہر تھا بلکہ مارشل آرٹ کے کئی داؤ اس نے خود ایجاد کر رکھے تھے جبکہ کالو دادا کی یہ حرکت اس قدر احمقانہ تھی کہ عمران کی جگہ کوئی اور معمولی سا تربیت یافتہ بھی ہوتا تو وہ بھی وہی کچھ کرتا جو عمران نے کیا تھا۔

کالو دادا جیسے ہی چیختا ہوا پوری قوت سے دوڑتا ہوا عمران کے سینے پر ٹکر مارنے کے لئے بڑھا تو اس کے دونوں ہاتھ اس انداز میں پھیلے ہوئے تھے جیسے عمران کو سائیڈوں سے بھی نہ نکلنے دے گا

لیکن اب عمران سنبھل چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ کالو دادا عمران کو ٹکر مارتا عمران تیزی سے اچھل کر سائیڈ پر ہو گیا۔ کالو دادا کا ہاتھ اسے پکڑنے کے لئے گھوما لیکن عمران کی حرکت اس قدر تیز تھی کہ وہ اسے کور نہ کر سکا۔ آخری لمحے میں اس نے اپنے آپ کو دیوار سے ٹکرانے سے بچانے کی کوشش کی لیکن عمران نے سائیڈ پر ہوتے ہی اچھل کر لات اس کی کمر پر جما دی جس کے نتیجے میں کالو دادا کا سر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا اور وہ چیختا ہوا الٹ کر نیچے فرش پر جا گرا۔ اس کی پیشانی سے خون بہنے لگا تھا۔ اس نے نیچے گرتے ہی ایک بار پھر جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس بار عمران نے اسے اٹھنے کی مہلت نہ دی اور پیر اس کی گردن پر رکھ کر اسے دبا کر گھما دیا تو کالو دادا کا اٹھتا ہوا جسم ایک دھماکے سے واپس جا گرا۔ اس کی آنکھیں باہر کو ابل پڑی تھیں۔ چہرے پر پہلے ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ اس قدر بری طرح مسخ ہو گیا کہ جیسے دنیا بھر کی تکلیف اکٹھی ہو کر اس پر ٹوٹ پڑی ہو۔

"بولو۔ تم نے کس کے کہنے پر خادم موالی کو کالی پلی کے پاس مکان لینے کے لئے بھیجا تھا تاکہ اغوا برائے تاوان کی کارروائی کی جا سکے۔ بولو"...... عمران نے پیر کا دباؤ کم کر کے پیر کو واپس موڑتے ہوئے غرا کر کہا۔

"کو۔ کون۔ کون سا مکان۔ خادم موالی کون ہے۔ کس کی بات کر رہے ہو"...... کالو دادا نے اٹک اٹک کر کہا تو عمران نے پیر

ہٹایا اور دوسرے لمحے جھک کر اس نے کالو دادا کو گردن سے پکڑا اور اسے گھسیٹتا ہوا سائیڈ پر لا کر ایک جھٹکے سے اٹھا کر صوفے پر پٹخ دیا۔

''بولو۔ ورنہ''...... عمران نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر اس کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے غرا کر کہا۔

''کک۔ کک۔ کون خادم موالی''...... کالو دادا ابھی تک بوکھلایا ہوا تھا۔ عمران نے اس بار خادم موالی کے بارے میں تفصیل بتا دی۔ وہ اسے اس لئے اٹھا کر یہاں لایا تھا کہ اسے احساس ہونے لگا تھا کہ خادم موالی اس کالو دادا کے لئے بے حد چھوٹا آدمی ہے اس لئے وہ فوراً اس کے سوال کا جواب نہ دے سکے گا۔

''وہ۔ وہ تو سورج دادا کا کام تھا۔ میرا نہیں تھا۔ یہ کام سورج دادا کرتا ہے''۔۔۔ کالو دادا نے کہا تو عمران کے چہرے پر کھچاؤ سا آ گیا کیونکہ کالو دادا کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ سچ بول رہا ہے لیکن عمران اس نیٹ ورک کی وسعت پر حیران ہو رہا تھا۔ نئے سے نئے دادا سامنے آتے جا رہے تھے۔

''کون ہے یہ سورج دادا۔ جلدی بتاؤ ورنہ''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

''وہ بڑا بدمعاش ہے۔ ساری پولیس اور اعلیٰ حکام اس سے ڈرتے ہیں۔ وہ سامنے نہیں آتا۔ لیکن مجھ سے اس کی دوستی ہے۔ اس کا بہت بڑا گینگ ہے۔ وہ پورے ملک میں اغوا برائے تاوان کا

کام کرتا ہے۔ اس کا ڈیرہ شان باغ علاقے میں ہے لیکن وہ خود کسی کے سامنے نہیں آتا۔ صرف خاص خاص لوگوں سے ملتا ہے اور بس''...... کالو دادا نے کہا اور آخر میں اس نے لفظ بس اس انداز میں کہا جیسے اب وہ مزید کچھ نہ بولنا چاہتا ہو۔ عمران نے ٹریگر دبایا اور دوسرے لمحے مشین پسٹل سے نکلنے والی گولیاں اس کے سینے میں گھستی چلی گئیں اور چند لمحے تڑپنے کے بعد وہ وہیں صوفے پر ہی پہلو کے بل گرا اور پھر پلٹ کر نیچے فرش پر جا گرا۔ عمران نے مشین پسٹل جیب میں ڈالا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو ہال میں اسے جوانا ہاتھ میں مشین گن پکڑے کھڑا نظر آیا۔

''کیا ہوا۔ اوہ۔ سب کو مار دیا۔ مگر کیوں''...... عمران نے دیوار کے ساتھ پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھتے ہوئے خاصے تلخ لہجے میں کہا تو جوانا نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔

''اوہ۔ پھر تو تم نے اچھا کیا۔ آؤ اب نکل چلیں''...... عمران نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں بیرونی دروازے کی طرف مڑ گئے۔

سیٹھ ہاشم اپنی رہائش گاہ کے آفس میں موجود تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سیٹھ ہاشم نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''سیٹھ ہاشم بول رہا ہوں''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''سردار ارباب بول رہا ہوں سیٹھ صاحب''...... دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

''اوہ تم۔ کوئی خاص بات ہو گئی ہے ورنہ تم تو فون کرنے سے ہی بھاگتے ہو''...... سیٹھ ہاشم نے انتہائی بے تکلفانہ لہجے میں کہا جیسے وہ دونوں گہرے دوست ہوں۔

''ہاں۔ مجھے فون پر بات کرتے ہوئے ایسے لگتا ہے جیسے میں احمق ہوں جو خود ہی بولے چلا جا رہا ہوں اور جس سے بول رہا ہوں وہ مجھے نظر ہی نہیں آ رہا''...... سردار ارباب نے کہا تو سیٹھ ہاشم بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''اس کے باوجود آج تم نے فون کیا ہے۔ کوئی خاص بات''۔ سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''ملٹری انٹیلی جنس میں تمہارے بہت قریبی رابطے ہیں۔ مجھے معلوم ہے''...... سردار ارباب نے کہا تو سیٹھ ہاشم بے اختیار چونک پڑا۔

''ہاں۔ مگر کیوں۔ کوئی خاص بات''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''اب یہ بات تو کہنے کی نہیں ہے کہ ہم دونوں ایک ایسے دھندے میں ملوث ہیں جو اس دور کا انتہائی فائدہ مند دھندہ کہلاتا ہے''...... سردار ارباب نے کہا۔

''تم تو بلڈرز ہو اور میرا تو شیئرز کا بزنس ہے''...... سیٹھ ہاشم نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے سردار ارباب بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''اس قدر خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے سیٹھ ہاشم۔ ہم دونوں معاشرے میں ایک ایسے مقام پر ہیں کہ ہماری طرف کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ چلو تم اس کا نام نہ لو۔ اسے بلیک کرائم کہہ لو''...... سردار ارباب نے کہا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ مقصد کی بات کرو''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''ہمارے گروپ نے تقریباً دو سال پہلے ایک فری لانسر فوٹوگرافر کو پیشہ ور قاتلوں کے ایک گروپ کے ذریعے اس لئے ہلاک کرایا

تھا کہ اس کے پاس ہمارے گروپ کے بڑے واضح ثبوت پہنچ گئے
تھے اور اس کی ہلاکت بے حد ضروری ہو گئی تھی ورنہ ہمارا پورا
گروپ سامنے آ سکتا تھا۔ دو سال تک تو اس سلسلے میں کچھ نہیں ہوا
لیکن اب دو سال بعد ملٹری انٹیلی جنس اس معاملے پر حرکت میں آ
گئی ہے اور سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ ملٹری انٹیلی جنس نے براہ
راست کام نہیں کیا بلکہ انڈر ورلڈ میں کام کرنے والے ایک آدمی
ٹائیگر کو اس معاملے کی چھان بین کے لئے لگا دیا۔ یہ ٹائیگر انتہائی
خطرناک آدمی ثابت ہوا کیونکہ یہ ہمارے تہہ در تہہ منصوبے کی ہر
تہہ کو کھولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہم براہ راست
کوئی کام نہیں کرتے بلکہ ہر کام کو مختلف افراد کے ذریعے اس انداز
میں کراتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے سے واقف نہیں ہوتا۔ اس
طرح کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی آج تک پہنچا ہے۔ لیکن
یہ ٹائیگر مجھ تک پہنچ رہا تھا اس لئے میں نے اس کی فوری ہلاکت کا
فیصلہ کر لیا اور اتفاق سے ہمارے گروپ کے لئے کام کرنے والا
ایک پیشہ ور قاتل اس وقت میرے پاس موجود تھا۔ وہ ٹائیگر کو بھی
اچھی طرح جانتا تھا۔ چنانچہ میں نے ٹائیگر کی ہلاکت کا ٹاسک اسے
دے دیا۔ اس کی ڈیمانڈ کے مطابق اس کو ایڈوانس ادائیگی بھی کر
دی گئی۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ اس قاتل نے اس ٹائیگر کو ہمارے
پلازے کے اندر ہی گھیر لیا اور اس پر حملہ کر دیا اور وہاں موجود افراد
نے اسے کار میں ڈال کر قریبی ہسپتال پہنچا دیا ہے لیکن اس ٹائیگر

کی گردن اس انداز میں کٹ گئی ہے کہ اس کا زندہ بچنا ناممکن ہے۔
مجھے جب رپورٹ ملی تو میں نے ہسپتال سے تصدیق کر لی۔ مجھے
بتایا گیا کہ اس آدمی کا آپریشن کر دیا گیا ہے لیکن اس کے بچنے کے
امکانات بے حد کم ہیں۔ اس کی حالت شدید خطرے میں ہے۔ اس
طرح مجھے بھی یقین ہو گیا کہ میرے آدمی نے اپنا کام کر دکھایا
ہے۔ اس فوٹوگرافر کی ہلاکت کا کام اب مزید آگے نہ بڑھ سکے
گا''...... سردار ارباب نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''تم نے بہت اچھا کیا کہ معاملات کو فوری سمیٹ لیا۔ لیکن
اب کیا ہوا ہے کہ تم نے فون کیا ہے۔ کیا وہ آدمی بچ گیا ہے''۔
سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

''نہیں۔ وہ تو بچ نہیں سکتا اور اگر بچ بھی گیا تو شاید باقی ساری
عمر مفلوج ہو کر گزارے گا۔ بہرحال ہمارے لئے اب وہ خطرہ نہیں
رہا۔ مجھے اصل میں ملٹری انٹیلی جنس کے بارے میں تشویش ہے۔ وہ
آدمی ٹائیگر از خود کام نہیں کر رہا تھا بلکہ ملٹری انٹیلی جنس نے اسے
آگے کیا تھا اس لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے کہ تمہارے تعلقات
ملٹری انٹیلی جنس میں بے حد گہرے ہیں۔ تم اس بارے میں معلوم
کرو کہ دو سال بعد اس سلسلے میں کام کیوں ہو رہا ہے۔ کس کے
کہنے پر ہو رہا ہے اور اگر ہو سکے تو اس کارروائی کو ختم کرا دو۔ اس
کے لئے جتنا معاوضہ وہ مانگیں میں دینے کے لئے تیار ہوں''۔
سردار ارباب نے کہا۔

"فوٹوگرافر کا کیا نام تھا"...... سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

"اس کا نام کاشف تھا اور وہ فری لانسر فوٹوگرافر تھا"...... سردار ارباب نے جواب دیا۔

"اور کام کرنے والے آدمی کا نام ٹائیگر تھا"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"ہاں۔ وہ انڈر ورلڈ میں کام کرنے والا آدمی تھا"...... سردار ارباب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ میں تمام معلومات حاصل کر کے تمہیں فون کروں گا اور بے فکر رہو۔ کوئی بھی مسئلہ ہوا تو وہ تمہاری مرضی کے مطابق حل ہو جائے گا"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"مجھے تم سے یہی امید تھی۔ میں تمہاری کال کا منتظر رہوں گا۔ گڈ بائی"...... سردار ارباب نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سیٹھ ہاشم نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحے خاموش بیٹھے رہنے کے بعد اس نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے تین بٹن پریس کر دیئے۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے اس کے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ملٹری انٹیلی جنس کے میجر شوکت سے میری بات کراؤ"۔ سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی

سیٹھ ہاشم نے رسیور رکھ دیا۔ ملٹری انٹیلی جنس میں میجر شوکت اس کا خاص آدمی تھا۔ وہ انٹیلی جنس آپریشنل سیکشن میں کام کرتا تھا اس لئے ملٹری انٹیلی جنس کے تمام معاملات کا اسے علم رہتا تھا یا اگر علم نہ ہوتا تو وہ آسانی سے معلوم کر لیتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ میجر شوکت ملٹری انٹیلی جنس میں خاصا موثر آدمی تھا اس لئے اس کے ذریعے معاملات کو آسانی سے سیٹ کر لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے سردار ارباب کے اس کام کے لئے میجر شوکت سے ہی بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سیٹھ ہاشم نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"میجر شوکت لائن پر ہیں"...... دوسری طرف سے اس کے فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ سیٹھ ہاشم بول رہا ہوں"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"میجر شوکت بول رہا ہوں سیٹھ ہاشم صاحب۔ آج بڑے عرصے بعد یاد کیا ہے آپ نے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"آپ اور آپ کے محکمے سے تو ہمیں ویسے ہی ڈر لگتا ہے"۔ سیٹھ ہاشم نے کہا تو میجر شوکت بے اختیار ہنس پڑا۔

"ہم تو آپ کے تابعدار ہیں جناب۔ ہم سے کیا ڈرنا اور رہا ہمارا محکمہ تو ہمارے ہوتے ہوئے محکمے سے ڈرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے"...... میجر شوکت نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ایک کام ہے اور وہ یہ کہ آج سے دو سال پہلے ایک فری لانسر فوٹوگرافر جس کا نام کاشف تھا کو شہر میں کسی جگہ گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ اب دو سال بعد اطلاع ملی ہے کہ ملٹری انٹیلی جنس اس فوٹوگرافر کی ہلاکت پر کام کر رہی ہے اور محکمے نے خود کام کرنے کی بجائے انڈر ورلڈ میں کام کرنے والے ایک آدمی ٹائیگر کو آگے کیا تھا۔ یہ ٹائیگر بھی ایک قاتلانہ حملے میں ہلاک ہو چکا ہے لیکن میں معلوم کرانا چاہتا ہوں کہ اس معمولی سے کام کے لئے ملٹری انٹیلی جنس کیوں اور کس کے کہنے پر حرکت میں آئی ہے اور اس نے اس ٹائیگر کو یہ کام کیوں سونپا ہے''..... سیٹھ ہاشم نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''اس ٹائیگر کے بارے میں آپ مزید کچھ بتا سکتے ہیں''۔ میجر شوکت نے کہا۔

''بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ انڈر ورلڈ کے لئے کام کرتا تھا''..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''ایک بات تو میں آپ کو حتمی طور پر بتا دوں کہ ملٹری انٹیلی جنس ایسے کسی کیس پر کام نہیں کر رہی اور نہ ہی کبھی ملٹری انٹیلی جنس نے انڈر ورلڈ میں کسی کو اپنے لئے آگے بڑھایا ہے اور نہ ہی ملٹری انٹیلی جنس کا یہ طریقہ ہے اس لئے ملٹری انٹیلی جنس کا صرف نام لیا گیا ہے۔ البتہ ٹائیگر کا نام سن کر میرے سامنے ایک اور منظر ابھرا ہے اور اگر یہ وہی ٹائیگر ہے تو پھر سمجھ لیں کہ اس فوٹوگرافر

کاشف کے قتل کے پیچھے ملکی سلامتی کے خلاف کوئی کام ہوا ہے''۔ میجر شوکت نے کہا تو سیٹھ ہاشم کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''ملکی سلامتی۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ ایک عام سے فوٹوگرافر کے قتل کا تعلق ملکی سلامتی سے کیسے ہو گیا۔ ایسے لوگ تو قتل ہوتے ہی رہتے ہیں''..... سیٹھ ہاشم نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹائیگر نام کا ایک آدمی انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے لیکن وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک انتہائی خطرناک ایجنٹ علی عمران کا شاگرد ہے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس صرف اس کام میں ہاتھ ڈالتی ہے جس کا تعلق ملکی سلامتی سے ہوتا ہے اس لئے اگر یہ وہی ٹائیگر ہے تو پھر یہ کام لازماً ملکی سلامتی کا ہو گا''۔ میجر شوکت نے کہا۔

''ٹائیگر تو ہلاک ہو چکا ہے''..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''میں معلوم کر کے آپ کو کال کروں گا کہ اصل صورت حال کیا ہے لیکن میرا معاوضہ کب اور کیسے ملے گا''..... میجر شوکت نے کہا۔

''پہلے کبھی تمہیں معاوضہ نہیں ملا''..... سیٹھ ہاشم نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اوہ نہیں۔ ٹھیک ہے۔ میں آپ کو فون کروں گا''..... میجر

شوکت نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سیٹھ ہاشم نے رسیور رکھ دیا۔

''سردار ارباب ملکی سلامتی کے معاملے میں کیسے ملوث ہو سکتا ہے۔ وہ تو اغوا برائے تاوان کا دھندہ کرتا ہے لیکن اگر واقعی وہ ایسے معاملے میں ملوث ہے تو پھر مجھے بھی خطرہ ہو سکتا ہے''۔ سیٹھ ہاشم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس بارے میں کوئی فیصلہ کرتا فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''سیٹھ ہاشم بول رہا ہوں''...... سیٹھ ہاشم نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''مولا داد بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کوئی خاص بات جو تم نے فون کیا ہے''...... سیٹھ ہاشم نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''جناب خاصی اہم اطلاعات آپ تک پہنچانی ہیں''...... مولا داد نے کہا تو سیٹھ ہاشم بے اختیار چونک پڑا۔

''کیسی اطلاعات''...... سیٹھ ہاشم نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''سیٹھ صاحب۔ اچانک کسی پراسرار گروپ نے ہمارے خلاف کام شروع کر دیا ہے اور وہ جس تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے وہ انتہائی خطرناک ہے''...... مولا داد نے کہا تو سیٹھ ہاشم کا چہرہ

حیرت سے بگڑتا چلا گیا۔

''کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے''...... سیٹھ ہاشم نے قدرے چیخ کر کہا۔

''باس۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ مجھ تک ہر قسم کی معلومات پہنچ جاتی ہیں اس لئے مجھے معلوم ہے کہ سپر چیف نے ڈی ایس پی رانا فاروق کو ہلاک کرانے کے لئے کالو دادا کو حکم دیا۔ کالو دادا نے اس کام کے لئے ایک پیشہ ور قاتل سائمن کی خدمات حاصل کیں اور سائمن نے ہوٹل میں اپنے کمرے کی کھڑکی سے ہی کار چلاتے ہوئے رانا فاروق کو ہلاک کر دیا۔ اسے ایکسیڈنٹ سمجھا گیا لیکن پھر اطلاع ملی کہ دو عورتیں سائمن کے کمرے میں گئیں اور جب وہ واپس گئیں تو کچھ دیر بعد ایک آدمی کے سائمن کے کمرے میں جانے پر معلوم ہوا کہ وہ کمرے میں بے ہوش پڑا ہوا ہے اور پھر جب اسے ہوش دلایا گیا تو وہ ذہنی طور پر ختم ہو چکا تھا۔ اسے ہسپتال میں داخل کرایا گیا جہاں سے رپورٹ ملی ہے کہ اس پر انتہائی خوفناک ذہنی تشدد کیا جاتا رہا ہے اس لئے سائمن کا ذہن ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اچانک اطلاع ملی کہ کالو دادا کے خفیہ جواء خانے میں قتل عام کر دیا گیا ہے۔ وہاں آٹھ دس مشین گنوں سے مسلح افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ وہاں جواء کھیلنے والے سو ڈیڑھ سو افراد کو بھی گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی کالو دادا کی لاش بھی اس کے آفس سے ملی ہے۔ اس پر بھی شدید

ذہنی تشدد کیا گیا ہے۔ دوسری طرف انڈر ورلڈ میں کام کرنے والے ایک خطرناک آدمی ٹائیگر کے بارے میں رپورٹ ملی ہے کہ اس نے گارڈن کلب کے ریمنڈ کو اغوا کر لیا اور پھر اس کی لاش سامنے آئی۔ اس کے بعد ریڈ پینتھر کلب کے رابسن کے ساتھ بھی یہی حشر ہوا اور پھر وہ ٹائیگر ہمارے جیسا دھندہ کرنے والے سردار ارباب تک پہنچ گیا لیکن سردار ارباب تک پہنچنے سے پہلے ایک پیشہ ور قاتل راکی نے اس پر قاتلانہ حملہ کر دیا اور اسے شدید زخمی کر دیا جسے ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ میں نے وہاں جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق اس کی گردن کٹ گئی تھی جس کا آپریشن ہوا ہے لیکن ٹائیگر کی جان شدید خطرے میں تھی کہ حکومت نے اسے عام ہسپتال سے کسی بڑے ہسپتال میں منتقل کر دیا ہے جس کے بارے میں مزید معلومات نہیں مل سکیں اور اس ہسپتال کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہو سکا جہاں اسے منتقل کیا گیا ہے۔ کالو دادا کی موت اور اس پر تشدد سے یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ معاملات سورج دادا تک پہنچ سکتے ہیں اور سورج دادا کو میں نے اطلاع دے دی ہے۔ وہ روپوش ہو گئے ہیں لیکن اس طرح ہمارا سارا کاروبار ختم ہو کر رہ جائے گا''...... مولا داد جب بولنے پر آیا تو مسلسل بولتا چلا گیا۔

''کالو دادا ہلاک ہو گیا ہے۔ سائمن قاتل کو ذہنی طور پر ختم کر دیا گیا۔ ریمنڈ اور رابسن بھی ہلاک کر دیئے گئے۔ ٹائیگر کے بارے

میں تو معلوم ہوا ہے کہ اس کا تعلق کسی سیکرٹ سروس سے ہے اور سیکرٹ سروس ملک میں کام نہیں کرتی۔ ملک سے باہر کرتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس ٹائیگر ان عورتوں اور کالو دادا کو ہلاک کرنے والوں کا تعلق کسی ایسے گروپ سے ہے جو اغوا برائے تاوان پر ہمارے ہولڈ کو ختم کرنا چاہتا ہے''...... سیٹھ ہاشم نے تیز لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ آپ نے درست سوچا ہے۔ اس گروپ کو ہر صورت میں نہ صرف ٹریس کیا جائے بلکہ اس کا خاتمہ بھی کیا جائے''۔ مولا داد نے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ کون سا گروپ ہو سکتا ہے''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''میں نے اس پر بہت سوچا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کام ہمارے سب سے بڑے مخالف گروپ منگی گروپ کا ہے''...... مولا داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ منگی گروپ اس حد تک نہیں آ سکتا۔ یہ مجھے بہادرستان کے اول خان گروپ کا کام لگتا ہے۔ وہ یقیناً ہمیں ختم کر کے پاکیشیا کے اس بزنس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال تم فکر مت کرو۔ میں ابھی سپر چیف سے بات کرتا ہوں۔ جو بھی اس کام میں ملوث ہو گا وہ اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کام ہو جانا چاہئے کیونکہ ہمارے تینوں گروپس خوف کی وجہ سے کام روک رہے ہیں"...... مولا داد نے کہا۔

"صرف سورج دادا سائیڈ پر ہو جائے۔ کام تو جاری رہنا چاہئے"۔ سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"جناب۔ سورج دادا کی سرپرستی کے بغیر گروپ اغوا برائے تاوان کی وصولی کا دھندہ بخوبی سے نہیں کر سکتا۔ اب یہاں کی پولیس ان معاملات میں خاصی تیز ہوتی جا رہی ہے۔ رانا فاروق ڈی ایس پی نے سائبر کرائم کی خصوصی ٹریننگ لے رکھی تھی۔ یہ تو اچھا ہوا کہ اسے ہلاک کر دیا گیا لیکن اس جیسے اور بھی بہت آ سکتے ہیں اور اگر ہمارے اندر اختلافات ہوں گے تو ہم کام نہیں کر سکیں گے"...... مولا داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سپر چیف سے بات کرتا ہوں۔ مطمئن رہو۔ تمہارے تمام خدشات جلد ختم ہو جائیں گے"...... سیٹھ ہاشم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے اس کے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"سپر چیف سے فوری بات کراؤ"...... سیٹھ ہاشم نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور الجھن کے تاثرات

نمایاں تھے۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"سپر چیف سے بات کریں جناب"...... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"سیٹھ ہاشم بول رہا ہوں سر"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"یس۔ کوئی خاص بات"...... دوسری طرف سے سپر چیف کی مخصوص بھاری آواز سنائی دی۔

"ابھی مولا داد کی کال آئی ہے جناب"...... سیٹھ ہاشم نے کہا اور پھر اس نے مولا داد کی بتائی ہوئی ساری باتیں پوری تفصیل سے دوہرا دیں۔

"ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ واقعی کوئی خطرناک گروپ ہمارے خلاف حرکت میں ہے۔ ہم تو بہت سے رابطوں سے کام کرتے ہیں اس کے باوجود ان لوگوں کا کالو دادا تک پہنچ جانا اور اب سورج دادا کے پیچھے جانا یہ سب تو ہمارے لئے بے حد پریشان کن ہے"...... سپر چیف نے انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"مولا داد بھی یہی کہہ رہا تھا سپر چیف۔ ہمارے تینوں گروپوں نے پکڑے جانے کے خوف سے کام روک دیا ہے"...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"لیکن یہ کن کا کام ہو سکتا ہے۔ پولیس یا انٹیلی جنس۔ کون ہو

سکتا ہے''..... سپر چیف نے کہا۔

''جناب۔ میرا خیال ہے کہ نہ پولیس یہ کام کر رہی ہے اور نہ ہی انٹیلی جنس۔ اس ٹائیگر کے حرکت میں آنے کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس یہ کام کر رہی ہے لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس ایسے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی لیکن اگر ٹائیگر کو عام ہسپتال سے کسی خاص اور خفیہ ہسپتال میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ہمارے خلاف باقاعدہ سازش کی جا رہی ہے۔ مولا داد کا خیال ہے کہ ہمارے خلاف منگی گروپ کام کر رہا ہے جبکہ میرا خیال ہے کہ ہمارے خلاف بہادرستان کا اول خان گروپ کام کر رہا ہے''..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''منگی گروپ اور اول خان گروپ۔ ہاں۔ ان دونوں کے بارے میں مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے علاقوں کی بجائے یہاں ہمارے علاقوں میں کام شروع کر دیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ یہ لوگ ایک آدھی کارروائی کے بعد واپس اپنے علاقوں میں چلے جائیں گے لیکن شاید انہوں نے اب یہاں مستقل کام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے''..... سپر چیف نے کہا۔

''سپر چیف۔ منگی گروپ کا تعلق جس علاقے سے ہے وہاں بڑا شکار بہت کم ملتا ہے جبکہ ہمارے علاقے بڑے شکاروں سے بھرے پڑے ہیں۔ ابھی آپ نے سیٹھ ارشاد موتی والا مشن دیکھا ہے۔

چند گھنٹوں میں کروڑوں روپے مل گئے۔ ایسے بے شمار شکار یہاں موجود ہیں اور بہادرستان کا اول خان گروپ اپنے علاقے میں اب کم کام کر سکتا ہے کیونکہ وہاں ان کی نگرانی شروع ہو چکی ہے اس لئے وہ یہاں شکار کھیل سکتا ہے اور مستقل پیمانے پر صرف اس وقت جب وہ ہمارے گروپ سے چھٹکارہ پا لے''..... سیٹھ ہاشم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے۔ اب ہمیں دونوں گروپوں کا فوری خاتمہ کرنا ہو گا''..... سپر چیف نے کہا۔

''سپر چیف۔ ہمیں سب سے پہلے ان لوگوں کا خاتمہ کرنا ہو گا جو ہمارے خلاف کام کر رہے ہیں۔ وہ ٹائیگر، وہ دونوں عورتیں اور ان کے وہ ساتھی جو ابھی تک ہماری نظروں میں نہیں آئے ورنہ اگر ہم ان کا خاتمہ کئے بغیر گروپوں سے لڑ پڑے تو ہمارا خاتمہ بھی ہو سکتا ہے''..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''لیکن اس کے لئے ہمیں یہ تو معلوم ہو کہ ان لوگوں کا سرغنہ کون ہے۔ ٹائیگر اگر زندہ ہے تو یقیناً وہ اس حالت میں نہیں ہو گا کہ کچھ بتا سکے اور ان عورتوں کو کیسے ٹریس کیا جائے''..... سپر چیف نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ان دونوں عورتوں کو ٹریس کرنے کے لئے اگر ہم ماسٹر ٹریننگ والوں کی خدمات حاصل کریں تو وہ جلد یہ کام کر سکتے ہیں۔ انہیں ایسے کاموں میں خصوصی مہارت حاصل

ہے''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ میں کر لوں گا اب یہ کام۔ اوکے۔ گڈ بائی''...... سپر چیف نے اس بار قدرے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سیٹھ ہاشم نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

عمران ناشتے کے بعد تازہ اخبارات دیکھنے میں مصروف تھا۔ کالو دادا کے بعد اس نے سورج دادا کو بھی تلاش کیا تھا لیکن پھر اسے حتمی طور پر معلوم ہو گیا تھا کہ سورج دادا ایک ہفتے کے لئے کافرستان گیا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے یہی سوچا کہ ایک ہفتے بعد وہ اسے پکڑ کر اس کے ذریعے سیٹھ ارشاد کو اغوا برائے تاوان کرنے والے سارے گروپ کے ساتھ سامنے لے آئے گا۔ ان دنوں چونکہ اس کے پاس کوئی کام نہ تھا اس لئے وہ بیٹھا اخبارات پڑھنے میں مصروف تھا۔ سلیمان ناشتے کے خالی برتن سمیٹنے کے بعد مزید خریداری کے لئے مارکیٹ چلا گیا تھا اور عمران کو معلوم تھا کہ وہ اب دو تین گھنٹوں سے پہلے واپس نہیں آئے گا۔ ایک بار اسے ٹائیگر کا خیال آیا۔ اسے یاد تھا کہ اس نے ٹائیگر کے ذمے فری لانسر فوٹوگرافر کاشف کے قاتلوں کو ٹریس کرنے کا کام لگایا تھا لیکن

ابھی تک ٹائیگر کی طرف سے کوئی رپورٹ نہ آنے کا مطلب تھا کہ وہ اس کام میں ابھی مصروف ہے اور کسی نتیجے تک ابھی تک نہیں پہنچا ورنہ وہ رپورٹ دے دیتا۔ ویسے بھی دو سال پہلے کی واردات کو ٹریس کرنا آسان کام نہیں تھا اور اسے معلوم تھا کہ ٹائیگر بہرحال اسے ٹریس کر لے گا کیونکہ ٹائیگر ایسے کاموں میں خاصا ماہر تھا۔ ابھی اس کی نظر ایک خبر پر جمی ہوئی تھی کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"حکومت کو فون کرنے اور فون سننے کے باقاعدہ اوقات مقرر کرنے چاہئیں۔ یہ کیا ہوا کہ جب چاہا فون کر کے دوسرے کو ڈسٹرب کر دیا"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اخبار پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"ایکسٹو"...... دوسری طرف سے مخصوص آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ شاید اس کے ذہن میں بھی نہ تھا کہ اتنی صبح ایکسٹو اسے فون کر سکتا ہے۔

"کیا ایکسٹو، ایکس تھری بننا چاہتا ہے"...... عمران نے کہا۔ ظاہر ہے وہ اکیلا تھا اس لئے اب ڈرامہ جاری رکھنے کی ضرورت نہ تھی اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ بلیک زیرو نے کیوں اصل آواز کی بجائے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کال کی ہے کیونکہ عمران نے جس

انداز میں اپنا تعارف کرایا تھا اس سے یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ اکیلا نہ ہو۔

"تو آپ میری تنزلی کرنا چاہتے ہیں لیکن پھر ایکسٹو کسے بنائیں گے۔ کیا سلیمان کو"...... اس بار دوسری طرف سے بلیک زیرو نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"ارے۔ تنزلی نہیں ترقی۔ ٹو کے بعد ترقی کر کے ہی تھری بنا جاتا ہے۔ اب تم چیک پر ٹو کی بجائے تھری لکھ دو تو کیا رقم میں اضافہ نہ ہو جائے گا اور جہاں تک سلیمان کا تعلق ہے وہ تو سپر ون ہے۔ نہ ٹو بنے گا اور نہ ہی خالی ون"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ کو ٹائیگر کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا"...... بلیک زیرو نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ کیا معلوم ہونا تھا"...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"ڈان پلازہ کے اندر کسی نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا اور کسی تیز دھار آلے سے اس کی گردن کاٹ دی گئی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا کہ اس کی شہ رگ کٹنے سے بچ گئی لیکن خون بہت زیادہ نکل جانے کی وجہ سے اس کی حالت بے حد خطرناک ہو گئی تھی۔ وہاں کے لوگوں نے اسے قریبی ہسپتال پہنچایا جہاں اس کا آپریشن تو کر

دیا گیا لیکن زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے اس کی حالت شدید
خطرے میں تھی لیکن اس کی خوش قسمتی کہ نعمانی اپنے ہمسائے کی
عیادت کے لئے ہسپتال گیا تو وہاں اس نے ٹائیگر کو آئی سی یو میں
لے جاتے دیکھا تو اس نے معلومات حاصل کیں اور پھر اس نے
آپ کو فون کیا لیکن آپ کے فلیٹ سے فون اٹنڈ نہ کیا گیا تو اس
نے براہ راست مجھے فون کیا۔ میں نے فوراً ڈاکٹر صدیقی کو فون کر
کے اسے حکم دیا کہ ٹائیگر کو سپیشل ہسپتال شفٹ کرایا جائے۔ چنانچہ
ایسا ہی ہوا۔ ڈاکٹر صدیقی نے وہاں دوبارہ اس کا آپریشن کیا اور
پھر اسے خون دیا گیا۔ اب اس کی حالت خطرے سے باہر بتائی جا
رہی ہے اور وہ ہوش میں آ چکا ہے لیکن اس کی حالت ایسی ہے کہ
ابھی اسے دس بارہ دن لازماً ہسپتال میں رہنا پڑے گا''...... بلیک
زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ مجھے کسی نے بتایا ہی نہیں''...... عمران نے کہا۔

''میں نے گیارہ بجے رات کو فون کیا تھا لیکن کسی نے فون ہی
اٹنڈ نہیں کیا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اوہ۔ میں تو رات ایک بجے واپس آیا تھا جبکہ سلیمان گاؤں
گیا ہوا تھا۔ وہ صبح سویرے واپس آیا ہے۔ میں ابھی جاتا ہوں
ٹائیگر کے پاس''...... عمران نے کہا۔

''لیکن عمران صاحب۔ یہ حملہ ہوا کیوں ہو گا۔ کیا انڈر ورلڈ کا
کوئی پرابلم ہے یا ٹائیگر کسی خاص مشن پر کام کر رہا تھا''...... بلیک

زیرو نے کہا۔

''خاص مشن تو ایک ہی تھا کہ دو سال پہلے فری لانسر فوٹو گرافر
کاشف کو ہلاک کر دیا گیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے اغوا برائے
تاوان کے شکار افراد کی تصاویر بنائی تھیں اور ایسا وائلنٹ کرائم
مطلب ہے کہ سفاکانہ جرم کرنے والوں کو اس کا علم ہو گیا اور اسے
ہلاک کر دیا گیا۔ یہاں آرٹ کونسل میں تصاویر کی نمائش میں وہ
تصویر بھی رکھی گئی تھی اور پھر جب مجھے اس بارے میں معلوم ہوا تو
میں نے ٹائیگر کے ذمے لگایا کہ وہ فوٹو گرافر کاشف کے قاتلوں کو
ٹریس کرے۔ اس کے علاوہ اور کچھ ہو تو مجھے علم نہیں ہے''۔ عمران
نے کہا۔

''تو کیا آپ اغوا برائے تاوان کے اس سفاکانہ جرم پر کام کر
رہے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن یہ اس قدر وسیع نیٹ ورک ہے کہ آخری سرا ہاتھ
ہی نہیں آ رہا۔ بہرحال اب میں سوچ رہا ہوں کہ اسے فور سٹارز کے
ذمے لگا دوں''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ یہ واقعی وائلنٹ کرائم ہے اور ان دنوں تو اس
میں خاصی تیزی نظر آ رہی ہے۔ اصل میں تو یہ کام پولیس اور انٹیلی
جنس کا ہے عمران صاحب۔ لیکن نجانے کیوں یہ فورسز کام نہیں
کرتیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہمارے ملک میں ان فورسز کو کرائم کے خلاف کام کرنے

کا وقت ہی نہیں دیا جاتا اور غیر ضروری مسائل میں الجھا دیا جاتا ہے"..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے عمران صاحب۔ آپ اور فور سٹارز ضرور اس پر کام کریں۔ اللہ حافظ"..... بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی رسیور رکھ دیا۔ وہ چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا اور پھر اس نے رسیور اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"صالحہ بول رہی ہوں عمران صاحب"۔ دوسری طرف سے صالحہ کی آواز سنائی دی تو عمران ایک بار پھر چونک پڑا کیونکہ صالحہ سوائے اشد ضرورت کے اسے براہ راست فون نہیں کرتی تھی۔

"صالحین بولتے کم ہیں اور عبادت زیادہ کرتے ہیں۔ میں درست کہہ رہا ہوں نا"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صالحین کا بولنا بھی عبادت میں شامل ہوتا ہے عمران صاحب"..... صالحہ نے جواب دیا تو عمران اس کی خوبصورت بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔

"ارے واہ۔ ہر طرف سے صالحین ہی فائدے میں رہتے ہیں۔ بہرحال آج کیسے فون کرنے کا خیال آ گیا"..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ آپ تو فلیٹ پر ہوتے ہی نہیں اور سلیمان سیدھے منہ جواب ہی نہیں دیتا۔ آپ کے شاگرد ٹائیگر کے ذمے ایک اہم کام لگانا تھا۔ کیا وہ کام کرے گا"..... صالحہ نے کہا تو عمران ایک بار پھر چونک پڑا۔

"ٹائیگر کے لئے کام۔ کیا مطلب۔ کھل کر بات کرو"..... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ایک بدمعاش ہے کالو دادا۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تھیں"..... صالحہ نے کہا تو اس بار عمران کے چہرے پر حقیقتاً انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"تم کالو دادا کو کیسے جانتی ہو"..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں جانتی ہوتی تو پھر ٹائیگر کے ذمے یہ کام کیوں لگانے کا کہتی"..... صالحہ نے جواب دیا۔

"میرا مطلب تھا کہ تم نے کالو دادا کو ٹریس کر کے کیا کرنا ہے۔ تم اصل بات کھل کر بتاؤ"..... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ یہاں ایک ڈی ایس پی تھا رانا فاروق۔ وہ ہمارے دور کے عزیزوں میں سے تھا۔ اس کی کار کا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ میرے ڈیڈی ملک سے باہر تھے اس لئے انہوں نے مجھے فون کیا اور کہا کہ میں ان کی طرف سے رانا فاروق کی تعزیت کرنے جاؤں۔ چنانچہ میں وہاں گئی۔ رانا فاروق کے

والد ایڈیشنل سیکرٹری ہیں اور رانا فاروق ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ میں
واپس آئی تو نازیہ ویسے ہی سامنے آ گئی۔ اسے جب میں نے رانا
فاروق کے بارے میں بتایا کہ اس کی کار اچانک سیدھی جاتے
جاتے مڑ کر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرا گئی تو اسے یقین نہ آیا
کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے ایک کرائم رپورٹر مشہدی سے
بات کی تو مشہدی نے بتایا کہ رانا فاروق کی گردن میں دور مار
رائفل سے گولی ماری گئی ہے۔ ایک ہی گولی چلائی گئی ہے اور وہ
اس قدر تیز رفتاری سے چلتی ہوئی کار میں رانا فاروق کی گردن میں
لگی۔ اس سے میں سمجھ گئی کہ یہ کام کسی ماہر نشانے باز اور پیشہ ور
قاتل کا ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میں اور نازیہ مشہدی کو ساتھ لے کر
جائے واردات پر گئیں اور میں نے کار کی رفتار، گولی کی سمت اور رخ
مشہدی سے معلوم کر کے اسے تو واپس بھجوا دیا لیکن میں نے خود ان
ساری باتوں کو مدنظر رکھ کر چیکنگ کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ سڑک
کی دوسری طرف کھڑکیوں کی قطار میں سے ایک کھڑکی سے یہ فائر
کیا گیا تھا۔ یہ ہوٹل ریڈ سٹار کی عقبی سمت تھی۔ میں اور نازیہ وہاں
پہنچ گئیں اور اندازے کے مطابق اس کمرے تک پہنچ گئیں جس کی
عقبی کھڑکی سے یہ واردات میرے خیال کے مطابق کی گئی تھی۔
وہاں کمرے کے باہر نیم پلیٹ پر نام سائمن لکھا ہوا تھا۔ میں نے
دستک دی تو دروازہ جس آدمی نے کھولا اس کا چہرہ اور اس کا انداز
دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہی ہمارا مطلوبہ آدمی ہے۔ پھر مجھے

وہاں پڑی ایک دور مار رائفل کا کیس بھی نظر آ گیا۔ سائمن سے
پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ شکاری ہے۔ ہم نے سوچا کہ فی الحال
واپس چلی جائیں اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں
لیکن اس نے اچانک ہم پر حملہ کر دیا تو ہم نے اسے بے ہوش کر
دیا۔ پھر اسے باندھ کر جب اس سے پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے
کچھ نہ بتایا جس پر مجھے خنجر سے اس کے نتھنے کاٹنے پڑے اور پھر
پیشانی پر دو ضربیں لگانے کے بعد اس نے یہی بتایا کہ اسے یہ کام
کالو دادا نے دیا تھا اور اسے اس سے زیادہ اس بارے میں معلوم نہ
تھا۔ کالو دادا فون پر آرڈر دیتا تھا اور اس کے اکاؤنٹ میں معاوضہ
پہنچ جاتا تھا۔ سائمن کا شعور ختم ہو گیا تھا اس لئے ہم اسے بے
ہوش کر کے واپس آ گئیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ اسے ہسپتال میں
داخل کرایا گیا ہے لیکن اس کا ذہن ختم ہو چکا تھا۔ میں نے اور
نازیہ نے اپنے طور پر کالو دادا کے بارے میں معلومات حاصل کیں
لیکن کچھ معلوم نہ ہوا تو میں نے سوچا کہ ٹائیگر کے ذمے یہ کام لگایا
جائے“...... صالحہ نے مسلسل بولتے ہوئے تفصیل سے بات کرتے
ہوئے کہا۔

”لیکن رانا فاروق ایک ڈی ایس پی تھا اور دارالحکومت میں اس
جیسے اور بھی ڈی ایس پی ہوں گے۔ اسے قتل کرنے کے پیچھے مقصد
کیا تھا“...... عمران نے پوچھا۔

”کرائم رپورٹر مشہدی نے بتایا ہے کہ رانا فاروق نے سائبر

کرائم کے سلسلے میں خصوصی ٹریننگ حاصل کی تھی اور وہ موبائل کالز کی ٹریکنگ کے ذریعے مجرموں تک پہنچ جاتا تھا۔ اس نے کئی اغوا برائے تاوان کے مجرموں کو گرفتار کیا تھا"...... صالحہ نے جواب دیا تو عمران ایک بار پھر چونک پڑا۔

"اوہ۔ تو یہ معاملہ ہے۔ ٹائیگر بھی اس سلسلے میں ہسپتال پہنچ چکا ہے۔ اس پر ڈان پلازہ میں قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوئی ہے کہ اس کی جان بچ گئی ہے ورنہ اس کا گلا کاٹ دیا گیا تھا"...... عمران نے چونک کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ کیا ٹائیگر اس ڈی ایس پی کے قتل کے سلسلے میں کام کر رہا تھا"...... دوسری طرف سے صالحہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ اغوا برائے تاوان کے سلسلے میں"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اسے فری لانسر فوٹوگرافر کاشف کے قتل کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

"آپ کا مطلب ہے کہ کالو دادا اغوا برائے تاوان کا گروپ لیڈر ہے اور چونکہ رانا فاروق ڈی ایس پی سائبر کرائم کا ماہر تھا اس لئے اسے اس پیشہ ور قاتل سائمن کے ہاتھوں ہلاک کرا دیا گیا"۔ صالحہ نے کہا۔

"ہاں۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ کالو دادا آخری سیڑھی نہیں ہے اس سیڑھی کا ایک پایہ ہے۔ اس سے اوپر بھی لوگ موجود ہیں"

عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ کیا ٹائیگر نے رپورٹ دی ہے"۔ صالحہ نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہم بھی اس سلسلے میں کام کرتے ہوئے کالو دادا تک پہنچے تھے اور پھر میں نے جوانا کے ساتھ مل کر اس کے خفیہ اڈے پر ریڈ کیا۔ جوانا نے وہاں قتل عام کر دیا۔ ہم کالو دادا تک پہنچ گئے لیکن معلوم ہوا کہ کالو دادا آخری آدمی نہیں ہے۔ اس سے اوپر کوئی سورج دادا ہے۔ پھر ہم نے سورج دادا کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ ایک ہفتے کے لئے کافرستان گیا ہوا ہے۔ جب وہ آئے گا تو پھر ہی آگے بڑھا جا سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے عمران صاحب کہ آپ اغوا برائے تاوان کے کرائم پر کام کر رہے ہیں۔ میں بھی کسی نہ کسی انداز میں اس میں شامل ہو گئی ہوں اس لئے آپ مجھے باقاعدہ طور پر اس میں اپنے ساتھ شامل کر لیں"...... صالحہ نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"پہلی بات یہ ہے کہ یہ معاملہ فورسٹارز کا بنتا ہے اور چیف بھی کہہ رہا تھا کہ اس پر فورسٹارز کو باقاعدگی سے کام کرنا چاہئے اور تمہیں یہ تو معلوم ہی ہو گا کہ میں فورسٹارز میں شامل نہیں ہوں۔ البتہ بطور اللی سٹار مجھے کبھی کبھار شامل کر لیا جاتا ہے۔ تمہیں اس کیس پر کام کرنے کے لئے چیف آف فورسٹارز صدیقی سے بات

کرنا ہو گی لیکن ایک اور مسئلہ بھی ہے کہ آج کل تم نے اپنے ساتھ نازیہ کو بھی شامل کر رکھا ہے اس لئے تمہیں ساتھ رکھنے کا مطلب ہے کہ نازیہ کو بھی ساتھ رکھا جائے جس کی شاید چیف اجازت نہ دے''۔۔۔۔ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا

''یہ کوئی سیکرٹ سروس کا کیس تو نہیں ہے۔ عام جرم ہے اور ہم تو فراغت کی وجہ سے اس پر کام کرنا چاہتی ہیں اور نازیہ کی وجہ سے ہی رانا فاروق کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں اور ہم آگے بڑھ سکیں۔ پھر ایسے کیس میں چیف کیوں انکار کرے گا''۔ صالحہ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں سپر چیف کی بات نہیں کر رہا۔ فورسٹارز کے چیف صدیقی کی بات کر رہا ہوں''۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہمیں تو بس اتنا معلوم ہے کہ آپ ہی سپر چیف ہیں اور آپ ہی چیف ہیں اس لئے میں کہہ رہی ہوں کہ میں نے اور نازیہ نے اس مشن پر کام کرنا ہے''۔۔۔۔ صالحہ نے بڑے لاڈ بھرے لہجے میں کہا۔

''میں کیسے سپر چیف یا چیف ہو گیا۔ سپر چیف تو ایکسٹو ہے اور چیف آف فورسٹارز صدیقی ہے''۔۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہوں گے لیکن آپ کی بات ماننے پر یہ دونوں مجبور ہیں اس لئے ہمارے لئے تو آپ ہی سب کچھ ہیں''۔۔۔۔ صالحہ نے وضاحت

کرتے ہوئے کہا تو عمران کا ستا ہوا چہرہ نارمل ہو گیا ورنہ اس سے پہلے صالحہ کی بات سن کر اس کے ذہن میں خدشات رینگنے لگے تھے کہ کہیں صالحہ کو اصلیت کا علم تو نہیں ہو گیا لیکن اب اس نے جس انداز میں وضاحت کی تھی اس سے بات صاف ہو گئی تھی اس لئے عمران کا چہرہ نارمل ہو گیا تھا۔

''تمہارے اغوا پر تمہارے ڈیڈی تو فوراً کروڑوں روپے دینے پر تیار ہو جائیں گے لیکن نازیہ کے اغوا پر کون دے گا اس کے عوض تاوان''۔۔۔۔ عمران نے کہا تو صالحہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''میں اغوا ہونے کی بات نہیں کر رہی۔ میں اغوا برائے تاوان کے خلاف کام کرنے کی بات کر رہی ہوں''۔۔۔۔ صالحہ نے کہا۔

''ایک شرط پر تمہیں اجازت دلوائی جا سکتی ہے صدیقی سے کہ تم اس کا بھی صفدر جیسا حشر نہیں کرو گی''۔۔۔۔ عمران نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

''صفدر جیسا حشر۔ کیا مطلب۔ میں سمجھی نہیں''۔۔۔۔ صالحہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''تمہارے نام کا پہلا حرف بھی ص ہے اور صفدر کے نام کا پہلا حرف بھی یہی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ اب صفدر اپنے فلیٹ میں اکیلا بیٹھا ہجر و فراق پر مبنی گیتوں کی کیسٹیں سنتا رہتا ہے، آہیں بھرتا رہتا ہے اور صدیقی کے نام کا پہلا حرف بھی ص ہے اس لئے صفدر کی طرح صدیقی بھی ہجر و فراق کی کیسٹیں نہ سننا شروع کر دے

اور آ ہیں بھر بھر کر فلیٹ کی ساری آکسیجن ہی ختم کر دے"۔ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے صالحہ بے اختیار ہنس پڑی اور کافی دیر تک ہنستی رہی۔

"آپ بے حد خطرناک حد تک ذہین اور شرارتی ہیں۔ آپ نے خود بے چارے صفدر کو کہہ کہہ کر اس نوبت تک پہنچا دیا ہے اور اب صدیقی کو بھی اس چکر میں پھنسانا چاہتے ہیں"...... صالحہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ میرا اعزاز نہیں ہے۔ یہ سب تمہاری شاندار کارکردگی کا نتیجہ ہے۔ اب دیکھو نا یہ بے چاری تمہارے مقابلے میں اس کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکی اور تنویر آج بھی اسی طرح پیر تسمہ پا بنا ہوا میری گردن پر سوار ہے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو صالحہ ایک بار پھر ہنس پڑی۔

"آپ مجھے اس طرح ان باتوں میں الجھا کر اصل بات گول نہ کر جائیں۔ آپ ابھی صدیقی کو فون کریں۔ پھر میں فون کروں گی۔ بس اسے فائنل سمجھیں۔ اللہ حافظ"...... صالحہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بے اختیار مسکراتے ہوئے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سپیشل ہسپتال"...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

"ڈاکٹر صدیقی سے بات کرائیں۔ میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ہولڈ کریں جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

"ہیلو۔ ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ڈاکٹر صدیقی کی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی انہوں نے سلام بھی کیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا اور ساتھ ہی سلام کا جواب بھی دے دیا۔

"آپ نے تو وہی والی ڈگریاں ہی دوہرائی ہیں"...... دوسری طرف سے ڈاکٹر صدیقی نے خاصے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو آپ کا کیا خیال تھا کہ ڈگریاں بدل چکی ہوں گی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا کہتے ہیں کہ سچ نہ بولنے والے کے پاؤں نہیں ہوتے۔ مطلب ہے کہ وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہتا اس لئے میں سمجھا کہ آپ کو یاد ہی نہیں رہی ہوں گی کہ آپ نے پہلے کون سی ڈگریاں بتائی تھیں"...... ڈاکٹر صدیقی نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا لیکن انہوں نے عمران کو یہاں براہ راست جھوٹا کہنے کی بجائے سچ نہ بولنے والا کہا تھا تاکہ عمران کا احترام ملحوظ رہے۔

"مطلب ہے کہ میری ڈگریاں جعلی ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب۔ کیا آپ کی نیم پلیٹ پر طویل عرصہ سے وہی ڈگریاں نہیں لکھی ہوئیں حالانکہ میں ہر بار اس امید پر پڑھتا ہوں کہ شاید ان میں اضافہ ہو گیا ہو"...... عمران نے بات کرتے کرتے آخر میں اس کا رخ دانستہ موڑا تھا اور اس نے ڈگریاں تبدیل ہونے کی بات اور ان میں اضافہ کی بات کر دی۔

"آپ سے باتوں میں کوئی نہیں جیت سکتا عمران صاحب۔ آپ نے یقیناً ٹائیگر کے سلسلے میں ہی فون کیا ہو گا"...... ڈاکٹر صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کیا حالت ہے اس کی"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ اب مکمل طور پر خطرے سے باہر ہے لیکن اسے بولنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ گردن پر موجود ٹانکوں پر زور نہ پڑے اور اسے ابھی دس پندرہ روز لازماً ہسپتال میں رہنا پڑے گا"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"وہ سن تو سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ بخوبی"...... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میری بات اس کے کانوں تک پہنچانے کا کوئی انتظام کر دیجئے"...... عمران نے کہا۔

"ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر چند لمحوں کی

خاموشی کے بعد ڈاکٹر صدیقی کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"عمران صاحب۔ میں رسیور ٹائیگر کے کان سے لگا رہا ہوں۔ آپ بات کریں"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"ہیلو ٹائیگر۔ نئی زندگی مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر واقعی رحمت کی ہے۔ بے فکر رہو۔ تم جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ میں ایک اہم معاملے میں پھنسا ہوا ہوں اس لئے فوری طور پر خود نہیں آ سکا۔ ڈاکٹر صدیقی نے بتایا ہے کہ تمہیں بولنے سے منع کیا گیا ہے لیکن تم سن تو سکتے ہو۔ تم لکھ کر ڈاکٹر صدیقی کو بتا دو کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے اور کس نے تم پر حملہ کیا ہے۔ اب تم میری بات ڈاکٹر صدیقی صاحب سے کراؤ"...... عمران نے کہا تو چند لمحوں بعد ڈاکٹر صدیقی کی آواز سنائی دی۔ ظاہر ہے ٹائیگر نے سر کو ہلا کر انہیں اشارہ کیا ہو گا کہ رسیور اس کے کان سے ہٹا لیا جائے۔

"ڈاکٹر صاحب۔ ٹائیگر کو کاغذ اور قلم دے دیں۔ پھر جو کچھ وہ لکھے وہ آپ پڑھ کر مجھے سنا دیں"...... عمران نے کہا۔

"او کے۔ میں آپ کو خود فون کروں۔ آپ فلیٹ میں ہیں نا"۔ ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ فلیٹ پر ہی ہوں"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"صدیقی بول رہا ہوں"...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے

صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے کہا۔

''اوہ آپ عمران صاحب۔ فرمایئے۔ کیسے یاد کیا ہے آج آپ نے''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تمہاری تنظیم فورسٹارز آج کل کیا کرتی پھر رہی ہے''۔ عمران نے کہا۔

''آپ کو کیسے ہماری تنظیم یاد آ گئی۔ خیریت تو ہے۔ ہم تو بس چند چھوٹے موٹے جرائم کے سلسلے میں کام کرتے رہتے ہیں''۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آج کل پاکیشیا میں اغوا برائے تاوان کا کاروبار بڑے عروج پر جا رہا ہے۔ کیا تم نے اس کا نوٹس نہیں لیا''...... عمران نے کہا۔

''نوٹس تو لیا تھا اور اس پر کام بھی کیا تھا لیکن یہ عام سے لالچی لوگ تھے جو امراء کے بچوں کو چند لاکھ روپوں کے حصول کے لئے پکڑ لیتے تھے۔ کوئی بڑا گروہ سامنے نہیں آیا اس لئے ہم بھی خاموش ہو گئے۔ کیا آپ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں اور۔ اوہ۔ اوہ۔ ٹائیگر اسی سلسلے میں تو زخمی نہیں ہوا۔ مجھے نعمانی نے بتایا تھا کہ اس نے اسے عام ہسپتال میں دیکھا تھا۔ آپ فلیٹ پر موجود نہیں تھے۔ چنانچہ اس نے براہ راست چیف کو فون کیا تھا۔ اب کیا حال ہے ٹائیگر کا''...... صدیقی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''اب ٹھیک ہے۔ اس کی حالت تو خطرے سے باہر ہے لیکن ابھی کئی دنوں تک اس کے بولنے پر ڈاکٹروں نے پابندی لگا دی ہے۔ وہ واقعی اس معاملے پر کام کر رہا تھا اور صرف وہ ہی نہیں، میں اور جوانا بھی اس سلسلے میں کام کرتے رہے ہیں۔ ان لوگوں کا نیٹ ورک اس قدر وسیع اور پھیلا ہوا ہے کہ میرا خیال ہے کہ ان کے خلاف فورسٹارز کو باقاعدہ کارروائی کرنا چاہئے''...... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ہم تیار ہیں عمران صاحب۔ آپ ہمیں گائیڈ کریں''۔ صدیقی نے پرجوش لہجے میں کہا۔

''تم میرے فلیٹ پر آ جاؤ۔ پھر تفصیل سے بات ہو گی''۔ عمران نے کہا۔

''اوکے۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ تب تک اللہ حافظ''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں عمران صاحب''...... دوسری طرف سے ڈاکٹر صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''یس ڈاکٹر صاحب۔ ٹائیگر نے کچھ لکھا ہے یا نہیں''...... عمران

نے کہا۔

"ایک نوٹ لکھا ہے۔ میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ اس نے لکھا ہے کہ فوٹوگرافر کاشف کی ہلاکت کا سراغ گارڈن کلب کے ریمنڈ تک پہنچا۔ پھر میں نے ریمنڈ سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ ریمنڈ کی پارٹی ریڈ پینتھر کلب کا مالک رابس تھا۔ میں نے رابس کو کور کیا تو پتہ چلا کہ اصل پارٹی ڈان پلازہ کے مالک اور ڈان بزنس سنٹر کے مالک سردار ارباب ہیں۔ میں سردار ارباب کے پاس ڈان پلازہ پہنچا تاکہ اس سے مل کر معاملات کو آگے بڑھاؤں کہ وہاں ایک پیشہ ور قاتل راسکی مجھے ملا۔ اس نے مجھ سے ہیلو ہیلو کی اور پھر اچانک اس نے اپنی کلائی میں پہنا ہوا مخصوص کڑا جس پر انتہائی تیز بلیڈ لگے ہوئے تھے، کا وار کیا اور میں بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔ پھر مجھے ہوش ہسپتال میں آیا۔ راسکی پیشہ ور قاتلوں کے ایک مخصوص گروپ کانری گروپ سے تعلق رکھتا ہے اور کانری اس گروپ کا سرغنہ ہے۔ اس گروپ کا ہیڈکوارٹر فین روڈ پر گرام کلب میں ہے لیکن یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں"..... ڈاکٹر صدیقی نے مسلسل پڑھتے ہوئے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔

"کیا اتنا ہی لکھا ہوا ہے"..... عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ لیکن عمران صاحب۔ یہ سب کیا ہے۔ ٹائیگر کیا کرتا رہتا ہے۔ یہ پیشہ ور قاتلوں کے گروپ کے بارے میں اس نے لکھا ہے۔ یہ سب کیا ہے"..... ڈاکٹر صدیقی کے لہجے میں بے حد حیرت

تھی۔

"وہ انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے اس لئے یہ اس کے لئے معمولی باتیں ہیں۔ بہرحال آپ نے اب اس کی حفاظت خصوصی طور پر کرنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے بچ جانے کی اطلاع قاتلوں تک پہنچ جائے اور وہ ہسپتال پر ہی حملہ کر دیں کیونکہ پیشہ ور قاتل ہر صورت میں اپنا مشن پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں"..... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں خصوصی خیال رکھوں گا"۔ ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اللہ حافظ"..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

سردار ارباب لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی تھا۔ وہ اس وقت
ڈان پلازہ میں ڈان ٹریڈرز کے آفس میں بڑی بے چینی کے عالم میں
ٹہل رہا تھا۔ بظاہر وہ ایک بڑا معروف بزنس مین تھا۔ یہ ڈان پلازہ
بھی اس کی ملکیت تھی اور اس میں تیسری منزل پر صرف اس کا
آفس ہی تھا لیکن سردار ارباب کا دوسرا رخ بڑا بھیانک تھا۔ وہ
پاکیشیا میں اغوا برائے تاوان کے بڑے گروپس کا سرغنہ تھا۔ سردار
ارباب نے دوہری شخصیت اپنائی ہوئی تھی۔ اس کے تحت اغوا
برائے تاوان کے دو گروپس کام کر رہے تھے جن میں سے ایک
گروپ کا بظاہر سربراہ سیٹھ ہاشم تھا جبکہ انتظامی انچارج مولا داد
نامی ایک بدمعاش تھا اور فیلڈ انچارج ایک آدمی سورج نامی تھا جسے
سورج دادا کہا جاتا تھا۔

یہ گروپ خاصا بڑا گروپ تھا لیکن اس سارے گروپ کا اصل

سرغنہ بھی سردار ارباب ہی تھا۔ وہ سپر چیف کے روپ میں اس
گروپ کو کنٹرول کرتا تھا جبکہ دوسرا بڑا گروپ براہ راست اس کے
تحت تھا جس کا سرغنہ وہ خود بطور سردار ارباب ہی تھا۔ پاکیشیا میں
اس وقت یہی دو بڑے گروپ کام کر رہے تھے اور ان کا وسیع نیٹ
ورک تیزی سے پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ گروپ کا طریقہ واردات
باقاعدہ سائنسی تھا۔ کچھ لوگ صرف ان لوگوں کے بارے میں مخبری
کرتے تھے جن کے پاس بڑی بڑی رقمیں تھیں یا پھر ایسے لوگ
جنہوں نے حال ہی میں بڑی مالیت کی اراضی یا مارکیٹ وغیرہ
فروخت کی ہو۔ یہ مخبری کرنے والے لوگ مخبری کر کے اور اپنا
معاوضہ لے کر سائیڈ پر ہو جاتے تھے جبکہ سورج دادا ان میں سے
متمول اور بہتر شکار کا انتخاب کرتا اور پھر چند لوگ اس شکار کی
باقاعدہ نگرانی کرتے۔ اس کے بارے میں تمام کوائف اور اس کی
مصروفیات کے بارے میں گروپ کو رپورٹ دیتے اور پھر اپنا
معاوضہ لے کر علیحدہ ہو جاتے۔ پھر سورج دادا کا گروپ حرکت میں
آ جاتا اور شکار کو اغوا کر لیا جاتا۔

اس کے بعد اصل کارروائی شروع ہو جاتی اور تاوان کی کالز دی
جاتیں۔ اس کے بعد بھاری رقم لے کر شکار کو چھوڑ دیا جاتا لیکن اگر
معمولی سا بھی شبہ ہو جاتا کہ شکار ان کے بارے میں کچھ جان گیا
ہے تو پھر اس کو زندہ واپس کرنے کی بجائے اس کی لاش واپس کی
جاتی تھی۔ پاکیشیائی پولیس چونکہ جدید انداز میں تربیت یافتہ نہیں تھی

اس لئے وہ پرانے دور کے انداز میں انکوائری کرتی تھی لیکن ایسی انکوائری سے کبھی اصل مجرم نہیں پکڑے جا سکتے تھے۔ پولیس بھی بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر اور ان سے جبراً اعتراف جرم کرا کر انہیں عدالت پہنچا دیتی تھی اور اس طرح وہ کیس کی فائل بند کر دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ سورج دادا کی طرف سے ایسے پولیس آفیسروں کو باقاعدہ ماہانہ معاوضہ دیا جاتا تھا جن کے بارے میں یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ وہ ان تک پہنچ سکتے ہیں۔

البتہ صرف ایک رانا فاروق ایسا آفیسر تھا جس نے معاوضہ نہیں لیا تھا اور وہ واقعی بڑی مہارت سے ان کے خلاف آگے بڑھ رہا تھا جسے پیشہ ور قاتل کے ذریعے ہلاک کرا دیا گیا تھا۔ اسی طرح ٹائیگر نامی شخص آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے بھی ایک پیشہ ور قاتل کے ذریعے ہلاک کرا دیا گیا تھا لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے جب بطور سپر چیف اس نے سیٹھ ہاشم کی کال سنی تو اسے احساس ہوا کہ معاملات ان کے خلاف جا رہے ہیں۔ دو عورتیں بھی اس میں ملوث ہیں جنہوں نے رانا فاروق کے قاتل سائمن کو نہ صرف ٹریس کر لیا بلکہ اس پر تشدد کر کے اس سے کالو دادا کا پتہ بھی معلوم کر لیا۔ پھر کالو دادا کو بھی اس کے آفس میں ہلاک کر دیا گیا اور وہاں کے محافظوں اور جواء کھیلنے والے سب لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ سورج دادا بھی اسی وجہ سے منظر سے ہٹ گیا تھا اور اب تمام کاروبار اور کارروائیاں بند کر دی گئی تھیں اور لاکھوں اور کروڑوں روپے جو ہر ماہ کمائے

جاتے تھے وہ سب آمدن ختم ہو گئی تھی۔

روپے کے علاوہ سردار ارباب کو جو سب سے زیادہ فکر تھی وہ گروپ میں شامل افراد کے بکھر جانے کی تھی کیونکہ جس طرح پانی کے بغیر مچھلی زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح یہ بدمعاش اور غنڈے ٹائپ لوگ بھی جرائم کے بغیر زندہ نہیں رہتے اور ایک بار اگر گروپ ٹوٹ جائے اور وہ لوگ جرائم کی کسی اور لائن میں شامل ہو جائیں تو پھر دوبارہ گروپ قائم کرنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ سیٹھ ہاشم اور مولا داد نے منگی گروپ اور بہادرستان کے اول خان گروپ پر شک کا اظہار کیا تھا جس پر سردار ارباب نے دونوں گروپوں میں موجود اپنے مخبروں سے معلومات حاصل کی تھیں۔ وہاں سے ایسی کوئی خبر نہیں ملی تھی کہ وہ سردار ارباب کے خلاف کسی بھی سطح پر کام کر رہے ہوں اس لئے وہ زیادہ پریشان تھا۔

پاکیشیا میں ایک ٹریننگ گروپ تھا جس کا سرغنہ رابرٹ تھا اور سردار ارباب نے رابرٹ سے رابطہ کر کے اسے ان عورتوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کہا تھا جنہوں نے ریڈ سٹار ہوٹل میں سائمن پر تشدد کر کے اسے ذہنی طور پر مفلوج کر دیا تھا اور گو اس نے رابرٹ کو پیشگی معاوضہ بھی ادا کر دیا تھا لیکن دو روز گزر جانے کے باوجود رابرٹ نے ابھی تک اس بارے میں کوئی اطلاع نہ دی تھی اور جیسے جیسے دن گزرتے جا رہے تھے اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی نامعلوم شکنجہ اس کی گردن کے گرد اپنی

گرفت مضبوط کرتا جا رہا ہے اور اب یہ بے چینی اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ آخرکار اس نے خود ہی رابرٹ سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا اور میز کے پیچھے موجود اونچی پشت کی کرسی پر بیٹھ کر اس نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس"...... سردار ارباب نے رسیور اٹھا کر تیز لہجے میں کہا۔

"رابرٹ بول رہا ہوں جناب"...... دوسری طرف سے رابرٹ کی آواز سنائی دی۔

"تم کہاں غائب ہو گئے ہو۔ میں تنگ آ کر ابھی تمہیں فون کرنے ہی والا تھا کہ تمہارا فون آ گیا۔ کیا ہوا ہے ان عورتوں کے بارے میں"...... سردار ارباب نے تیز لہجے میں کہا۔

"ان میں سے ایک عورت کے بارے میں پتہ چل گیا ہے۔ اس کا نام نازیہ ہے اور وہ ایک بڑے اخبار میں بطور کرپشن رپورٹر کام کرتی ہے۔ البتہ اس کی ساتھی عورت کے بارے میں کوئی معلومات نہیں مل سکیں۔ اگر آپ اس نازیہ کو گھیر لیں تو وہ خود ہی اپنی ساتھی عورت کے بارے میں بتا دے گی"...... رابرٹ نے کہا۔

"کیا اس عورت کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ یہی عورت سائمن کے فلیٹ میں گئی تھی"...... سردار ارباب نے کہا۔

"میں نے ہوٹل ریڈ سٹار میں ان دونوں عورتوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی اور ان کے حلیئے معلوم کئے۔ پھر ہمارے آدمی ان حلیوں کی عورتوں کو پورے دارالحکومت میں ٹریس کرنے پر لگ گئے

کیونکہ حلیئے اور انداز سے یہ عورتیں گھریلو عورتیں نہیں لگتی تھیں اور آخرکار ہمارے ایک آدمی نے اس نازیہ کو ایک ہوٹل میں چیک کر لیا۔ وہ کھانا کھا رہی تھی۔ پھر اس کا تعاقب کیا گیا اور اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی گئیں تو ان باتوں کا پتہ چلا۔ دوسری عورت کو بھی ٹریس کرنے کی کوشش کی گئی لیکن ابھی تک اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا"...... رابرٹ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا حلیہ ہے اس عورت کا اور کہاں رہتی ہے وہ اور کس وقت کہاں مل سکتی ہے"...... سردار ارباب نے میز پر سامنے رکھے ہوئے پیڈ کو اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا تو رابرٹ نے تفصیل بتانا شروع کر دی اور سردار ارباب ساری تفصیل پیڈ پر لکھتا رہا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ اب ہم خود ہی باقی سب کچھ معلوم کر لیں گے"...... سردار ارباب نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے یکے بعد دیگرے کئی نمبر پریس کر دیئے۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے اس کے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"جگیر سے بات کراؤ"...... سردار ارباب نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ سردار ارباب جس گروپ کا براہ راست سرغنہ تھا اس کا عملی انچارج جگیر تھا جبکہ دوسرا گروپ جو سیٹھ

ہاشم کے تحت تھا اس کے لئے وہ سپر چیف تھا۔ وہ اگر چاہتا تو سیٹھ ہاشم کو کہہ کر اس عورت نازیہ کو کوز کرا سکتا تھا لیکن اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس معاملے کو براہ راست اپنے گروپ کے ذریعے ہی حل کرائے گا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''..... سردار ارباب نے کہا۔

''جگر لائن پر ہے جناب''..... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو۔ سردار ارباب بول رہا ہوں''..... سردار ارباب نے کہا۔

''جگر بول رہا ہوں جناب۔ حکم فرمائیے''..... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی لیکن لہجہ خاصا سخت تھا۔

''ایک عورت کا حلیہ نوٹ کرو اور اس کا پتہ بھی''..... سردار ارباب نے کہا۔

''یس سر''..... دوسری طرف سے کہا گیا تو سردار ارباب نے سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر دیکھتے ہوئے وہ ساری تفصیل بتا دی جو رابرٹ نے اسے لکھوائی تھی۔

''ٹھیک ہے سر۔ اس عورت کا کیا کرنا ہے سر''..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''پولیس کے ڈی ایس پی رانا فاروق کو جو ہمارے گروپوں کے لئے انتہائی خطرناک بنتا جا رہا تھا، ایک پیشہ ور قاتل کے ذریعے

سورج دادا کے سپر چیف نے ہلاک کرا دیا تھا لیکن پھر معلوم ہوا کہ دو عورتیں اس قاتل سائمن کے پاس پہنچیں جو ہوٹل ریڈ سٹار میں رہائش پذیر تھا اور اس پر تشدد کر کے اس سے ٹاسک دینے اور پارٹی کا پتہ معلوم کیا۔ اس طرح سورج دادا کا خاص آدمی کالو دادا سامنے آ گیا اور پھر اس کالو دادا کے اڈے میں قتل عام کر کے اسے بھی اس کے آفس میں ہلاک کر دیا گیا اور سورج دادا کو بھی فوری طور پر پردے کے پیچھے جانا پڑا۔ یہ سب کچھ ہمارے لئے بھی انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا تھا اس لئے میں نے اس گروپ کو ٹریس کر کے اس کے خاتمے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ میں نے اپنے طور پر ان عورتوں میں سے ایک عورت کو ٹریس کر لیا ہے۔ یہ عورت صحافی ہے اس لئے اب تم نے اس پر اس انداز میں ہاتھ ڈالنا ہے کہ کسی کو اس بارے میں معلوم نہ ہو سکے اور نہ ہی کوئی ٹریس کر سکے کہ اسے کون لے گیا ہے اور وہ کہاں ہے ورنہ صحافیوں نے ملک میں طوفان برپا کر دینا ہے''..... سردار ارباب نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں سر۔ یہ عورت اس طرح غائب کی جائے گی کہ کسی کو کسی صورت بھی معلوم نہ ہو سکے گا۔ لیکن اس کا کیا کرنا ہے۔ کیا اسے ہلاک کرنا ہے اور لاش بھی غائب کرنی ہے''۔ جگر نے کہا۔

''ہم نے اس سے معلومات حاصل کرنی ہیں کہ اس کی ساتھی عورت کون تھی۔ پھر اس عورت کو بھی اغوا کرنا ہے۔ اس کے بعد

ان دونوں عورتوں سے اس گروپ کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنی ہیں جس کے لئے یہ دونوں عورتیں کام کر رہی ہیں اور پھر ہم نے اس گروپ کا خاتمہ کرنا ہے"...... سردار ارباب نے کہا۔

"کیا پوچھ گچھ ہم خود کر لیں یا آپ ہمارے کیمپ میں آ کر ان سے پوچھ گچھ کریں گے"...... جیگر نے کہا۔

"یہ سارا کام تم نے کرنا ہے لیکن ہاتھ پیر بچا کر۔ کسی بھی طرح کسی کو بھی اس بارے میں اطلاع نہیں ملنی چاہئے"...... سردار ارباب نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر۔ جیگر آپ کو مایوس نہیں کرے گا"۔ جیگر نے کہا۔

"مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ دیتے رہنا"...... سردار ارباب نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ اسے جیگر اور اس کے ساتھیوں کی صلاحیتوں پر مکمل اعتماد تھا۔

صالحہ اپنے فلیٹ سے واپس اپنی رہائشی کالونی میں شفٹ ہو چکی تھی۔ وہ چونکہ بچپن سے ہی کھلے ماحول میں رہنے کی عادی تھی اس لئے فلیٹ کی بند زندگی اس پر ذہنی بوجھ بن جاتی تھی لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کے اصول کے مطابق تمام ممبرز جلدی جلدی اپنی رہائش گاہیں تبدیل کرتے رہتے تھے تو اسے بھی اپنی رہائشی کوٹھی چھوڑ کر کسی پلازہ کے فلیٹ میں شفٹ ہونا پڑتا تھا۔ لیکن وہ جلد ہی واپس اپنی کوٹھی میں شفٹ ہو جاتی تھی۔ اب بھی وہ اپنی کوٹھی کے سٹنگ روم میں بیٹھی ٹی وی پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھ رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

فون کے سلسلے میں ایکسٹو کے احکامات کے تحت حکومت نے ایسے انتظامات کر دیئے تھے کہ سیکرٹ سروس کے اراکین شہر میں کہیں بھی شفٹ ہوتے لیکن ان کے فون نمبرز وہی رہتے تھے۔

البتہ انہیں شفٹ ہونے سے پہلے خصوصی طور پر ایکسچینج میں اپنا نیا
ایڈریس بتانا پڑتا تھا۔ ایکسچینج میں اسے سپر سپیشل نمبرز کہا جاتا تھا کیونکہ
ان کے ریکارڈ کے مطابق ڈبل ایس نمبرز ملٹری انٹیلی جنس کے لئے
مخصوص تھے اس لئے وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے اراکین کا تعلق
بھی ملٹری انٹیلی جنس سے ہی سمجھتے تھے لیکن اس طرح پاکیشیا سیکرٹ
سروس کے اراکین کو یہ فائدہ ہو جاتا تھا کہ وہ رہائش گاہیں بدلتے
رہتے تھے لیکن ان کے فون نمبرز وہی رہتے تھے۔ فون کی گھنٹی بجتے
ہی صالحہ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ صالحہ بول رہی ہوں''...... صالحہ نے اپنے مخصوص انداز
میں کہا۔

''میرا نام رخشندہ ہے۔ نازیہ نے مجھے آپ کا فون نمبر دیا ہوا
ہے کہ کبھی اشد ضرورت پڑنے پر میں اس نمبر پر آپ سے بات کر
سکتی ہوں''...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''آپ پہلے اپنا تفصیلی تعارف تو کرائیں۔ نازیہ نے تو کبھی مجھ
سے آپ کے بارے میں بات نہیں کی اور نہ ہی پہلے کبھی آپ
سے ملاقات ہوئی ہے''...... صالحہ نے اپنی محتاط فطرت کی وجہ سے
کہا۔

''میں نازیہ کے ساتھ والے فلیٹ میں رہتی ہوں۔ میرا تعلق بھی
اسی اخبار سے ہے جس سے نازیہ کا تعلق ہے۔ البتہ نازیہ رپورٹنگ
سیکشن میں ہے جبکہ میں آفس سٹاف میں سے ہوں اور ہمارے

آفس معمولات بھی خاصے مختلف ہیں اس لئے نازیہ سے بھی
ملاقات خاصی کم ہوتی ہے۔ آپ تو ویسے بھی نازیہ کے فلیٹ پر کم
ہی آتی ہیں اس لئے آپ سے کبھی ملاقات نہیں ہو سکی''...... رخشندہ
نے اپنے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ کی مہربانی کہ آپ نے یاد کیا ہے۔ آپ
فرمائیں کہ میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں''...... صالحہ نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ مدد کی ضرورت نازیہ کو ہے۔ مجھے نہیں''۔
دوسری طرف سے رخشندہ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ شاید مدد
کا لفظ سن کر اسے غصہ آ گیا تھا۔

''کیا مطلب۔ آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ نازیہ نے آپ کو
میرا فون نمبر دے کر کہا تھا کہ اشد ضرورت پڑنے پر آپ میری مدد
لے سکتی ہیں''...... صالحہ نے کہا۔

''میں نے مدد کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ یہ کہا ہے کہ اشد
ضرورت پڑنے پر آپ سے بات ہو سکتی ہے''...... رخشندہ نے پہلے
کی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ آئی ایم سوری مس رخشندہ۔ آپ میری بات کو دوسرے
رخ پر لے گئی ہیں۔ میرا یہ مطلب نہ تھا۔ بہرحال حکم کریں کہ میں
آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں''...... صالحہ نے اس بار مدد کی
بجائے خدمت کا لفظ استعمال کیا تھا۔

''میرا اندازہ ہے کہ نازیہ کو اس کے فلیٹ سے اغوا کیا گیا ہے

اس لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے۔ نازیہ کو بھی اکثر خطرہ رہتا تھا کہ اسے اس کے دشمن عناصر جن کے خلاف وہ کام کرتی رہتی تھی اغوا نہ کر لیں یا ہلاک نہ کر دیں اس لئے اس نے مجھے آپ کا نمبر دیا تھا''...... رخشندہ نے کہا۔

''لیکن آپ صرف اندازے کی بات کر رہی ہیں۔ پلیز تفصیل بتائیں۔ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے''...... صالحہ نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''معاملہ واقعی بے حد اہم ہے۔ میں ابھی تھوڑی دیر پہلے آفس سے آئی ہوں تو میں نے نازیہ کے فلیٹ کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا دیکھا تو میں چونک پڑی کیونکہ نازیہ اپنی حفاظت کے سلسلے میں بے حد محتاط رہتی تھی۔ یہ اس کی فطرت میں نہ تھا کہ وہ اس طرح غیر محتاط رہتی۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر کال بیل کا بٹن پریس کیا لیکن کوئی جواب نہ ملنے پر میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ فلیٹ خالی پڑا تھا لیکن ٹی وی چل رہا تھا اور اس کے سامنے پڑی کرسی کے ساتھ نازیہ کی وہ مخصوص چپلیں پڑی تھیں جو وہ فلیٹ میں پہننے کی عادی تھی اور فلیٹ میں نامعلوم سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ ایسی بو کہ دم گھٹتا تھا۔ میں خوفزدہ ہو گئی اور پھر میں نے پلازہ انتظامیہ کو فون کر کے تفصیل بتائی تو انہوں نے پولیس کو فون کر دیا اور ابھی پولیس اور پلازہ انتظامیہ وہاں پہنچ گئی ہے۔ انہوں نے میرا بیان بھی لکھا اور فلیٹ کو سیل بھی کر دیا ہے۔ پھر اچانک مجھے آپ کا

خیال آیا کیونکہ نازیہ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ اس کی دوست ہیں اور آپ کا تعلق براہ راست کسی خفیہ ایجنسی سے ہے اس لئے اس نے مجھے آپ کا نمبر بھی دیا تھا''...... رخشندہ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''کون سے تھانے کی پولیس تھی۔ کیا آپ کو معلوم ہے''۔ صالحہ نے پوچھا۔

''نہیں۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ پلازہ انتظامیہ کو معلوم ہو گا''...... رخشندہ نے جواب دیا۔

''ان کا فون نمبر بتا دیں۔ مہربانی ہو گی''...... صالحہ نے کہا تو رخشندہ نے فون نمبر بتا دیا۔

''شکریہ۔ میں کوشش کروں گی کہ نازیہ تک پہنچ سکوں۔ تھینک یو''...... صالحہ نے کہا اور پھر اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے پلازہ انتظامیہ کا نمبر پریس کر دیا۔

''یس۔ ہوم گارڈن پلازہ''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''آپ کے پلازہ میں میری ایک دوست نازیہ رہتی ہے۔ مجھے ابھی ایک دوست نے اطلاع دی ہے کہ ان کے فلیٹ کو پولیس نے سیل کر دیا ہے۔ کیا درست ہے''...... صالحہ نے کہا۔

''جی ہاں۔ اس پلازہ میں رہائش پذیر ایک خاتون نے ہمیں فون کر کے اس بارے میں بتایا تھا۔ ہم نے پولیس کو کال کیا اور

اس نے ابتدائی تحقیقات کے بعد فلیٹ کو سیل کر دیا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کون سے تھانے کی پولیس آئی تھی''...... صالحہ نے پوچھا۔

''مارٹن روڈ تھانہ کی پولیس آئی تھی''...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

''ان کا نمبر تو آپ کے پاس ہو گا۔ وہ بتا دیں۔ مہربانی ہو گی''...... صالحہ نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ صالحہ نے شکریہ ادا کر کے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ اب اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ نازیہ کے لئے وہ مزید کیا کر سکتی ہے۔ تھانے فون کرنا فضول تھا۔ وہ کچھ نہیں بتا سکتے تھے لیکن وہ یہ ضرور چاہتی تھی کہ معلوم کیا جائے کہ نازیہ کے ساتھ کیا ہوا ہے اور اگر اسے بچایا جا سکتا ہے تو کس طرح۔ یہ کوئی مشن بھی نہ تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں بات کرتی لیکن پھر اسے خیال آیا کہ اسے عمران سے بات کرنی چاہئے مگر اسے معلوم تھا کہ عمران نے سنجیدگی سے کوئی بات کرنی ہی نہیں اور پھر عمران کو نازیہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ وہ اس کے لئے کام کرے اور دلچسپی کا لفظ ذہن میں آتے ہی اس کے ذہن میں تنویر کا نام آ گیا۔ ایک مشن میں نازیہ نے ٹیم کے ساتھ کام کیا تھا اور اس کی نسوانی حس نے واضح طور پر محسوس کر لیا تھا کہ تنویر نازیہ میں دلچسپی لے رہا ہے۔ ویسے بھی تنویر کی فطرت

اسے بھی پسند تھی۔ وہ سچا اور کھرا انسان تھا۔ جو کچھ اس کے دل میں ہوتا وہی زبان پر لے آتا ہے۔ صالحہ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''تنویر بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی تنویر کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''صالحہ بول رہی ہوں تنویر صاحب''...... صالحہ نے کہا۔

''اوہ آپ۔ کیسے فون کیا۔ کیا کوئی خاص بات''...... تنویر نے چونک کر اور تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ سے ایک ذاتی کام پڑ گیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے فلیٹ پر آ جاؤں''...... صالحہ نے کہا۔

''آ جائیں۔ یہاں میرے ساتھ کیپٹن شکیل اور صفدر بھی موجود ہیں''...... تنویر نے کہا۔

''یہ تو اچھا ہے''...... صالحہ نے کہا۔

''یہ میں نے اس لئے بتایا ہے کہ آپ نے ذاتی کام کی بات کی ہے''...... تنویر نے کہا۔

''اوہ نہیں۔ ذاتی کام یہ ہے کہ میری دوست نازیہ جسے آپ سب بھی جانتے ہیں جو اخبار میں کرپشن رپورٹر ہے وہ اپنے فلیٹ سے پراسرار طور پر غائب ہو گئی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس کی برآمدگی کے سلسلے میں آپ میری مدد کریں''...... صالحہ نے ذاتی کام کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"وہ تو سمجھ دار اور میچور خاتون ہے۔ وہ کیوں اور کیسے غائب ہوئی ہے"...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہی تو معلوم کرنا ہے"...... صالحہ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ آ جائیں"...... دوسری طرف سے تنویر نے کہا تو صالحہ نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا اور پھر اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار اس علاقے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں تنویر کا فلیٹ تھا۔ وہاں پہنچ کر صالحہ نے گاڑی پارکنگ کی طرف موڑی تو وہاں واقعی کیپٹن شکیل اور صفدر کی کاریں موجود تھیں۔ صالحہ نے کار سے اتر کر کار لاک کی اور پھر تنویر کے فلیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ تنویر کے فلیٹ کے بند دروازے کے سامنے موجود تھی۔ اس نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

"کون ہے"...... ڈور فون سے تنویر کی آواز سنائی دی۔

"صالحہ ہوں"...... صالحہ نے جواب دیا۔

"اوکے"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر کٹک کی آواز کے ساتھ ہی ڈور فون کا رابطہ ختم ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو تنویر سامنے تھا۔

"آیئے مس صالحہ"...... تنویر نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو صالحہ سلام کر کے اندر داخل ہوئی۔ سٹنگ روم میں کیپٹن شکیل اور صفدر بھی موجود تھے۔ سلام دعا کے بعد تنویر نے فریج سے جوس کے

ٹن نکال کر سب کے سامنے رکھے اور ایک ٹن لے کر وہ بھی سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مس صالحہ۔ نازیہ کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ کیا آپ اس کے پس منظر کے بارے میں کچھ بتائیں گی"...... تنویر نے کہا تو صالحہ نے رخشندہ کا فون آنے سے لے کر پلازہ انتظامیہ سے فون پر ہونے والی بات چیت پر تھانے کا نام اور فون نمبر معلوم کرنے تک تفصیل بتا دی۔

"جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ نازیہ کو بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا ہے"...... صفدر نے کہا۔

"ہاں۔ میرا بھی یہی اندازہ ہے"...... صالحہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن جس انداز میں آپ نے صورت حال بتائی ہے یہ اغوا کا باقاعدہ منصوبہ تھا جس پر ماہرانہ انداز میں عمل کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کا کوئی باقاعدہ پس منظر ہے"...... تنویر نے کہا۔

"مس صالحہ۔ نازیہ آج کل کسی ایسے کیس پر کام تو نہیں کر رہی تھی جس کا تعلق کسی بڑے مجرم گروہ سے ہو"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے۔ البتہ اس نے اور میں نے مل کر ایک قتل کے کیس پر کام کیا تھا۔ بس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں ہے"...... صالحہ نے کہا تو سب چونک پڑے۔

"قتل کے کیس پر کام کیا تھا۔ کیا مطلب"...... تنویر نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا تو صالحہ نے انہیں رانا فاروق ڈی ایس پی کی موت پر اس کے والدین کے ہاں جانے سے لے کر نازیہ کے ساتھ ہونے والی گفتگو اور پھر کرائم رپورٹر مشہدی سے ملاقات سے لے کر ہوٹل ریڈ سٹار میں اس کمرے تک پہنچنے جس کی عقبی کھڑکی سے گولی چلائی گئی تھی اور اس کے بعد سائمن سے ہونے والی جھڑپ اور اس کے بیان کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

"پھر آپ نے کیا کیا۔ کیا آپ نے اس کالو دادا کو چیک کیا"...... صفدر نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے عمران صاحب سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ پہلے ہی کالو دادا پر ہاتھ ڈال چکے ہیں"...... صالحہ نے کہا تو کیپٹن شکیل، صفدر اور تنویر بے اختیار اچھل پڑے۔

"عمران صاحب نے اس کالو دادا کے خلاف کارروائی کی۔ کیوں۔ ان کا کیا تعلق ہے"...... صفدر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"انہوں نے بتایا ہے کہ وہ جوانا اور ٹائیگر کے ساتھ مل کر اغوا برائے تاوان پر کام کر رہے ہیں اور کالو دادا بھی اسی سلسلے میں آ گیا ہے۔ رانا فاروق بھی اغوا برائے تاوان کے سلسلے میں ہی کام کر رہا تھا کہ اسے اس انداز میں ہلاک کر دیا گیا"...... صالحہ نے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو نازیہ کے اغوا کا سلسلہ بھی اس گروپ سے جا ملتا

ہے جس نے رانا فاروق کو ہلاک کرایا ہے"...... تنویر نے کہا۔

"اور مس صالحہ۔ نازیہ آپ کی رہائش گاہ کے بارے میں جانتی ہو گی"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن جس فلیٹ کے بارے میں وہ جانتی ہے وہ تو میں نے کل ہی چھوڑ دیا ہے اور وہ میری ذاتی رہائشی کوٹھی کے بارے میں نہیں جانتی۔ کیوں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں"...... صالحہ نے چونک کر کہا۔

"اس لئے مس صالحہ کہ اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ مس نازیہ کو اس سلسلے میں اغوا کیا گیا ہے اور لازماً انہوں نے آپ کے بارے میں بتا دیا ہو گا۔ آپ فلیٹ چھوڑ چکی ہیں ورنہ شاید آپ کو بھی اب تک اغوا کر لیا جاتا"...... کیپٹن شکیل نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ آپ کا تجزیہ درست ہے۔ میں نے تو اس نکتے پر غور ہی نہیں کیا تھا لیکن اب کیا کرنا چاہئے۔ نازیہ اکیلی تو اپنے لئے کچھ نہیں کر سکے گی۔ ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے"...... صالحہ نے کہا۔

"اس کے لئے آپ کو ہمت کرنا پڑے گی مس صالحہ"۔ خاموش بیٹھے ہوئے تنویر نے کہا۔

"وہ کیسے۔ کھل کر بات کریں پلیز"...... صالحہ نے کہا۔

"آپ کو چارہ بننا پڑے گا۔ پھر ہی ہم ان مجرموں تک پہنچ سکتے ہیں"...... تنویر نے کہا۔

"تنویر کی رائے درست ہے۔ فی الواقع اس کے سوا اور کوئی راستہ بھی نہیں ہے"...... صفدر نے کہا۔

"لیکن مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ آپ کھل کر بتائیں"۔ صالحہ نے کہا۔

"پہلے آپ یہ بتائیں کہ جس فلیٹ میں آپ کی رہائش تھی اور جس کے بارے میں نازیہ جانتی ہے کیا وہ فلیٹ خالی ہے یا کسی اور نے لے لیا ہے"...... تنویر نے کہا۔

"وہ فلیٹ بھی میرا ذاتی ہے۔ میں نے اسے خریدا ہوا ہے اور ایسے چار اور فلیٹ بھی مختلف رہائشی پلازوں میں میری ملکیت ہیں تاکہ میں انہیں ادل بدل کر رہائش رکھ سکوں۔ یہ فلیٹ جو رضا پلازہ میں ہے وہ بھی میرا ملکیتی ہے"...... صالحہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو آپ اس فلیٹ میں جا کر رہیں۔ مجرموں نے یقیناً وہاں چھاپہ مارا ہوگا اور پھر معلومات حاصل کی ہوں گی اور انہیں بتایا گیا ہوگا کہ یہ فلیٹ آپ کی ملکیت ہے تو وہ لازماً اس فلیٹ کی نگرانی کر رہے ہوں گے تاکہ آپ جیسے ہی واپس آئیں وہ آپ پر ہاتھ ڈال سکیں اور موجودہ حالات میں نازیہ تک فوری پہنچنا ضروری ہے ورنہ مجرم اسے ہلاک بھی کر سکتے ہیں اس لئے آپ بطور چارہ سامنے آئیں تاکہ آپ پر ہاتھ ڈالا جائے۔ ہم آپ کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ پھر ہم مجرموں پر ہاتھ ڈال دیں گے اور آپ کے ساتھ ساتھ نازیہ کو بھی رہائی مل جائے گی"...... تنویر نے اپنی بات کی

وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ واقعی آپ نے بہت بہترین اور قابل عمل حل تجویز کیا ہے۔ میں واپس اپنی کوٹھی پر جا کر وہاں سے اپنا ضروری سامان لے کر فلیٹ پر پہنچ جاتی ہوں"...... صالحہ نے کہا۔

"کتنی دیر لگ جائے گی آپ کو"...... تنویر نے پوچھا۔

"میں کوٹھی سے روانہ ہوتے ہوئے یہاں آپ کو فون پر بتا دوں گی۔ پھر جتنی دیر آپ کو یہاں سے رضا پلازہ پہنچنے میں لگے گی اتنی ہی دیر مجھے بھی لگ جائے گی"...... صالحہ نے کہا۔

"لیکن آپ نے خود بھی اپنا خیال رکھنا ہے"...... صفدر نے کہا تو صالحہ مسکرا دی۔

"آپ کا شکریہ صفدر صاحب کہ آپ کو میرا اس قدر خیال ہے"...... صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو کیپٹن شکیل اور تنویر دونوں ہی بے اختیار ہنس پڑے۔

"آپ ہماری ساتھی ہیں اور ساتھیوں کا خیال رکھنا تو ہمارے فرائض میں شامل ہے"...... صفدر نے بات بنانے کے سے انداز میں کہا۔ ظاہر ہے وہ بھی سمجھ گیا تھا کہ صالحہ نے کس انداز میں بات کی ہے۔

"اوکے۔ میں اب چلتی ہوں"...... صالحہ نے اٹھتے ہوئے کہا تو تنویر بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تاکہ صالحہ کے جانے کے بعد فلیٹ کا دروازہ اندر سے بند کر سکے۔

نازیہ کی آنکھیں کھلیں اور اس کے ذہن پر چھایا ہوا گہرا اندھیرا جیسے ہی دور ہوا تو اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کے ذہن میں جیسے دھماکہ سا ہوا کیونکہ اس نے اپنے آپ کو کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس کا جسم کرسی کے ساتھ نائیلون کی مضبوط رسی سے بندھا ہوا تھا اس لئے وہ اٹھنا تو ایک طرف پوری طرح کسمسا بھی نہ سکی تھی۔ حیرت سے اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔ اسے یاد تھا کہ وہ اپنے فلیٹ میں ٹی وی کے سامنے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھی ٹی وی پر اپنا ایک پسندیدہ پروگرام دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کی ناک سے نامانوس سی بو ٹکرائی اور پھر اچانک اس کا ذہن گہری تاریکی میں ڈوب گیا اور اب ہوش میں آنے کے بعد اس پر یہ دیکھ کر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا کہ وہ اپنے فلیٹ کی بجائے اس ہال نما کمرے

میں دیوار کے ساتھ لگی ہوئی کرسی پر رسی سے بندھی بیٹھی تھی۔

"اس کی کرسی سے کچھ فاصلے پر ایک اور اونچی پشت کی کرسی موجود تھی۔ اس کے علاوہ نہ ہال میں کوئی فرنیچر تھا اور نہ ہی کوئی آدمی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ یہ سب کیا ہے کہ ایک دھماکے سے سامنے دیوار میں موجود دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور چوڑے جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے جینز کی پینٹ پہنی ہوئی تھی اور سرخ رنگ کی شرٹ جس پر پیلے رنگ کے چھوٹے چھوٹے پھول تھے پہنی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ چوڑا تھا۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور پیشانی خاصی تنگ تھی۔ البتہ سر پر بالوں کا بڑا سا گچھا موجود تھا۔ اس کے پیچھے تین دیوہیکل آدمی موجود تھے جنہوں نے مقامی لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان تینوں کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ آنکھوں میں سرخی اور چہروں پر سختی تھی۔ وہ تینوں چھٹے ہوئے بدمعاش دکھائی دیتے تھے جبکہ سب سے آگے آنے والا آدمی اپنے انداز سے ان کا سرغنہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کرسی پر اس طرح اکڑ کر بیٹھ گیا جیسے وہ کسی ملک کا بادشاہ ہو جبکہ تینوں بدمعاش اس کے عقب میں کھڑے ہو گئے۔ نازیہ دیکھ رہی تھی کہ ان چاروں کی نظریں اس کے جسم پر اس طرح گڑی ہوئی تھیں جیسے لوہا مقناطیس سے چپک جاتا ہے۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کے چہرے پر تکبر اور غرور جبکہ ان کے پیچھے کھڑے ہوئے تینوں افراد کے چہروں پر خباثت نمایاں نظر آ رہی تھی۔

''تمہارا نام نازیہ ہے اور تم اخبار میں رپورٹر ہو''..... کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے بڑے رعونت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ مگر تم کون ہو اور میں کہاں ہوں۔ کون مجھے یہاں لایا ہے اور کیوں مجھے باندھ کر رکھا ہے''..... نازیہ نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''ٹیٹو''..... کرسی پر بیٹھے آدمی نے کہا۔

''یس باس''..... اس کے بائیں ہاتھ پر کھڑے آدمی نے چونک کر کہا۔

''اس لڑکی کو سمجھاؤ کہ باس کے ساتھ کس لہجے میں بات کی جاتی ہے''..... باس نے کہا۔

''یس باس''..... اس آدمی نے کہا اور پھر وہ بڑے جارحانہ انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ اس نے لباس پر پہنی ہوئی جیکٹ سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں موجود سرخی مزید گہری ہو گئی تھی۔

''رک جاؤ۔ یہ کیوں تم میری طرف آ رہے ہو۔ رک جاؤ''..... نازیہ نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

''چڑیا صرف چوں چوں کرتی ہے سمجھی۔ اب اگر تم نے باس کے سامنے بلند آواز نکالی تو ایک لمحے میں گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔ اسے صرف ٹیٹو کا ٹریلر سمجھو''..... ٹیٹو نے قریب آ کر بڑے اوباشانہ انداز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا خنجر والا ہاتھ بجلی

کی سی تیزی سے گھوما اور نازیہ کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا گلا اس طرح کاٹ دیا ہو جیسے تار سے صابن کاٹا جاتا ہے۔ اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

''فی الحال صرف خراش آئی ہے۔ اب اگر تم نے اونچی آواز میں بات کی تو ایک لمحے میں شہ رگ کٹ جائے گی۔ اس بات کا خیال رکھنا''..... ٹیٹو نے خنجر واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ واپس مڑ گیا۔ نازیہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی گردن سے شعلے سے لپٹ گئے ہوں۔ خوف سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔

''مم۔ مم۔ میں نے کیا کیا ہے۔ مجھے کیوں مار رہے ہو۔ مم۔ میں تو بے گناہ ہوں''..... نازیہ نے بے اختیار روتے ہوئے کہا۔

''سنو لڑکی۔ تم نے ایک دوسری عورت کے ساتھ مل کر ہوٹل ریڈ سٹار میں ہمارے آدمی سائمن پر حملہ کیا تھا۔ تم دونوں نے اس پر تشدد کیا اور اس کا ذہنی توازن ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ تم اب بتاؤ گی کہ تمہیں یہ کام کس نے دیا تھا۔ سچ سچ بول دو ورنہ''..... باس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''وہ۔ وہ۔ مجھے تو معلوم نہیں۔ میری دوست صالحہ کو اس بارے میں معلوم ہو گا۔ وہ ڈی ایس پی رانا فاروق، صالحہ کا رشتے دار تھا۔ وہ وہاں گئی تھی۔ اس نے مجھ سے بات کی تو میں نے اخبار کے کرائم رپورٹر مشہدی سے بات کی۔ اس نے بتایا کہ رانا فاروق کو قتل

کیا گیا ہے۔ پھر وہ صالحہ کے کہنے پر ہم دونوں کو جائے واردات پر لے گیا اور پھر وہ چلا گیا۔ اس کے بعد صالحہ ریڈ سٹار ہوٹل میں داخل ہوئی اور''۔۔۔۔۔ نازیہ نے تفصیل سے ساری بات آخر تک بتا دی۔ وہ بولتے ہوئے اس طرح لرز رہی تھی جیسے خوف سے اس کا رواں رواں کانپ رہا ہو اور واقعی تھا بھی ایسے ہی۔ اس کا واسطہ آج تک ایسے حالات سے کبھی نہیں پڑا تھا اور جس انداز میں ٹیڈ نے اس کی گردن پر خنجر کا وار کیا تھا اس نے نازیہ کو واقعی خوفزدہ کر دیا تھا۔

''کون ہے یہ صالحہ۔ کیا کرتی ہے اور کہاں رہتی ہے''۔۔۔۔۔ باس نے پوچھا۔

''اس کا تعلق کسی خفیہ ایجنسی سے ہے۔ لیکن پوچھنے کے باوجود اس نے آج تک تفصیل نہیں بتائی۔ وہ رضا پلازہ کے فلیٹ نمبر ایک سو بارہ میں رہتی ہے''۔۔۔۔۔ نازیہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کا فون نمبر کیا ہے''۔۔۔۔۔ باس نے پوچھا تو نازیہ نے فون نمبر بتا دیا۔

''فون لاؤ یہاں''۔۔۔۔۔ باس نے مڑ کر پیچھے کھڑے آدمیوں میں سے ایک سے کہا تو اس نے جیب سے ایک کارڈلیس فون پیس نکال کر باس کی طرف بڑھا دیا۔ باس نے نمبر پریس کئے لیکن دوسری طرف مسلسل گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے کال رسیو نہ کی تو باس نے فون آف کر دیا۔

''وہ فون نہیں اٹھا رہی۔ کیوں''۔۔۔۔۔ باس نے نازیہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''وہ فلیٹ پر موجود نہیں ہو گی''۔۔۔۔۔ نازیہ نے جواب دیا۔

''اس کا حلیہ تفصیل سے بتاؤ''۔۔۔۔۔ باس نے کہا تو نازیہ نے تفصیل سے صالحہ کا حلیہ بتا دیا تو باس نے ایک بار پھر فون کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں شاید اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا تھا کہ دوسری طرف سے بجنے والی گھنٹی کی آواز ہال میں گونجنے لگی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''مراد بول رہا ہوں''۔۔۔۔۔ ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''جیگر بول رہا ہوں''۔۔۔۔۔ باس نے بڑے رعونت بھرے لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ حکم باس''۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت بھیک مانگنے والوں جیسا ہو گیا تھا۔

''رضا پلازہ کے فلیٹ نمبر ایک سو بارہ میں ایک عورت صالحہ نامی رہتی ہے۔ تم اپنے آدمیوں کو ساتھ لے جاؤ۔ میں اس عورت کو یہاں ہیڈکوارٹر میں دیکھنا چاہتا ہوں لیکن صحیح سلامت حالت میں کیونکہ میں نے اس سے اہم معلومات حاصل کرنی ہیں''۔۔۔۔۔ جیگر نے سخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''یس باس''۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اور سنو۔ وہ فون اٹنڈ نہیں کر رہی۔ تم وہاں پہنچ کر مجھے فون کر

کے بتاؤ کہ کیا اس کا فلیٹ بند ہے یا نہیں۔ پھر میں تمہیں مزید ہدایات دوں گا''...... جیگر نے کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا تو جیگر نے فون آف کر دیا۔

''تم نے اگر سچ بولا ہے تو تم بچ جاؤ گی لیکن اگر تم نے جھوٹ بول کر مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے تو پھر تمہارے ٹکڑے گلیوں کے کتے کھائیں گے''...... جیگر نے فون پیس کو اپنی گود میں رکھتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''م۔م۔ میں نے سچ بتایا ہے۔ سب کچھ سچ بتایا ہے''۔ نازیہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا نازیہ کا خوف بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ کرپشن رپورٹر تھی اور اس سلسلے میں اسے فیلڈ میں بھی کام کرنا پڑتا تھا لیکن اس کا یہ کام مختلف نوعیت کا تھا۔ وہ مختلف اداروں میں موجود افراد سے معلومات حاصل کر کے انہیں چیک کرتی اور پھر درست معلومات اخبار کے ذریعے حکومت اور عوام تک پہنچا دیتی تھی۔ اس کے بعد باقی کارروائی حکومت اور اس کے ادارے خود کرتے تھے لیکن یہاں کا ماحول بے حد دہشت ناک تھا۔ اس کو رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا اور اس کے مقابل چھٹے ہوئے غنڈے، بدمعاش اور مجرم تھے جو انتہائی سفاک اور ظالم تھے۔

جس طرح اس ٹیٹو نے خنجر کا وار نازیہ کی گردن پر کیا تھا اس

نے واقعی نازیہ کو دہشت زدہ کر دیا تھا اور وہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ کاش کسی طرح وہ اس عذاب سے بچ جائے تو آئندہ صالحہ کے ساتھ مل کر کوئی کام نہیں کرے گی کیونکہ سائمن کے خلاف کارروائی بھی صالحہ نے ہی کی تھی، نازیہ نے تو صرف ساتھ دیا تھا جس کے نتیجے میں وہ اس وقت عذاب میں مبتلا تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو خاموش بیٹھے جیگر نے گود میں رکھا ہوا فون پیس اٹھا کر اس کا بٹن پریس کر دیا۔ شاید اس نے خود ہی لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا تھا کیونکہ دوسری طرف سے آنے والی آواز واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔ شاید دوسری طرف سے ملنے والی رپورٹ جیگر، نازیہ کو بھی سنانا چاہتا تھا۔

''ہیلو باس۔ مراد بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے مراد کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''جیگر بول رہا ہوں۔ کیا رپورٹ ہے''...... جیگر نے اپنے مخصوص سخت لہجے میں کہا۔

''باس۔ فلیٹ نمبر ایک سو بارہ لاکڈ ہے۔ میں نے انتظامیہ سے معلوم کر لیا ہے۔ یہ فلیٹ ایک عورت صالحہ کی ملکیت ہے اور کچھ عرصہ سے صالحہ ہی اس فلیٹ میں رہائش پذیر ہے۔ وہ اکیلی رہتی ہے۔ اس وقت وہ کہیں گئی ہوئی ہے۔ میں نے اپنے چھ آدمیوں کو نگرانی پر لگا دیا ہے اور میں خود بھی یہیں موجود ہوں۔ جیسے ہی یہ عورت واپس آئے گی میں اسے اغوا کر کے مین ہیڈکوارٹر پہنچا دوں

گا''..... مراد نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اس عورت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس کا تعلق کسی خفیہ ایجنسی سے ہے اس لئے وہ لازماً تربیت یافتہ ہو گی۔ تم نے ہر لحاظ سے محتاط رہنا ہے اور یہ بھی خیال رکھنا ہے کہ کسی کو اس کے اغوا کا علم نہیں ہونا چاہئے''...... جیگر نے کہا۔

''یس باس۔ میں اپنی ذمہ داری کو سمجھتا ہوں باس۔ آپ بے فکر رہیں باس''..... مراد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... جیگر نے کہا اور فون پیس آف کر کے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''اب تم دعا کرتی رہو کہ وہ عورت زندہ سلامت یہاں پہنچ جائے ورنہ تمہارا عبرتناک حشر ہو گا''..... جیگر نے کہا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ان تینوں کو بھی اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ چاروں ہی ہال نما کمرے سے باہر چلے گئے۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا تو نازیہ نے ایک طویل سانس لیا۔ البتہ وہ دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی کہ صالحہ کسی طرح اپنی تربیت کی وجہ سے ان آدمیوں کے ہاتھ بھی نہ آئے اور یہاں پہنچ کر اس کو بھی رہائی دلا دے اور پھر دو اڑھائی گھنٹے بعد اچانک دروازہ ایک بار پھر دھماکے سے کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے اپنے کاندھے پر ایک بے ہوش عورت کو لادا ہوا تھا جبکہ اس کے پیچھے دوسرا آدمی تھا جس نے ایک کرسی اور رسی کا بنڈل

اٹھایا ہوا تھا۔ کرسی والے نے نازیہ کے ساتھ کرسی رکھی اور دوسرے لمحے پہلے آدمی نے اپنے کاندھے پر لدی ہوئی عورت کو اس کرسی پر ڈال دیا اور نازیہ کا دل یہ دیکھ کر ڈوب گیا کہ یہ عورت صالحہ تھی جسے بے ہوش کر کے لایا گیا تھا۔

''اوہ خدایا۔ اب کیا ہو گا۔ اب تو ہی بچانے والا ہے''۔ نازیہ نے بے اختیار بڑبڑاتے ہوئے کہا جبکہ دونوں آدمیوں نے مل کر رسی کی مدد سے صالحہ کو کرسی کے ساتھ جکڑ دیا۔ یہ ان آدمیوں میں سے تھے جو ٹیٹو کے ساتھ پہلے آئے تھے۔ اسی لمحے دروازہ ایک بار پھر کھلا اور جیگر اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ٹیٹو تھا۔ جیگر کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ وہ دونوں آدمی جنہوں نے صالحہ کو کرسی کے ساتھ باندھا تھا واپس مڑ کر جیگر کی کرسی کے عقب میں کھڑے ہو گئے لیکن اس بار ان میں سے کسی کے پاس اسلحہ نہ تھا۔ شاید اس کی ضرورت ہی نہ سمجھی گئی تھی۔

''یہی عورت ہے صالحہ''...... جیگر نے نازیہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہاں۔ ہاں''...... نازیہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''اسے ہوش میں لاؤ ٹیٹو''...... جیگر نے ٹیٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس باس۔ میں اینٹی گیس ساتھ ہی لے آیا ہوں''..... ٹیٹو نے جواب دیا اور پھر جیب سے ایک لمبی گردن والی بوتل نکال کر

وہ آگے بڑھا اور اس نے صالحہ کے قریب رک کر اس بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور اسے صالحہ کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی اور اس کا ڈھکن بند کر کے اسے جیب میں ڈال لیا اور پھر وہ واپس مڑا اور ایک بار پھر جیگر کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ جیگر اور اس کے ساتھیوں کی نظریں صالحہ پر جمی ہوئی تھیں جبکہ نازیہ بھی ہونٹ بھینچے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ویسے اسے یقین تھا کہ اب ان دونوں کو یقیناً عبرتناک انداز میں ہلاک کر دیا جائے گا کیونکہ وہ دونوں بندھی ہوئی اور بے بس ہیں۔ چند لمحوں بعد ہی صالحہ نے آنکھیں کھول دیں اور پھر اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھی ہونے کی وجہ سے وہ کسمسا بھی نہ سکی تھی۔ صالحہ کے بے اختیار ہونٹ بھینچ گئے تھے۔ اس نے سامنے موجود جیگر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا اور پھر گردن موڑ کر اس نے جیسے ہی نازیہ کو دیکھا تو وہ چونک پڑی۔

"اوہ۔ تم زندہ ہو۔ شکر ہے خدا کا"...... صالحہ نے یکلخت ایسے مطمئن لہجے میں کہا جیسے وہ اپنے فلیٹ کے سٹنگ روم میں بیٹھی بات کر رہی ہو اور نازیہ اس کے اس اطمینان پر حیران رہ گئی۔

"تمہارا نام صالحہ ہے لڑکی"...... جیگر نے گونجتی ہوئی آواز میں کہا تو صالحہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں۔ میرا نام صالحہ ہے۔ تم کون ہو اور تم نے کیوں میری فرینڈ نازیہ کو اغوا کیا ہے۔ کیا چاہتے ہو تم"...... صالحہ نے کہا۔

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم واقعی تربیت یافتہ ہو۔ میرے آدمیوں نے واقعی خصوصی مہارت دکھائی ہے ورنہ شاید تم آسانی سے ان کے ہاتھ نہ آتیں"...... جیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے چہرے پر غرور کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"انہوں نے مجھ پر پلازہ کی پارکنگ میں ہی ہاتھ ڈال دیا۔ میں نے جیسے ہی نیچے اترنے کے لئے کار کا دروازہ کھولا ایک آدمی سامنے آ گیا اور اس نے کوئی کیپسول اندر مار دیا۔ اس سے پہلے کہ میں سنبھلتی گیس کی وجہ سے میں بے ہوش ہو گئی اور اب مجھے یہاں ہوش آیا ہے۔ اگر مجھے سنبھلنے کا موقع مل جاتا تو میں دیکھتی کہ تمہارے آدمی کس طرح کامیاب ہوتے ہیں"...... صالحہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بہرحال اب تم بے بس ہو چکی ہو۔ اب تم صرف اتنا بتا دو کہ تم نے سائمن پر کس کے کہنے پر ہاتھ ڈالا تھا اور سائمن تک تمہاری رہنمائی کس نے کی تھی"...... جیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے خود اندازہ لگایا تھا کہ کس کھڑکی سے فائر کیا گیا اور پھر جس کمرے کی یہ کھڑکی تھی میں وہاں پہنچ گئی۔ وہاں سائمن نامی آدمی موجود تھا۔ اس نے کچھ بتانے کی بجائے ہم پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ میں نے اسے بے بس کر دیا اور پھر اپنے خاص طریقے سے اس پر تشدد کر کے میں نے اس کے لاشعور سے سب کچھ اگلوا لیا۔ اس نے بتایا کہ اسے یہ کام کالو دادا نے دیا تھا لیکن اس سے

زیادہ کچھ نہ بتا سکا اور اس کا ذہنی توازن خراب ہو گیا تو ہم اسے
کمرے میں ہی چھوڑ کر واپس آ گئیں''...... صالحہ نے بڑے
اطمینان بھرے لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کس کے کہنے پر تم نے یہ کام کیا تھا''...... جیگر نے پوچھا۔

''رانا فاروق میرا دور کا رشتہ دار تھا۔ پہلے تو ہم اس کی موت کو
ایکسیڈنٹ سمجھ رہے تھے لیکن جب علم ہوا کہ اس پر گولی چلائی گئی
ہے جو اس کی گردن سے پار ہو گئی اور اسی بناء پر کار مڑ کر دیوار
سے جا ٹکرائی اور رانا فاروق ہلاک ہو گیا تو میں نے یہ کارروائی کی
لیکن یہ کارروائی کالو دادا کے نام پر ختم ہو گئی۔ کیا تمہارا نام کالو دادا
ہے''...... صالحہ نے کہا۔ نازیہ دل ہی دل میں صالحہ کے اطمینان پر
حیران ہو رہی تھی کہ اس ماحول میں وہ اس قدر مطمئن ہے جیسے
پکنک منانے آئی ہو۔ اس کے چہرے پر معمولی سے تکدر کا تاثر بھی
نہ تھا۔

''ٹیڈو''...... جیگر نے تیز لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... ٹیڈو نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر مؤدبانہ لہجے
میں کہا تو نازیہ کا دل ایک بار پھر لرز اٹھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ
ٹیڈو انتہائی خطرناک آدمی ہے۔

''اس لڑکی کو بتاؤ کہ ہم احمق نہیں ہیں اس لئے سچ بول دے
ورنہ''...... جیگر نے غراتے ہوئے کہا۔

''یس باس''...... ٹیڈو نے کہا اور پھر جیب سے وہی خنجر نکال لیا

جو اس نے پہلے نازیہ کی گردن پر استعمال کیا تھا۔

''میں نے سچ ہی بولا ہے۔ تم یقین نہیں کرتے تو نہ کرو''۔
صالحہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ابھی سچ تمہارے منہ سے خودبخود نکلنا شروع ہو جائے
گا''...... ٹیڈو نے صالحہ کے سامنے جا کر بڑے اوباشانہ لہجے میں کہا
لیکن جیسے ہی اس کا فقرہ ختم ہوا صالحہ کسی کھلتے ہوئے سپرنگ کی
مانند کرسی سے اچھلی اور دوسرے ہی لمحے ٹیڈو چیختا ہوا اچھل کر پشت
کے بل سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے جیگر پر جا گرا۔ گو جیگر کی کرسی
اس سے خاصے فاصلے پر تھی لیکن صالحہ نے دونوں ہاتھوں سے ٹیڈو
کے سینے پر اس قدر زوردار ضرب لگائی تھی کہ ٹیڈو جیسا آدمی اڑتا
ہوا جیگر پر جا گرا تھا اور جیگر کرسی سمیت الٹ کر پیچھے جا گرا جبکہ
اس کی کرسی کے پیچھے کھڑے دونوں آدمی اچانک جیگر سمیت کرسی
گرنے اور اس پر ٹیڈو کے گرنے اور قلابازی کھا کر اٹھنے کی کوشش کی
وجہ سے چیختے ہوئے نیچے گرے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے
بھی اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر اٹھتے صالحہ
نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے کمرہ ریٹ ریٹ کی
آوازوں کے ساتھ ہی انسانی چیخوں سے گونج اٹھا اور وہ چاروں
فرش پر ذبح ہونے والی بکریوں کی طرح تڑپنے لگے جبکہ نازیہ نے
بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔ صالحہ دوڑتی ہوئی دروازے کی طرف
بڑھی اور پھر اس نے دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ پھر نازیہ

نے اس کے دوڑنے کی آوازیں سن کر آنکھیں کھولیں تو صالحہ
دروازہ لاک کر کے واپس آ رہی تھی۔

"تم۔تم نے یہ سب کیسے کر لیا۔تم تو میری طرح بندھی ہوئی
تھی"..... نازیہ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا تو صالحہ بے
اختیار مسکرا دی۔

"ہمیں رسیاں کھولنے کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے اور ان
احمقوں نے مجھے بے ہوش کرنے کے بعد میری تلاشی بھی نہ لی تھی
اس لئے مشین پسٹل میری جیکٹ کی جیب میں موجود تھا"...... صالحہ
نے کہا اور پھر نیٹو کے ہاتھ سے نکل کر ایک طرف گرنے والے خنجر
کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے خنجر اٹھایا اور واپس آ کر اس نے نازیہ
کی رسیاں خنجر کی مدد سے کاٹ دیں۔

"آؤ۔ اب اس آدمی کو جو کرسی پر بیٹھا تھا اٹھا کر اس کرسی پر
ڈال دیں۔ میں نے اس کی ٹانگوں کو نشانہ بنایا تھا"..... صالحہ نے
کہا۔

"اس کا نام جگر ہے۔ یہی ان سب کا سرغنہ ہے لیکن ہمیں
یہاں سے نکلنا چاہئے۔ یہاں اس کے ساتھی بھی ہوں گے"۔ نازیہ
نے کہا۔

"تم فکر مت کرو۔ میں نے دروازہ اندر سے لاک کر دیا ہے۔
میں اس جگر سے معلومات حاصل کر لوں پھر باہر بھی چلیں گے"۔
صالحہ نے کہا تو نازیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر ان دونوں نے

مل کر بے ہوش پڑے جگر کو اٹھا کر کرسی پر ڈالا اور پھر اس رسی
سے اسے باندھ دیا جس رسی کو کھول کر صالحہ آزاد ہوئی تھی۔
باندھنے والوں نے صالحہ کا پورا جسم نہیں باندھا تھا بلکہ شاید اسے
عورت سمجھتے ہوئے صرف اس کی گردن کے گرد اور ایک بل پشت
پر دے کر باندھ دیا گیا تھا اور صالحہ نے عقب میں موجود کھلے
ہاتھوں کی وجہ سے نہ صرف گانٹھ کھول لی تھی بلکہ جھٹکے سے اٹھنے کی
وجہ سے رسی خود بخود کھل کر نیچے فرش پر جا گری تھی اور اسی رسی سے
اب جگر کو باندھا گیا تھا۔

جگر کی دونوں ٹانگوں سے خون بہہ رہا تھا اس لئے اس کا چہرہ
دیکھ کر ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ خراب ہوتی جا
رہی ہے۔ صالحہ نے ایک ہاتھ میں خنجر تھاما اور دوسرے ہاتھ سے
اس نے جگر کے چہرے پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ تیسرے یا
چوتھے تھپڑ پر جگر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اس
کے ساتھ ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن
دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکل گئی۔ صالحہ کا
وہ ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما تھا جس میں اس نے خنجر پکڑا ہوا تھا
اور خنجر کی تیز دھار سے جگر کی ناک کا ایک نتھنا آدھے سے زیادہ
کٹ گیا تھا۔ ابھی اس کی چیخ کی بازگشت فضا میں موجود تھی کہ
صالحہ کا ہاتھ ایک بار پھر حرکت میں آیا اور جگر کے حلق سے نکلنے
والی چیخ سے ایک بار پھر ہال نما کمرہ گونج اٹھا۔ جگر کا سارا جسم

اس طرح کانپ رہا تھا جیسے لرزے کا بخار چڑھ آنے پر مریض کا جسم کانپتا ہے۔

''بولو۔ کون ہے تمہارا سرغنہ۔ بولو''..... صالحہ نے خنجر کا دستہ اس کی پیشانی پر ابھر آنے والی رگ پر مارتے ہوئے چیخ کر کہا تو جیگر کا چہرہ تیزی سے مسخ ہوتا چلا گیا۔

''بولو۔ کون ہے تمہارا سرغنہ۔ بولو''..... صالحہ نے چیخ کر کہا اور ساتھ ہی پیشانی پر خنجر کے دستے کی دوسری ضرب لگا دی۔

''سس۔ سس۔ سردار ارباب۔ سردار ارباب سرغنہ ہے ہمارے گینگ کا''..... جیگر کے منہ سے اس طرح الفاظ نکلنے لگے جیسے ٹکسال سے سکے ڈھل ڈھل کر باہر آ رہے ہوں۔

''کہاں رہتا ہے یہ سردار ارباب۔ بولو۔ کہاں رہتا ہے''۔ صالحہ نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اب جیگر لاشعوری طور پر بول رہا ہے اور اس کا شعور ختم ہو چکا ہے۔

''ڈان پلازہ کا مالک ہے۔ ڈان ٹریڈرز کے نام سے کاروبار کرتا ہے''..... جیگر نے کہا لیکن وہ فقرہ مکمل نہ کر سکا اور اس کی آواز ڈوبتی چلی گئی۔ مسلسل خون بہنے کی وجہ سے وہ آخری سانسوں پر آ گیا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ صالحہ کچھ کرتی جیگر کے جسم نے ایک زور دار جھٹکا کھایا اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ڈھلک گئی اور آنکھیں اوپر کو چڑھ گئیں۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ صالحہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے خنجر ایک طرف پھینک دیا۔

''آؤ نازیہ۔ اب یہاں سے نکل چلیں''..... صالحہ نے جیب سے مشین پسٹل نکالتے ہوئے کہا تو نازیہ نے اثبات میں سر ہلایا ہی تھا کہ وہ دونوں بے اختیار اچھل پڑیں کیونکہ بند دروازے کی دوسری طرف سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں دروازے کی طرف آ رہی تھیں۔ صالحہ نے بجلی کی سی تیزی سے نازیہ کو بازو سے پکڑ کر اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا اور خود بھی دیوار سے پشت لگا کر کھڑی ہو گئی۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھیں اور صالحہ اور نازیہ دونوں کے اعصاب آنے والے وقت کا سوچ کر ہی تن گئے تھے۔

''عمران صاحب۔ ہمیں اس سورج دادا کا سراغ لگانا چاہئے''۔ صدیقی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ صدیقی، عمران کے فلیٹ پر پہنچا تھا اور عمران نے اسے کاشف فوٹوگرافر کے قاتلوں کا سراغ لگانے کے سلسلے میں ٹائیگر کی کارکردگی اور خود اس نے سیٹھ ارشاد کے اغوا برائے تاوان کے سلسلے میں خادم موالی، کالو داد اور پھر کالو داد کے ذریعے سورج دادا تک پہنچنے کی تفصیل بتا دی تھی۔ پھر سالی اور نازیہ پیشہ ور قاتل سائمن تک پہنچنے کی تفصیل بھی بتا دی تھی اور پھر سائمن کے ذریعے انہیں کالو دادا کا علم ہوا تھا۔ یہ ساری تفصیل سننے کے بعد صدیقی نے عمران سے کہا تھا کہ انہیں سورج دادا کا سراغ لگانا چاہئے۔

''ٹائیگر نے سردار ارباب کی ٹپ دی ہے۔ ہمیں پہلے اسے کور کرنا چاہئے''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ یہ کاروباری لوگ درمیانے لوگ ہوتے ہیں۔ یہ سرغنہ نہیں ہوتے۔ ایسے جرائم کے سرغنہ یہ کالو دادا اور سورج دادا ٹائپ کے لوگ ہوتے ہیں۔ کالو دادا تو آپ کے اور جوانا کے ہاتھوں انجام کو پہنچ گیا ہے۔ البتہ یہ سورج دادا موجود ہے۔ اس پر فوری ہاتھ ڈالنا چاہئے''...... صدیقی نے کہا۔

''لیکن کہا یہ جا رہا ہے کہ وہ کافرستان گیا ہوا ہے''...... عمران نے کہا۔

''تو کیا ہوا۔ ہم کافرستان پہنچ جائیں گے۔ ان کے نیٹ ورک کو ہر صورت میں ختم کرنا ہے ورنہ یہ لعنت کینسر کی طرح پھیلتی ہی چلی جا رہی ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ ایک بار پھر معلوم کر لیتے ہیں۔ شاید سورج دادا واپس آ گیا ہو''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''راگھو بول رہا ہوں''...... ایک سخت سی آواز سنائی دی۔

''پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں''...... عمران نے لہجہ بدل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ پرنس آپ۔ حکم فرمائیں''...... راگھو کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

''سورج دادا کی کیا پوزیشن ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ ابھی تک کافرستان میں ہی جناب اور تقریباً ایک ہفتے بعد ہی اس کی واپسی ہوگی''...... راگھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تم کنفرم ہو یا صرف سنی سنائی بات کر رہے ہو''...... عمران نے کہا۔

''نہیں پرنس۔ آپ کے ساتھ سنی سنائی بات کیسے کی جا سکتی ہے۔ یہ کنفرم بات ہے''...... راگھو نے جواب دیا۔

''اوکے''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''یہ راگھو کون ہے''...... صدیقی نے عمران سے پوچھا۔

''یہ بھی شان باغ کا بدمعاش ہے اور سورج دادا بھی شان باغ میں رہتا ہے۔ یہ دونوں طویل عرصہ سے ایک دوسرے کے مخالف چلے آ رہے ہیں اس لئے میں نے بطور پرنس اسے بھاری رقم دے کر اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ یہ مجھے کنفرم اطلاع دے اور ابھی تمہارے سامنے بات ہوئی ہے۔ تم نے بھی سنی ہے''...... عمران نے کہا۔

''راگھو کی ٹپ آپ کو کس نے دی تھی۔ کیا ٹائیگر نے''۔ صدیقی نے پوچھا۔

''اوہ نہیں۔ راگھو کے بارے میں مجھے اطلاع رچرڈ نے دی تھی۔ شان باغ میں رچرڈ کا چھوٹا سا کلب ہے۔ وہ انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے اور ٹائیگر کا دوست ہے اور وہ مجھے بھی جانتا ہے''۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ آپ ان چھوٹے درجے کے بدمعاشوں سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ رچرڈ نے اپنے طور پر آپ کو درست ٹپ دی ہو گی لیکن میرا خیال ہے کہ راگھو اور سورج دادا اندر سے ملے ہوئے ہیں''...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''کس بات کو بنیاد بنا کر تم یہ بات کر رہے ہو''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''اس بنیاد پر کہ میں ذاتی طور پر راگھو کو جانتا ہوں۔ فور سٹارز کے ایک مشن کے سلسلے میں میری اس سے دو تین بار ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔ یہ انتہائی شاطر اور کینہ فطرت آدمی ہے۔ میں کبھی اس کی بات پر اعتماد کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہ آدمی اسی طرح دونوں پر اعتماد جما کر صرف پیسہ بٹورتا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''اوہ۔ تمہاری بات درست ہو سکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں خود شان باغ جا کر اس بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہئیں''۔ عمران نے کہا۔

''اس راگھو کو اصل صورت حال کا علم ہو گا۔ ہم اسے اغوا کر کے وہیں شان باغ میں ہی اس سے پوچھ گچھ کر سکتے ہیں کیونکہ اس راگھو کا وہیں ایک ایسا خفیہ اڈا ہے جس کے بارے میں مجھے علم ہے اور جہاں ہم اس راگھو کو لے جا کر اس سے اصل بات معلوم کر لیں گے''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم بہرحال چیف ہو اس لئے تمہاری رائے کو مجھ جیسے ناچیز کی رائے پر فوقیت حاصل ہے"...... عمران نے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ بے شک، یہاں بیٹھے رہیں۔ میں جا کر اس راگھو سے سب کچھ معلوم کر کے اس سورج دادا پر ہاتھ ڈال دیتا ہوں اور پھر رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ تم مجھ جیسے چھوٹے سے سٹار کو ساتھ رکھنا بھی نہیں چاہتے کہ اس میں چاروں بڑے سٹارز کی توہین ہو گی"۔ عمران نے کہا تو صدیقی ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آیئے عمران صاحب۔ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ باقی سٹارز ہمارے ہیڈکوارٹر میں موجود ہیں۔ ہم پہلے وہاں جائیں گے اور پھر وہیں سے آگے شان باغ کی طرف بڑھ جائیں گے"۔ صدیقی نے کہا۔

"اوکے۔ چلو"...... عمران نے بھی اٹھتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر بعد عمران، صدیقی کی کار میں بیٹھا فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر تینوں دو کاروں میں رضا پلازہ پہنچ گئے جہاں صالحہ نے اپنی ذاتی رہائش گاہ سے پہنچنا تھا۔ صالحہ نے ذاتی رہائش گاہ سے روانہ ہوتے وقت انہیں فون کر کے اطلاع دے دی تھی اور اس اطلاع کے بعد ہی وہ تنویر کے فلیٹ سے روانہ ہوئے تھے لیکن ایک سڑک مرمت کے لئے بند ہونے کی وجہ سے انہیں ایک لمبا چکر کاٹ کر یہاں پہنچنا پڑا تھا۔ پلازہ کی وسیع و عریض پارکنگ میں انہیں صالحہ کی کار نظر آ گئی۔ تنویر جو ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا، کار صالحہ کی کار کے قریب لے جا کر روک دی۔ صفدر اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا جبکہ کیپٹن شکیل علیحدہ اپنی کار میں تھا۔ کیپٹن شکیل نے بھی کار ان کے قریب روک دی اور پھر وہ تینوں نیچے اتر آئے۔

"صالحہ نے کار لاک نہیں کی۔ اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے"۔

صفدر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے صالحہ کی کار کا دروازہ کھینچا تو وہ کھل گیا کیونکہ وہ پہلے ہی تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

''اوہ۔ اوہ۔ اندر تو بے ہوش کر دینے والی گیس کی بو موجود ہے''..... صفدر نے اندر جھانک کر تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

''کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب''..... تنویر اور کیپٹن شکیل دونوں نے صفدر کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے کہا۔

''میری چھٹی حس خطرے کا سائرن بجا رہی ہے۔ تنویر تم تیزی سے جا کر دیکھو کہ صالحہ کا فلیٹ لاکڈ ہے یا نہیں''..... صفدر نے کہا تو تنویر تیزی سے سر ہلاتا ہوا پلازہ کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

''میرا خیال ہے کہ صالحہ کو اغوا کیا گیا ہے''..... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''ہاں۔ اگر اس کا فلیٹ لاکڈ ہے تو پھر لازماً یہی بات ہوگی۔ ہمیں پہنچنے میں دیر ہو گئی اور مجرم پہلے سے ہی یہاں صالحہ کے انتظار میں موجود تھے''..... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں معلوم کرتا ہوں۔ شاید کسی نے کچھ دیکھا ہو''..... کیپٹن شکیل نے کہا اور تیزی سے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں باقاعدہ سیکورٹی کے افراد موجود تھے لیکن وہ آنے جانے والی کاروں کو چیک نہیں کر رہے تھے۔

''آپ کب سے یہاں سیکورٹی پر ہیں''..... کیپٹن شکیل نے

سیکورٹی والے دو افراد کے قریب پہنچ کر کہا تو وہ دونوں چونک پڑے۔

''ہمیں چار گھنٹے تو ہو گئے ہوں گے جناب۔ کیوں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں''..... ایک سیکورٹی والے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہاں فلیٹ نمبر ایک سو بارہ میں مس صالحہ رہتی ہیں۔ آپ نے انہیں دیکھا ہوا ہوگا''..... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''جی ہاں۔ میں جانتا ہوں۔ مجھے انہوں نے ایک بار خاصی بڑی رقم میری بہن کی بیماری کا علاج کرانے کے لئے دی تھی۔ کیوں۔ کیا ہوا ہے''..... دوسرے سیکورٹی گارڈ نے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے''..... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

''جی میرا نام کمال احمد ہے لیکن بات کیا ہے۔ آپ ایسے سوالات کیوں کر رہے ہیں''..... کمال احمد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مس صالحہ تھوڑی دیر پہلے کار میں اندر گئی تھیں۔ تم نے دیکھا ہوگا''..... کیپٹن شکیل نے اس کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ ابھی دس منٹ پہلے وہ اپنی کار میں اندر گئی ہیں لیکن آپ بتاتے کیوں نہیں کہ آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں''..... کمال احمد نے کہا۔ اسی لمحے صفدر اور تنویر بھی تیز تیز قدم

اٹھاتے ہوئے ادھر آتے نظر آئے تو کیپٹن شکیل، تنویر اور صفدر نے
چہروں کو دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ معاملہ گڑبڑ ہے۔

''مس صالحہ کو پارکنگ سے ہی اغوا کر لیا گیا ہے اور ان کی کار
میں بے ہوش کر دینے والی گیس پھیلی ہوئی ہے۔ تم بتاؤ کہ مس
صالحہ کی کار اندر جانے کے بعد اب تک کون کون سی کار باہر گئی
ہے''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ مس صالحہ کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا
ہے''...... کمال احمد کے چہرے پر یکلخت خوف کے تاثرات ابھر
آئے۔ دوسرے سیکورٹی والے کے چہرے پر بھی پریشانی کے
تاثرات ابھر آئے تھے۔

''جلدی بتاؤ۔ جتنی دیر ہو گی اتنا ہی مس صالحہ کی جان کو خطرہ
بڑھتا جائے گا''...... کیپٹن شکیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ ہاں۔ میں اس وقت بھی حیران ہوا تھا کہ پریڈ
گراؤنڈ کا بدمعاش مراد اس پلازہ میں کس سے ملنے آیا تھا''۔ کمال
احمد نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ لاشعوری کیفیت میں بول رہا ہو۔

''پریڈ گراؤنڈ کا مراد۔ کون ہے اور کیا وہ اکیلا تھا''...... کیپٹن
شکیل نے کہا جبکہ صفدر اور تنویر بھی قریب آ کر کھڑے ہو گئے
تھے۔

''صالحہ کا فلیٹ لاکڈ ہے''...... تنویر نے کہا تو کیپٹن شکیل نے
اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے کہہ رہا ہو کہ اس کا اندازہ پہلے سے ہی

بھی تھا۔

''وہ دو آدمی تھے۔ سرخ رنگ کی کار جدید ماڈل کی کار تھی۔ وہ
ایک گھنٹہ پہلے اندر گئے تھے۔ ان کے ساتھ دو کاریں اور بھی تھیں
ان میں بھی بدمعاش صورت لوگ بھرے ہوئے تھے۔ پھر مراد کی
کار تیزی سے واپس آئی۔ اس کے کچھ دیر بعد دو کاریں بھی واپس
آ گئیں۔ اگر مس صالحہ اغوا ہوئی ہیں تو لازماً اس مراد نے ہی انہیں
اغوا کیا ہو گا اور ویسے بھی اغوا برائے تاوان کے جرائم میں وہ خاصا
بدنام ہے''...... کمال احمد نے کہا۔ اس کے بات کرنے کا انداز ایسا
تھا جیسے صالحہ کو تاوان کے لئے اغوا کیا گیا ہو۔

''تمہیں کیسے معلوم ہے اس مراد کے بارے میں''...... کیپٹن
شکیل نے پوچھا۔

''میرے سسرال پریڈ گراؤنڈ علاقے میں ہیں اور میں اکثر
وہاں آتا جاتا رہتا ہوں۔ مراد کا وہاں خاصا بڑا ہوٹل ہے۔ مراد
ہوٹل۔ اس ہوٹل کے عقب میں اس کا احاطہ نما بڑا سا مکان ہے
جس میں ہر وقت غنڈے بھرے رہتے ہیں''...... کمال احمد نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آؤ۔ ہمیں پریڈ گراؤنڈ چلنا ہو گا''...... کیپٹن شکیل نے اپنے
ساتھیوں سے کہا اور پھر وہ دوڑتے ہوئے اندر پارکنگ میں گئے اور
چند لمحوں بعد دونوں کاریں تیزی سے پلازہ کے آؤٹ گیٹ سے
نکل کر اس طرف کو بڑھ گئیں جدھر پریڈ گراؤنڈ نامی علاقہ تھا۔

تقریباً نصف گھنٹے کی مسلسل ڈرائیونگ کے بعد وہ دارالحکومت کے نواحی علاقے پریڈ گراؤنڈ میں پہنچ گئے۔ تنویر کی کار آگے تھی جبکہ کیپٹن شکیل کی کار اس کے عقب میں تھی۔ ایک راہگیر سے مراد ہوٹل کے بارے میں پوچھنے کے بعد وہ آگے بڑھ گئے اور پھر ایک عام ٹائپ کے ہوٹل سے انہوں نے کاریں کافی فاصلے پر ایک میدان میں کھڑی کر دیں اور پھر نیچے اتر کر وہ تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ہوٹل میں داخل ہو گئے۔ یہاں عام سے لوگ موجود تھے ان میں ہی غنڈے اور بدمعاش افراد بھی خاصی تعداد میں نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف بڑا سا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے دو بھاری جسموں کے آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک رقم وصول کرنے میں مصروف تھا جبکہ دوسرا اطمینان بھرے انداز میں بیٹھا اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔

''مراد کہاں ہے''...... تنویر نے جو صفدر اور کیپٹن شکیل سے آگے تھا کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر اس مونچھوں والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میری جیب میں ہے۔ جاؤ دفعہ ہو جاؤ۔ جو آتا ہے منہ اٹھا کر باس کے بارے میں ہی پوچھتا''...... اس مونچھوں والے نے بڑے حقارت بھرے لہجے میں کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا تنویر کا ہاتھ جیکٹ کی جیب سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل تھا۔ دوسرے لمحے ریٹ ریٹ کی آوازوں کے

ساتھ ہی اس مونچھوں والے کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے ہوٹل گونج اٹھا۔

''اب تم بتاؤ کہاں ہے مراد''...... تنویر نے رقم وصول کرنے والے کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک جھٹکے سے آگے کاؤنٹر پر سے اسے گھسیٹ کر نیچے ڈالا اور دوسرے لمحے اس کی لات پوری قوت سے اس اٹھتے ہوئے آدمی کی پسلیوں میں لگی۔

''بولو۔ کہاں ہے مراد۔ بولو''...... تنویر نے دوسری بار لات مارتے ہوئے چیخ کر کہا جبکہ اس دوران ہوٹل میں بھگدڑ سی مچ گئی تھی جبکہ دو بدمعاش شکل افراد نے جیبوں سے پسٹل نکالے ہی تھے کہ کیپٹن شکیل اور صفدر کی طرف سے ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی وہ دونوں چیخ کر نیچے گرے اور پھر اس طرح پھڑکنے لگے جیسے ذبح کی ہوئی بکریاں پھڑکتی ہیں۔

''بولو۔ کہاں ہے مراد''...... تنویر نے تیسری بار لات مارتے ہوئے کہا۔

''وہ۔ وہ عقبی احاطہ میں ہے۔ ابھی واپس آیا ہے۔ وہ۔ وہ''۔ چیختے ہوئے آدمی نے تقریباً رو دینے والے لہجے میں کہا تو تنویر نے جھک کر اسے ایک بار پھر گلے سے پکڑا اور ایک جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔

''چلو آگے چلو اور دکھاؤ کہ کہاں ہے احاطہ ورنہ ابھی گولی مار دوں گا۔ چلو''...... تنویر نے چیختے ہوئے کہا۔ اسی لمحے انہیں ہوٹل

کے باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں تیزی سے ہوٹل کے چوڑے ستونوں کے پیچھے ہو گئے جبکہ تنویر نے پیچھے سے آگے جاتے ہوئے اس آدمی کی پشت پر لات ماری تو وہ چیختا ہوا اچھل کر منہ کے بل نیچے گرا تو تنویر بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے وہ ہوٹل کے سامنے کے رخ ایک بڑے ستون کی اوٹ میں ہو کر رک گیا۔ اسی لمحے دوڑتے ہوئے آٹھ دس افراد جن میں سے چار پانچ افراد آگے آگے تھے اور ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اچھل کر ہوٹل کی سیڑھیاں چڑھنے ہی لگے تھے کہ یکلخت تنویر نے ستون کی اوٹ سے فائر کھول دیا اور مشین پسٹل کی ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ نکلنے والی گولیاں بارش کی طرح آگے آنے والے افراد کے ساتھ ساتھ کئی اور افراد پر بھی پڑیں اور انہیں نیچے گرا دیا۔

اسی لمحے صفدر اور کیپٹن شکیل نے بھی فائر کھول دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آٹھ دس افراد نیچے گر چکے تھے۔ ان میں سے دو تین نے گرنے کے باوجود گنوں سے فائر کئے لیکن چوڑے ستونوں کی وجہ سے گولیاں صرف ہوٹل میں گرتی رہیں۔ وہ تینوں ان گولیوں کی زد سے محفوظ تھے۔ تنویر مسلسل گولیاں برسائے چلا جا رہا تھا اور پھر جیسے ہی نیچے پڑے تڑپتے ہوئے افراد قدرے ساکت ہوئے تنویر نے ستون کی اوٹ سے جمپ لگایا اور سیڑھیوں کے اوپر سے اڑتا ہوا

نیچے زخمیوں کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے نیچے پڑی ہوئی ایک مشین گن جھپٹ لی۔ گو اس طرح کھلے عام باہر آ جانے سے اس نے اپنی جان کو رسک میں ڈال لیا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ وہ زیادہ دیر ستونوں کی اوٹ میں نہیں چھپ سکتا ورنہ اندر بم بھی مارے جا سکتے ہیں۔ وہ آدمی جسے تنویر ساتھ لے آ رہا تھا نجانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ شاید وہ بھی گولیوں کا شکار ہو گیا تھا۔ تنویر نے مشین گن اٹھاتے ہوا بجلی کی سی تیزی سے تینوں اطراف میں گھوم کر دیکھا لیکن وہاں دور دور تک کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ صرف وہی لاشیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں انہوں نے ہلاک کیا تھا۔ البتہ ہوٹل کے عقب میں ایک خاصا بڑا احاطہ دکھائی دے رہا تھا جس کا بڑا سا پھاٹک بند تھا۔ البتہ چھوٹی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔

"آ جاؤ"...... تنویر نے چیخ کر کہا اور پھر مشین گن لہراتا ہوا وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اس پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی لمحے اسے پھاٹک کے اندر سے کسی کی جھلک دکھائی دی تو دوڑتے ہوئے تنویر نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن جس کا رخ پھاٹک کی طرف ہی تھا، کا ٹریگر دبا دیا اور ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کے اندر کسی کے چیخنے اور دھماکے سے گرنے کی آواز سنائی دی۔ دوسرے لمحے تنویر ہوا کے تیز جھونکے کی طرح کھلی کھڑکی کو کراس کرتا ہوا اندر پہنچ گیا لیکن اندر پہنچتے ہی اس نے

یکلخت غوطہ لگایا اور اس لاشعوری غوطے نے اسے بچا لیا اور عین اسی
جگہ جہاں ایک لمحہ پہلے وہ موجود تھا وہاں گولیاں بارش کی طرح
پڑیں لیکن غوطہ لگاتے ہی تنویر کی مشین گن نے بھی شعلے اگلے اور
سامنے برآمدے کے ستونوں کے قریب کھڑے دو مشین گن بردار
چیختے ہوئے پشت کے بل برآمدے میں ہی گر گئے اور تنویر دوڑتا
ہوا برآمدے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسی لمحے صفدر اور کیپٹن شکیل
بھی پھاٹک کے اندر داخل ہوئے اور صفدر نے پھاٹک کی چھوٹی
کھڑکی کو بند کر کے اندر سے لاک کر دیا اور پھر وہ دونوں ہی
دوڑتے ہوئے تنویر کے پیچھے برآمدے کی طرف بڑھتے چلے گئے
لیکن پوری عمارت گھوم لینے کے باوجود انہیں وہاں مزید کوئی آدمی
نظر نہ آیا تھا لیکن ایک جگہ صفدر ٹھٹھک کر رک گیا۔ اسے رکتا دیکھ
کر کیپٹن شکیل بھی رک گیا جبکہ تنویر تو ویسے ہی ہوا کے گھوڑے پر
سوار تھا۔

''کیا ہوا''...... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

''سامنے دیوار کی پوزیشن بتا رہی ہے کہ یہاں تہہ خانہ ہے''۔
صفدر نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے دیوار کے درمیان میں
فرش پر زور سے پیر مارا تو سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار درمیان
سے کھل کر سائیڈوں میں سمٹتی چلی گئی۔

''خبردار۔ ہاتھ اٹھا دو''...... صفدر نے چیخ کر کہا تو سامنے کرسی
پر بیٹھے ہوئے آدمی نے یکلخت ہاتھ اٹھا دیئے۔ یہ بڑی بڑی

مونچھوں والا لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی تھا۔

''تم۔ تم کون ہو۔ تم نے میرے سب افراد کو ہلاک کر دیا۔ تم
کون ہو اور کیوں یہ سب کر رہے ہو''...... اس آدمی نے ہاتھ
اٹھائے خود ہی اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے تنویر بھی
دوڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔

''تمہارا نام مراد ہے''...... صفدر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں مراد ہوں۔ مگر تم کون ہو''...... اس آدمی نے کہا۔

''تم نے رضا پلازہ سے جس لڑکی صالحہ کو اغوا کیا ہے وہ کہاں
ہے''...... صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔

''وہ۔ وہ تو باس جیگر کے اڈے پر پہنچا دی گئی ہے۔ وہ تو
انہوں نے حکم دیا تھا کہ اسے اغوا کر کے وہاں پہنچا دیا جائے''۔
مراد نے رک رک کر کہا۔

''کہاں ہے جیگر کا اڈا۔ سچ بتا دو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے
ورنہ تمہارے سب مسلح ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ تم بھی ہلاک کر
دیئے جاؤ گے۔ سچ بتا دو''...... صفدر نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تم نے میرے سب لڑاکوں کو مچھروں کی
طرح مار دیا ہے۔ اسی لئے تو میں تہہ خانے میں چھپ گیا تھا مگر
تمہیں نجانے کیسے معلوم ہو گیا۔ میں بتا دیتا ہوں۔ مجھے مت مارو۔
باس جیگر کا اڈا ستار کالونی کی کوٹھی میں ہے۔ اس کا نام کالی کوٹھی
ہے۔ کوٹھی پر سب کالے پتھر لگے ہوئے ہیں لیکن وہاں مت جانا۔

باس جیگر نے وہاں انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں"۔
مراد نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا تنویر نے ٹریگر
دبا دیا اور مشین گن کی نال سے نکلنے والی گولیوں کی بارش سے مراد
چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل گرا اور پھر چند لمحے تڑپنے کے بعد
ساکت ہو گیا۔

"آؤ۔ وقت مت ضائع کرو۔ ہمیں جلد از جلد صالحہ تک پہنچنا
ہے"..... تنویر نے کہا اور تیزی سے مڑ کر دوڑتا ہوا بیرونی پھاٹک کی
طرف بڑھ گیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل بھی اس کے پیچھے باہر کی طرف
بڑھنے لگے۔

"رک جاؤ تنویر۔ اب تو پولیس باہر پہنچ چکی ہو گی۔ وہاں تم نے
قتل عام کر دیا ہے۔ ہمیں دوسری طرف سے نکل کر کاروں تک
پہنچنا ہے"..... صفدر نے چیخ کر کہا تو دوڑتا ہوا تنویر یکلخت رک
گیا۔

"اوہ۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن پھاٹک تو ایک ہی ہے"۔ تنویر
نے رک کر مڑتے ہوئے کہا۔

"ادھر گلی میں دروازہ ہے۔ آؤ"..... صفدر نے دائیں طرف
ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر واقعی وہ اس گلی کے
دروازے کو کھول کر احاطے سے باہر نکل گئے لیکن اب بھی وہ اس
ہوٹل کی دوسری اور عقبی طرف تھے جبکہ اب تک ہونے والا تمام
ہنگامہ ہوٹل کے فرنٹ کی طرف ہوا تھا۔ گلی سے گزر کر وہ ایک

دوسری سڑک پر پہنچ گئے۔ مشین گنیں انہوں نے وہیں احاطے میں
ہی پھینک دی تھیں اور مشین پسٹلز ان کی جیبوں میں تھے اور پھر
ایک لمبا چکر کاٹ کر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں انہوں نے کاریں
کھڑی کی تھیں۔ یہ ہوٹل سے خاصے فاصلے پر تھیں جبکہ ہوٹل کے
سامنے انہیں پولیس کی گاڑیاں کھڑی دور سے ہی نظر آ رہی تھیں۔

"چلو۔ یہاں ہم پھنس گئے تو آسانی سے جان نہیں چھوٹے
گی"..... صفدر نے کہا اور چند لمحوں بعد دونوں کاریں سٹارٹ ہو کر
تیزی سے مڑیں اور پھر دوڑتی ہوئیں آگے سڑک کی طرف بڑھتی
چلی گئیں۔ کچھ دیر بعد وہ اس علاقے سے نکل آئے تو اب ان کا
رخ سٹار کالونی کی طرف تھا جو وہاں سے قریب ہی تھی۔ یہ ایک
خاصی پرانی آبادی تھی۔ سٹار کالونی میں داخل ہو کر انہوں نے پہلے
تو کالی کوٹھی تلاش کی اور پھر تیسری لائن کے تقریباً آخر میں انہیں
وہ کالی کوٹھی نظر آ گئی۔ وہ ساری کی ساری سیاہ رنگ کے پتھروں
سے ہی بنائی گئی تھی۔ انہوں نے ایک خالی جگہ پر کاریں روک
دیں۔

"میرے خیال میں اندر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی
جائے ورنہ یہاں بھی مقابلہ ہو سکتا ہے"..... صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مگر جو کرو جلدی کرو"..... تنویر نے کہا اور اس کے
ساتھ ہی اس نے سائیڈ سیٹ اٹھا کر نیچے بنے ہوئے باکس میں
سے گیس پسٹل اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر وہ تینوں تیزی سے

عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے لیکن ابھی وہ عمارت سے کچھ فاصلے پر ہی تھے کہ انہوں نے پھاٹک سے ایک لمبے قد کے آدمی کو باہر آتے دیکھا۔ وہ پیدل چلتا ہوا اس طرف آ رہا تھا جہاں تنویر اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ وہ آدمی جب قریب سے گزرنے لگا تو یکلخت تنویر کا بازو گھوما اور وہ آدمی چیختا ہوا اچھل کر سائیڈ دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر گیا تو تنویر نے انتہائی پھرتی سے جھک کر اس کی گردن پکڑی اور اسے کھڑا کر کے دیوار سے دبا دیا۔ یہ سائیڈ گلی تھی جبکہ سامنے سڑک پر ٹریفک چل رہی تھی لیکن صفدر اور کیپٹن شکیل نے تنویر اور اس آدمی کو اپنے جسموں سے اس انداز میں کور کر دیا تھا کہ سڑک پر چلتی ہوئی ٹریفک کو اصل حالات کا اس وقت تک علم نہیں ہو سکتا تھا جب تک وہ اس گلی میں نہ آ جائیں۔

”بولو جیگر کہاں ہے اور جس لڑکی کو اغوا کیا گیا ہے وہ کہاں ہے۔ بولو“..... تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔

”ب۔ ب۔ باس بڑے ہال میں ہے۔ دونوں لڑکیاں بھی وہیں ہیں۔ باس اس سے راز اگلوا رہا ہے“..... اس آدمی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”اندر کتنے آدمی ہیں۔ جلدی بولو“..... تنویر نے اس کی شہ رگ پر رکھا ہوا انگوٹھا دباتے ہوئے کہا۔

”چار۔ چار ہیں۔ مجھ سمیت چار“..... اس آدمی نے جواب دیا۔

”چلو پھاٹک کی طرف اور سنو۔ اگر کوئی غلط حرکت کی تو کھلے

عام گولی مار دیں گے۔ چلو اور پھاٹک کھلواؤ۔ جلدی“..... تنویر نے ہاتھ کے انگوٹھے کو جھٹکے سے شہ رگ کی طرف دباتے ہوئے کہا اور وہ آدمی یقیناً فیلڈ کے سلسلے میں تجربہ کار نہ تھا اور نہ ہی وہ کچھ کر سکا تھا کیونکہ وہ انتہائی بوکھلایا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور بوکھلاہٹ میں وہ پھاٹک پر پہنچ گیا۔

”روشن۔ پھاٹک کھولو۔ میں بابو ہوں“..... اس آدمی نے چیخ کر کہا تو چھوٹا پھاٹک کھل گیا اور چھوٹا پھاٹک کھلتے ہی تنویر جو اس آدمی کے پیچھے تھا، نے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ پھاٹک کے سامنے موجود دوسرے آدمی سے ٹکرا کر نیچے گرا ہی تھا کہ تنویر اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے صفدر اور کیپٹن شکیل بھی اندر داخل ہوئے۔ سامنے برآمدے میں دو مسلح آدمی کھڑے تھے۔ وہ اس طرح حیرت سے پھاٹک پر ہونے والا تماشہ دیکھ رہے تھے جیسے بچے حیرت بھرے انداز میں کسی شعبدہ باز کو دیکھتے ہیں۔ شاید ان کی سمجھ میں یہ ساری سچویشن نہ آ رہی تھی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے تنویر اور کیپٹن شکیل دونوں کے مشین پسٹلوں نے گولیاں اگلیں اور وہ دونوں چیختے ہوئے اچھل کر پشت کے بل برآمدے کے فرش پر جا گرے جبکہ صفدر نے مڑ کر پھاٹک پر ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے گرنے والوں پر فائر کھول دیا اور وہ زمین پر گرے اور تڑپنے لگے۔

”تم یہیں رکو تنویر۔ ہم اندر جاتے ہیں۔ اچانک بھی کوئی آ سکتا ہے“..... صفدر نے کہا تو برآمدے کی طرف بڑھتا ہوا تنویر وہیں

رک گیا جبکہ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں دوڑتے ہوئے عمارت میں داخل ہوئے اور پھر وہ ایک لمبی سی راہداری میں پہنچ گئے جس کے اختتام پر ایک بند دروازہ تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر صفدر نے کیپٹن شکیل کو ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا تو کیپٹن شکیل رک گیا۔ صفدر نے آگے بڑھ کر دروازے پر زور سے لات ماری کیونکہ باہر سے دروازہ لاک نہ تھا لیکن دروازہ نہ کھل سکا۔ وہ اندر سے لاکڈ تھا۔

"یہ تو اندر سے بند ہے۔ میں اسے کھولتا ہوں"..... صفدر نے کہا اور پھر تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کسی لڑاکے مینڈھے کی طرح اب دوڑ کر بند دروازے پر کاندھے کی زور دار ضرب لگائے گا تاکہ جھٹکے سے لاک ٹوٹ جائے اور دروازہ کھل سکے کیونکہ دروازے کو اندر سے بند پا کر وہ سمجھ گیا تھا کہ جیگر اور صالحہ دونوں اسی کمرے میں ہیں۔

"یہ تو صفدر کی آواز ہے"..... اچانک اندر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ یہ آواز خاصی ہلکی تھی لیکن صفدر کے ساتھ ساتھ کیپٹن شکیل اور تنویر بھی بخوبی پہچان گئے تھے کہ یہ صالحہ کی آواز ہے۔

"دروازہ کھولو صالحہ۔ میں صفدر ہوں۔ میرے ساتھ کیپٹن شکیل اور تنویر بھی ہیں"..... صفدر نے کاندھے کی ٹکر مار کر دروازہ توڑنے کا ارادہ بدل کر دروازے کے قریب جا کر چیختے ہوئے کہا تو چند لمحوں بعد کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔

دو کاریں خاصی تیز رفتاری سے دارالحکومت کے نواحی علاقے شان باغ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھیں۔ ایک کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر صدیقی تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر عمران اور عقبی سیٹ پر نعمانی بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر چوہان تھا اور سائیڈ سیٹ پر خاور موجود تھا۔ صدیقی، عمران سمیت فور سٹارز کے ہیڈکوارٹر پہنچا تھا۔ صدیقی کے تینوں ساتھی وہاں موجود تھے اور پھر عمران اور صدیقی نے اغوا برائے تاوان کے جرم میں ملوث افراد کے خلاف کارروائی کے بارے میں جب انہیں بریف کیا تو وہ سب فوری طور پر اس کیس پر کام کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

راگھو کے بارے میں خاور نے بھی وہی بات کی جو پہلے صدیقی، عمران سے کر چکا تھا کہ یہ راگھو بے حد شاطر اور عیار آدمی ہے۔ وہ ہر طرف سے رقم لوٹنے کی کوشش میں رہتا ہے اور اس کے

ساتھ ساتھ یہ بھی کہ وہ بدمعاشوں کی دنیا کا سب سے باخبر آدمی بھی ہے۔ اس نے باقاعدہ خفیہ نیٹ ورک بنایا ہوا تھا جہاں سے اسے تازہ خبریں موصول ہوتی رہتی تھیں۔ شان باغ میں ایک چھوٹا سا لیکن خاصا صاف ستھرا کلب تھا جس کا نام ریڈ زون کلب تھا اور راگھو اس کلب کا مالک اور جنرل منیجر تھا لیکن راگھو کا نام عرف عام میں مشہور تھا کیونکہ اس کلب سے پہلے شان باغ میں راگھو کا عام سا چائے کا ہوٹل تھا۔ اس کا اصل نام تو کچھ اور تھا لیکن اسے شروع سے ہی راگھو کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ البتہ کلب میں اسے ماسٹر راگھو یا صرف ماسٹر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

راگھو کا کلب بظاہر صاف ستھرا تھا لیکن یہاں بھی خفیہ پیمانے پر غیر قانونی جواء ہوتا تھا جس میں دارالحکومت کے اعلیٰ طبقے کے افراد حصہ لیتے تھے۔ اس کے لئے کلب کے نیچے ایک بڑا ہال تھا جس میں آمد و رفت کے راستے علیحدہ تھے۔ دونوں کاریں کلب کے کمپاؤنڈ گیٹ سے مڑ کر ایک سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ کی طرف بڑھ گئیں۔ صدیقی نے اپنے ہیڈکوارٹر سے روانگی سے پہلے فون کر کے یہ کنفرم کر لیا تھا کہ راگھو کلب میں بنے اپنے آفس میں موجود ہے اور پھر کاریں پارکنگ میں روک کر وہ پانچوں اطمینان بھرے انداز میں چلتے ہوئے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

"عمران صاحب۔ یہ راگھو آسانی سے تو اصل بات نہیں بتائے گا۔ پھر"...... صدیقی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں بتائے گا تو خود بھگتے گا۔ اسی لئے تو میں لال سٹار اپنے ساتھ بڑے بڑے سٹارز لے آیا ہوں تاکہ لال سٹار کچھ نہ کچھ روشنی بڑے سٹارز سے لے کر کم از کم اتنا تو روشن ہو جائے کہ راگھو جیسے لوگ اسے احمق نہ بنا سکیں"...... عمران نے کہا تو صدیقی کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ راگھو نے آپ کو بے وقوف بنایا ہے یا ہم نے راگھو پر غلط بیانی کا الزام لگا کر آپ کے نزدیک غلطی کی ہے"...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بھی چیف پریشان نہیں ہوا کرتے۔ پریشان ہونے کے لئے ہم موجود ہیں۔ میرا مطلب تھا کہ فون پر تو راگھو کا چہرہ نظر نہیں آتا۔ اب اس کا چہرہ دیکھ کر ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ غلط بیانی کر رہا ہے یا جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہی حقیقت ہے"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلا دیا کیونکہ وہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ عمران چہرہ دیکھ کر ہی اصلیت سمجھ جانے کی خداداد صلاحیت رکھتا ہے۔ ہال میں داخل ہو کر وہ سیدھے کاؤنٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ہال میں بہت تھوڑے افراد موجود تھے کیونکہ کلب میں رش کا وقت شام اور رات کا ہوتا تھا۔

"یس سر"...... کاؤنٹر کے پیچھے موجود نوجوان نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ماسٹر راگھو سے کہو کہ پرنس آف ڈھمپ بنفس نفیس اس سے ملاقات کے لئے دستیاب ہے"..... عمران نے اس نوجوان سے کہا تو نوجوان کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت کے تاثرات ابھرے لیکن دوسرے لمحے اس نے رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے کئی نمبر پریس کر دیئے۔

"کاؤنٹر سے ٹونی بول رہا ہوں سر۔ پانچ صاحبان کاؤنٹر پر موجود ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا کہ آپ کو بتا دیا جائے کہ پرنس آف ڈھمپ بنفس نفیس آپ سے ملاقات کے لئے دستیاب ہیں"..... کاؤنٹر مین نے ہوبہو وہی کچھ دوہرا دیا جو عمران نے کہا تھا۔

"یہ لیجئے ماسٹر سے بات کیجئے"..... کاؤنٹر مین نے دوسری طرف کی بات سن کر رسیور عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ کیا تمہیں شک ہے کہ میں نقلی پرنس آف ڈھمپ ہوں جو تم نے تصدیق کرنے کی کوشش کی ہے"..... عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ ناراضگی کا اظہار کر رہا ہو۔

"یہ بات نہیں پرنس۔ میں تو اس لئے آپ سے بات کرنا چاہتا تھا کہ کوئی ایمرجنسی تو نہیں۔ میں نے ایک میٹنگ میں جانا تھا۔ اگر ایمرجنسی ہے تو میں یہ میٹنگ کینسل کر دیتا ہوں"..... دوسری طرف سے راگھو کی آواز سنائی دی۔

"صرف چند باتیں کرنی ہیں۔ پھر تم جانو اور تمہاری میٹنگ"۔ عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پرنس۔ رسیور ٹونی کو دیں"..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور کاؤنٹر مین کی طرف بڑھا دیا۔

"یس ماسٹر"..... کاؤنٹر مین نے رسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سن کر اس نے اوکے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کاؤنٹر کے قریب موجود ایک نوجوان کو اشارے سے بلایا۔

"صاحب کو ماسٹر کے آفس تک پہنچا آؤ"..... ٹونی نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آیئے سر"..... نوجوان نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک راہداری میں پہنچ گئے جہاں مشین گنوں سے مسلح دو باوردی دربان موجود تھے۔ آفس کا دروازہ بند تھا۔ دونوں مسلح دربان ساتھ آنے والے نوجوان کو دیکھ کر خاموش کھڑے رہے۔ نوجوان نے بند دروازے کو دبا کر کھولا اور پھر سائیڈ پر ہو گیا۔

"تشریف لے جائیں جناب"..... نوجوان نے کہا۔

"تھینک یو"..... عمران نے کہا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ خاصا بڑا کمرہ تھا جس کو بڑے بہترین انداز میں سجایا گیا تھا۔ بڑی سی میز کے پیچھے ایک درمیانے قد لیکن ورزشی جسم کا آدمی سوٹ پہنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں گال پر زخم کا ایک لمبا سا نشان

تھا۔ وہ عمران کے پیچھے اس کے ساتھیوں کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''خوش آمدید جناب۔ خوش آمدید''...... راگھو نے سائیڈ سے ہو کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''مجھ سے تو تم اچھی طرح واقف ہو۔ یہ چاروں میرے ساتھی ہیں''..... عمران نے راگھو سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''خوش آمدید جناب''...... ماسٹر راگھو نے کہا اور پھر اس نے سب سے مصافحہ کیا لیکن صدیقی اور اس کے ساتھیوں نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ وہ سب صرف مصافحہ کر کے صوفوں پر بیٹھتے چلے گئے۔ ماسٹر راگھو واپس میز کے پیچھے موجود اپنی کرسی کی طرف مڑنے لگا۔

''یہیں ہمارے پاس بیٹھو ماسٹر راگھو۔ تم سے انتہائی ضروری بات کرنی ہے''...... عمران نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کے پینے کے لئے کچھ منگوا لوں''...... راگھو نے کہا۔

''تمہیں میٹنگ میں جانا ہے اور ہمیں بھی جلدی ہے۔ پینا پلانا پھر کبھی سہی''..... عمران نے جواب دیا تو راگھو کے بے اختیار ہونٹ بھنچ گئے اور پھر وہ عمران کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ ساتھ والے صوفے پر نعمانی اور چوہان بیٹھے ہوئے تھے جبکہ سامنے والے

صوفے پر صدیقی اور خاور بیٹھ گئے تھے۔

''ایک پیشہ ور قاتل ہے راسکی۔ اسے جانتے ہو تم''...... عمران نے کہا تو ماسٹر راگھو کے ساتھ ساتھ صدیقی اور اس کے ساتھی بھی چونک پڑے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ عمران سورج دادا کے بارے میں پوچھے گا لیکن عمران نے ان کے خیال سے یکسر مختلف بات کر دی تھی۔

''ہاں۔ لیکن وہ تو دو روز پہلے ہلاک ہو گیا ہے''..... ماسٹر راگھو نے کہا۔

''کیسے ہلاک ہوا ہے اور کہاں''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ فلیٹ میں رہتا تھا۔ صبح کو فلیٹ کے اندر ہی اس کی لاش ملی۔ اسے گولیاں ماری گئی تھیں اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلا۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں''...... راگھو نے کہا۔

''اس لئے کہ ڈان پلازہ میں ٹائیگر پر اس راسکی نے اچانک قاتلانہ حملہ کیا۔ ٹائیگر کی قسمت اچھی تھی کہ وہ اس خوفناک حملے کے باوجود زندہ بچ گیا اور ٹائیگر نے مجھے راسکی کے بارے میں بتا دیا تھا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ بہرحال راسکی ہلاک ہو چکا ہے''۔ راگھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''راسکی کی پارٹی کون سی ہو سکتی ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''عمران صاحب۔ راسکی پیشہ ور قاتل تھا اس لئے کیا کہا جا سکتا

ہے۔ ہاں۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس سے زبردستی معلوم کیا جا سکتا تھا۔ اب اس کی ہلاکت کے بعد کیسے معلوم کیا جا سکتا ہے''۔ راگھو نے ایسے انداز میں منہ بناتے ہوئے کہا جیسے عمران نے کوئی احمقانہ بات پوچھی ہو۔

''تم تو بہرحال زندہ ہو۔ اس لئے تم بتا دو کہ سورج دادا کہاں چھپا ہوا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو راگھو بے اختیار چونک پڑا۔

''میں نے آپ کو رپورٹ دی تھی کہ سورج دادا کافرستان گیا ہوا ہے اور ایک ہفتے بعد اس کی واپسی ہے اور یہی حقیقت ہے''۔ راگھو نے کہا۔

''نہیں۔ یہ حقیقت نہیں ہے۔ سورج دادا یہاں موجود ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے اور ہم نے معلوم کر کے ہی جانا ہے اس لئے اب تم خود فیصلہ کر لو کہ یہ بات تم نے کیسے بتانی ہے''۔ عمران نے کہا۔

''آپ مجھے میرے ہی آفس میں دھمکی دے رہے ہیں۔ میں آپ کا لحاظ کر رہا ہوں اور آپ سر چڑھتے آ رہے ہیں''...... راگھو نے یکلخت ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے چیخ کر کہا لیکن ابھی اس کا فقرہ پوری طرح مکمل نہ ہوا تھا کہ کھلے ہوئے سپرنگ کی طرح اٹھتے ہوئے عمران کا بازو گھوما اور دوسرے لمحے راگھو چیختا ہوا اچھل کر نیچے قالین پر جا گرا لیکن وہ خاصا پھرتیلا تھا اس لئے نیچے گرتے ہی اس

نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے دباتے ہوئے اوپر کی طرف موڑ دیا اور تیزی سے اٹھتے ہوئے راگھو کا جسم ایک جھٹکے سے نیچے گرا اور اس کے منہ سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں۔ اس کا چہرہ تیزی سے مسخ ہوتا جا رہا تھا اور آنکھیں اوپر کو چڑھ رہی تھیں۔ عمران نے پیر کا دباؤ کم کیا اور اسے واپس نیچے کی طرف موڑا تو راگھو کا ساکت جسم جھٹکے کھانے لگا۔ البتہ اس کا تیزی سے مسخ ہوتا ہوا چہرہ دوبارہ نارمل ہونے لگ گیا اور آنکھیں بھی نیچے کو آ گئیں۔ اس کا گھٹتا ہوا سانس دوبارہ بحال ہو رہا تھا۔

''بولو۔ کہاں ہے سورج دادا۔ بولو''...... عمران نے پیر کو دوبارہ اوپر کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

''بب۔ بب۔ بتاتا ہوں۔ پیر ہٹاؤ۔ یہ عذاب ہے عذاب۔ پیر ہٹاؤ۔ بتاتا ہوں''...... راگھو نے خرخراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بتاؤ جلدی ورنہ''...... عمران نے پیر کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

''سورج دادا اپنے ہیڈکوارٹر میں ہے۔ قینچی پل سے آرام نگر جاؤ تو راستے میں ایک بڑی عمارت ہے جہاں پلاسٹک کے کھلونے بنتے ہیں۔ یہ پلاسٹک فیکٹری سورج دادا کا ہیڈکوارٹر ہے۔ سورج دادا وہاں موجود ہے مگر وہ کسی سے نہیں ملتا اور نہ ہی کسی کا فون اٹنڈ کرتا ہے''...... راگھو نے تیزی سے بولتے ہوئے کہا۔

''صدیقی۔ میں پیر ہٹا رہا ہوں۔ تم نعمانی سے مل کر اسے اٹھاؤ

اور اس کا کوٹ عقبی طرف سے نیچے کر دو اور پھر اسے صوفے پر بٹھا دو''..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے راگھو کی گردن سے پیر ہٹا لیا تو صدیقی اور نعمانی تیزی سے جھکے اور چند لمحوں بعد راگھو صوفے پر اس انداز میں بیٹھا لمبے لمبے سانس لے رہا تھا کہ اس کا کوٹ اس کے عقب میں کافی حد تک نیچے کر دیا گیا تھا۔ اس طرح ایک لحاظ سے وہ کوئی غلط حرکت کرنے کے قابل نہ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ مسلسل لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کیا تفصیل ہے سورج دادا کے ہیڈکوارٹر کی''۔ عمران نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر راگھو کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔

''م۔م۔ میں ایک بار وہاں گیا ہوں سورج دادا سے ملاقات کے لئے اس پلاسٹک فیکٹری میں۔ فیکٹری کا حصہ تو چھوٹا سا ہے جبکہ اس کا احاطہ بہت بڑا ہے اور وہاں کافی تعداد میں بڑے بڑے کمرے ہیں۔ اس ایریا میں بیس بائیس مسلح افراد ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا کمرہ سورج دادا کے لئے مخصوص ہے۔ وہ بہت بڑا بدمعاش اور دادا ہے۔ اس کے تعلقات اوپر تک ہیں اور اس فیکٹری میں بڑے بڑے لوگوں کی باقاعدہ دعوتیں ہوتی رہتی ہیں''۔۔۔ راگھو نے اس بار مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''کیا دھندہ کرتا ہے سورج دادا۔ میرا مطلب ہے کہ اس کا

اصل دھندہ کیا ہے''..... عمران نے کہا۔

''اس کے آدمی ہر دھندے میں کام کرتے ہیں۔ وہ عورتیں اغوا کر کے کافرستان اور دوسرے علاقوں میں فروخت کرتا ہے۔ منشیات اور اسلحہ کی اسمگلنگ بھی کرتا ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کو بلیک میل کرتا ہے لیکن اس کا اصل دھندہ اغوا برائے تاوان کی وارداتیں ہیں۔ وہ اس دھندے میں بے پناہ دولت کما رہا ہے۔ اس کے گینگ پورے ملک میں کام کر رہے ہیں۔ بچوں، عورتوں اور امیر بوڑھوں کو اغوا کر کے وہ اس پلاسٹک فیکٹری کے کمروں میں رکھتا ہے اور پھر لاکھوں کروڑوں روپے لے کر انہیں واپس کرتا ہے یا ہلاک کر کے ان کی لاشیں ویرانوں میں پھینک دیتا ہے''..... راگھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ گردن پر دباؤ پڑنے کے بعد راگھو اس طرح بول رہا تھا جیسے ذہنی طور پر وہ عمران سے خوفزدہ ہو گیا ہو۔

''سورج دادا کا حلیہ بتاؤ''..... عمران نے کہا تو راگھو نے حلیہ بھی بتا دیا۔

''اس کے گینگ کے بارے میں تفصیلات کہاں سے ملیں گی''۔ عمران نے کہا۔

''مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بڑے بڑے دو گینگ ہیں۔ مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے''..... راگھو نے جواب دیا۔

''عمران صاحب ختم کریں۔ ہمیں وہاں چھاپہ مارنا ہے''۔ صدیقی نے کہا تو عمران نے مشین پسٹل کو جیب میں ڈالا اور پیچھے

مڑ کر اس نے میز پر موجود فون کی تار کو ایک جھٹکے سے توڑ دیا۔

''سنو راگھو۔ میں تمہیں زندہ چھوڑ کر جا رہا ہوں ورنہ ایک بار ٹریگر دبتے ہی تمہاری کھوپڑی سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتی لیکن اگر تم نے ہمارے جانے کے بعد سورج دادا کو ہمارے بارے میں اطلاع دی تو تم پاتال میں بھی گھس جاؤ تو پھر بھی موت سے نہ بچ سکو گے''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

''میرا کوٹ اوپر کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی تمہارے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا''..... راگھو نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران مڑا اور اس نے ایک جھٹکے سے اس کا کوٹ اوپر کر دیا۔

''اپنا وعدہ یاد رکھنا ورنہ''...... عمران نے کہا اور ایک بار پھر دروازے کی طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران فور سٹارز کے ساتھ کلب کی عمارت سے نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

''عمران صاحب۔ آپ نے اسے زندہ چھوڑ دیا ہے''۔ صدیقی نے کہا۔

''یہ چھوٹی مچھلی ہے اور صرف مخبری کا دھندہ کرتا ہے اور آئندہ بھی ہمارے کام آ سکتا ہے''...... عمران نے جواب دیا تو اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''عمران صاحب۔ کیا اب سورج دادا کی اس پلاسٹک فیکٹری

میں جانا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ وقت آ گیا ہے کہ اس سورج دادا پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ اغوا برائے تاوان کے بارے میں تمام بنیادی معلومات وہیں سے مل جائیں گی''...... عمران نے جواب دیا اور ایک بار پھر اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

کمرے میں چار پانچ کرسیاں موجود تھیں جن پر لمبے تڑنگے سخت چہروں اور بڑی بڑی مونچھوں کے حامل افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب شراب پینے میں مصروف تھے۔

''مولا داد۔ تم کہہ رہے تھے کہ حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ اس بات سے تمہارا کیا مطلب تھا''..... ایک آدمی نے شراب کا گھونٹ لے کر ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا جس کی مونچھیں ان سب سے بڑی تھیں اور نیچے کی طرف لٹک رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر بے شمار مندمل زخموں کے نشانات تھے اور باقی افراد کی نسبت اس نے زیادہ قیمتی اور صاف لباس پہنا ہوا تھا۔ یہ مولا داد تھا۔ سیٹھ ہاشم کے گروپ کا انچارج۔ اس کا گروپ سیٹھ ہاشم کے تحت کام کرتا تھا اور سیٹھ ہاشم ان کی سرپرستی کرتا تھا۔ اس گروپ کا کام طویل عرصے سے اغوا برائے

تاوان ہی تھا۔

''ہمارے گروپ اور سورج دادا کے گروہوں کے خلاف چند نامعلوم لوگ کام کر رہے ہیں۔ کالو دادا کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی اہم آدمی مارے گئے ہیں۔ سورج دادا کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ ان لوگوں کے خوف سے چھپ گیا ہے''..... مولا داد نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

''لیکن یہ کون لوگ ہیں۔ کیا کسی اور گروہ کے لوگ ہیں''۔ دوسرے آدمی نے کہا۔

''پہلے میرا بھی یہی خیال تھا کہ شاید منگی گروپ یا اول خان گروپ کا کام ہے۔ وہ ہمیں ختم کر کے یہاں دارالحکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں لیکن پھر میں نے تحقیقات کرائی تو پتہ چلا کہ یہ ان کا کام نہیں ہے مگر یہ کون لوگ ہیں۔ ابھی تک کوئی حتمی بات معلوم نہیں ہو سکی۔ صرف ایک آدمی ٹائیگر کے بارے میں معلوم ہوا ہے لیکن اسے بھی ہلاک کر دیا گیا ہے۔ البتہ اب یہ بات سامنے آئی ہے کہ ٹائیگر کسی عمران نامی آدمی کا نمائندہ خصوصی تھا۔ بہرحال میرے آدمی معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ جیسے ہی کوئی آدمی سامنے آیا اس کو اس کے ساتھیوں سمیت ختم کر دیا جائے گا''۔ مولا داد نے جواب دیا۔

''کیا ان لوگوں کا تعلق حکومت سے ہے''..... ایک آدمی نے پوچھا۔

''نہیں۔ پولیس اور خفیہ پولیس سب کے ساتھ سورج دادا کے بڑے گہرے تعلقات ہیں اور انہیں ان کا حصہ بھی باقاعدگی سے پہنچ جاتا ہے۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ ہمارا سورج دادا کے ذریعے ہی ان سے تعلق ہے اور ہم بھی انہیں پورا حصہ دیتے ہیں اور سورج دادا کو بھی ہم حصہ دیتے ہیں اس لئے ادھر سے کوئی حرکت ہمارے خلاف نہیں ہو سکتی۔ ایک ڈی ایس پی رانا فاروق ہمارے خلاف کام کر رہا تھا۔ اس پر بھی ہاتھ ڈالا گیا اور اسے ہلاک کر دیا گیا''..... مولا داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سورج دادا کا گینگ تو بہت بڑا ہے۔ پھر کیوں اب تک یہ لوگ شناخت نہیں ہو سکے''...... ایک آدمی نے کہا۔

''کالو دادا کی ہلاکت نے سورج دادا کو بھی شدید نقصان پہنچایا ہے۔ وہ اس معاملے میں سخت غصے میں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی سورج دادا ان لوگوں پر ہاتھ ڈال دے گا''...... مولا داد نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

''دادا۔ یہ معاملہ تو بڑھتا ہی جا رہا ہے''...... آنے والے نوجوان نے بڑے پریشان سے لہجے میں کہا تو مولا داد سمیت سب لوگ بے اختیار چونک پڑے۔

''کیا ہوا ہے بشارت''...... مولا داد نے تیز لہجے میں کہا۔

''سردار ارباب کا گروہ جس کا انچارج جیگر تھا، اسے ہلاک کر

دیا گیا ہے''...... بشارت نے کہا۔

''جیگر کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ کیسے۔ کیا ہوا ہے''۔ مولا داد نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ اس کے ہیڈکوارٹر میں دو لڑکیوں کو اغوا کر کے لایا گیا۔ یہ وہ لڑکیاں تھیں جنہوں نے رانا فاروق ڈی ایس پی کے قاتل سائمن سے معلومات حاصل کی تھیں اور جس کے نتیجے میں سائمن کا ذہن ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے۔ سردار ارباب نے جیگر کو حکم دیا کہ ان لڑکیوں کو اغوا کر کے ان سے اصل آدمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ جیگر نے اپنے خاص آدمی مراد کے ذمے یہ کام لگا دیا۔ مراد نے ایک لڑکی کو اٹھا کر ہیڈکوارٹر پہنچا دیا۔ وہاں سے پھر حکم دیا گیا کہ اس کی ساتھی لڑکی جس کا نام صالحہ بتایا جاتا ہے، کو بھی اٹھا لاؤ۔ چنانچہ اس نے یہ کام بھی کر دیا۔ پھر اطلاع ملی کہ مراد کے ہوٹل پر تین لمبے تڑنگے آدمیوں نے اچانک حملہ کر دیا اور وہاں بہت سے آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ مراد کے آٹھ دس مسلح افراد ان کے خاتمے کے لئے آئے تو انہیں بھی ہلاک کر دیا گیا۔ پھر یہ تینوں افراد مراد کے ڈیرے میں گھس گئے اور پھر پولیس آ گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ تینوں افراد دوسرے راستے سے نکل گئے ہیں اور انہوں نے مراد کو اور وہاں موجود اس کے آدمیوں کو بھی ہلاک کر دیا ہے۔ پھر اطلاع ملی کہ یہی تینوں آدمی جیگر کے ڈیرے پر پہنچ گئے اور پھر وہاں سے جیگر

اور اس کے آدمیوں کی لاشیں ملیں۔ دونوں لڑکیاں اور یہ تینوں افراد بھی غائب ہو گئے''...... بشارت نے تیز تیز لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں کیسے یہ سب تفصیل ملی ہے''...... مولا داد نے پوچھا۔

''ہاں۔ میرا بھائی رحمت اس جیگر کے پاس کام کرتا ہے۔ وہ کسی کام سے اس وقت سے کہیں گیا ہوا تھا۔ جب دونوں لڑکیاں ایک بڑے کمرے میں تھیں اور جیگر اپنے دو ساتھیوں سمیت ان سے پوچھ گچھ کر رہا تھا، پھر جب میرا بھائی واپس آیا تو وہاں قتل عام ہوا پڑا تھا۔ جیگر بھی ہلاک ہو چکا تھا۔ البتہ ایک آدمی زخمی تھا۔ وہ مرا نہیں تھا بلکہ بے ہوش تھا۔ اسے میرے بھائی نے ہوش دلایا تو اس سے پتہ چلا کہ اچانک تین آدمی آئے اور انہوں نے فائرنگ کھول دی اور ان کی لاشیں بھی موجود نہیں ہیں اور مراد کے ڈیرے پر جو کچھ ہوا ہے وہ تو اب تک پورے شہر کو معلوم ہو چکا ہے''...... بشارت نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔ جیگر تو بے حد طاقتور آدمی تھا''...... مولا داد نے کہا۔

''ہاں۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی وقت ہم پر بھی حملہ ہو سکتا ہے''...... ایک آدمی نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ نجانے یہ کون لوگ ہیں اور کس طرح ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ مجھے سیٹھ ہاشم سے بات کر کے اس اڈے کو چھوڑنا ہو گا''۔

مولا داد نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھ کر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ہیلو''...... چند لمحوں بعد سیٹھ ہاشم کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''مولا داد بول رہا ہوں جناب''...... مولا داد نے کہا۔

''کوئی خاص بات''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''یس سر۔ ہمارے خلاف معاملات بگڑتے جا رہے ہیں۔ پہلے کالو دادا کو ہلاک کیا گیا اور اب مراد اور جیگر کو بھی ان کے ساتھیوں سمیت ہلاک کر دیا گیا ہے''...... مولا داد نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کیا تفصیل ہے''...... سیٹھ ہاشم نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا تو مولا داد نے بشارت سے ملنے والی معلومات کو تفصیل سے دوہرا دیا۔

''تین افراد اور دو عورتیں اس سارے کھیل کے پیچھے ہیں لیکن یہ کون ہیں۔ کیا ان کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''نہیں جناب۔ میں نے خصوصی طور پر معلومات کرائی ہیں۔ پولیس اور انٹیلی جنس میں ایسی کوئی انکوائری یا کام نہیں ہو رہا''۔ مولا داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر ان لوگوں کا سراغ کیسے لگایا جائے اور ان کا خاتمہ کیسے

کیا جائے۔ ان کے ہاتھ تو اب ہمارے گریبانوں تک پہنچ رہے ہیں"..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"جناب۔ میرا خیال ہے کہ سورج دادا اس کام میں موثر ہو سکتے ہیں۔ اس کے ہاتھ انڈر ورلڈ میں بہت پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ چاہے تو آسانی سے ان کا سراغ لگایا جا سکتا ہے"..... مولا داد نے کہا۔

"لیکن اس کا تعلق تو سردار ارباب سے ہے اور سردار ارباب نے تو الٹا مجھے فون کیا تھا کہ تمہیں کہا جائے کہ تم اس بارے میں کام کرو"..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"اب وقت آ گیا ہے جناب کہ ہمیں مل کر کام کرنا ہو گا ورنہ علیحدہ علیحدہ رہنے سے ہم سب مارے جائیں گے"..... مولا داد نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میری طرف سے اجازت ہے کہ تم سورج دادا سے بات کرو اور پھر خود اس کے ساتھ مل کر ان لوگوں کے خلاف کام کرو۔ جتنا خرچہ ہو پرواہ مت کرو لیکن ہمارا کاروبار بچنا چاہئے اور ہمارے دشمنوں کو ہلاک ہونا چاہئے۔ ویسے میں سردار ارباب سے بات کرتا ہوں تاکہ وہ نہ صرف خود بھی الرٹ ہو جائے بلکہ اپنے طور پر بھی سورج دادا کو الرٹ کر دے"..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"یس سر۔ لیکن اب ایک اور کام کے بارے میں بھی آپ سے اجازت لینی ہے"..... مولا داد نے کہا۔

"وہ کیا ہے"..... سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

"ہم اپنا ڈیرا یہاں سے ہٹا کر زیرو پوائنٹ پر لے جانا چاہتے ہیں کیونکہ کالو دادا ہمارے بارے میں اور اس ڈیرے کے بارے میں جانتا تھا۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے بارے میں کوئی مخبری ہو جائے اور ہم اپنے مغویوں سمیت ان کے قابو میں آ جائیں"..... مولا داد نے کہا۔

"کتنے مغوی ہیں اس وقت تمہارے پاس"..... سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

"چار بچے ہیں۔ دو بزرگ اور تین عورتیں"..... مولا داد نے جواب دیا۔

"بات چیت ہو رہی ہے تاوان کی وصولی کے بارے میں"۔ سیٹھ ہاشم نے پوچھا۔

"یس سر۔ یہ سلسلہ تو مسلسل چلتا رہتا ہے۔ پرانے مغوی تاوان ادا کر کے جاتے رہتے ہیں اور نئے مغوی آتے رہتے ہیں"۔ مولا داد نے کہا۔

"لیکن زیرو پوائنٹ کے بارے میں بھی تو دوسرے جانتے ہوں گے"..... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

"ہو سکتا ہے جناب لیکن اب مزید کوئی ایسا اڈا ہمارے پاس نہیں ہے۔ البتہ اگر آپ اجازت دیں تو میں سورج دادا سے بات کر سکتا ہوں۔ اس کا اڈا بے حد محفوظ ہے۔ وہاں تمام مغویوں کو

مخصوص تہہ خانوں میں رکھا جاتا ہے۔ اگر کسی بھی صورت میں وہاں ریڈ ہو تب بھی کوئی مغوی سامنے نہیں آ سکتا۔ وہ معقول معاوضہ پر ہمیں بھی کوئی تہہ خانہ دے سکتا ہے''...... مولا داد نے کہا۔

''لیکن وہ تو خود یہی دھندہ کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے مغویوں پر ہی قبضہ کر لے''...... سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''ایسی بات نہیں ہے جناب۔ ہم لوگوں میں بھی حدود ہوتی ہیں اور ہر آدمی اپنی حدود کا خیال رکھتا ہے اس لئے ہم میں دھوکہ اور فریب کسی صورت نہیں دیا جاتا۔ جو بات کی جاتی ہے کھلی اور واضح اور صاف کی جاتی ہے''...... مولا داد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ پھر میری طرف سے تمہیں مکمل اختیار ہے کہ تم گروہ کے تحفظ اور کاروبار کے تحفظ کے لئے جو مناسب سمجھو کرو''۔ سیٹھ ہاشم نے کہا۔

''شکریہ باس۔ آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی''...... مولا داد نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ مجھے ساتھ ساتھ آگاہ کرتے رہنا''...... سیٹھ ہاشم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو مولا داد نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک سخت اور کھردری سی آواز

سنائی دی۔

''مولا داد بول رہا ہوں۔ سورج دادا سے بات کراؤ''...... مولا داد نے کہا۔

''وہ اس وقت کافرستان میں ہیں۔ تم ان کے نمبر ٹو جمشید سے بات کر لو''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کراؤ بات''...... مولا داد نے کہا۔

''ہیلو۔ جمشید بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''مولا داد بول رہا ہوں جمشید''...... مولا داد نے قدرے بے تکلفانہ لہجے میں کہا کیونکہ جمشید سے اس کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔

''اوہ۔ مولا داد تم۔ کیسے فون کیا''...... جمشید نے چونک کر کہا۔

''تمہارا باس سورج دادا کافرستان جا کر بیٹھ گیا ہے اور یہاں ہمارے کاروبار پر خوفناک خطرے منڈلا رہے ہیں''...... مولا داد نے کہا۔

''دادا یہیں ہیں۔ اب تم سے تو بات نہیں چھپائی جا سکتی۔ ویسے بھی تم اس کی ٹکر کے ہی ہو۔ جن خطرات کی تم بات کر رہے ہو انہی خطرات کے پیش نظر یہ کہا جا رہا ہے کہ سورج دادا کافرستان گیا ہوا ہے''...... جمشید نے کہا تو مولا داد کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"تو پھر میری بات کراؤ دادا سے"...... مولا داد نے کہا۔

"نہیں۔ وہ بات نہیں کرے گا جب تک خطرات ٹل نہ جائیں۔ تم مجھے بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔ مجھے اس نے تمام اختیارات دے رکھے ہیں"...... جمشید نے کہا۔

"تمہیں جیگر اور اس کے گروپ کی ہلاکت کی خبر تو مل چکی ہو گی اور جیگر بہرحال سورج دادا کے بارے میں جانتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ کالو دادا کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے اور کالو دادا ہمارے بارے میں بھی جانتا تھا اور تمہارے بارے میں بھی۔ اس لحاظ سے جب تک ان پراسرار لوگوں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہم شدید خطرے سے دوچار ہیں۔ سورج دادا نے اس کا کیا حل سوچا ہے"...... مولا داد نے کہا۔

"سورج دادا کو معلوم ہے کہ اس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی ہمارے ہیڈکوارٹر تک کوئی پہنچ سکتا ہے۔ اگر پہنچے گا تو یقینی طور پر مارا جائے گا۔ تمہیں ہمارے ہیڈکوارٹر کے حفاظتی انتظامات کا بخوبی علم ہے۔ آج تک صرف ایک آدمی بچ کر نکل گیا تھا جسے بعد میں مروا دیا گیا تھا اس لئے تم اپنی فکر کرو اور ہماری فکر چھوڑ دو"۔ جمشید نے مسکراتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کون آدمی نکل گیا تھا اور کب"...... مولا داد نے چونک کر اور قدرے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"ارے۔ ارے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کافی

پرانی بات ہے۔ ایک فری لانسر فوٹوگرافر کاشف، سورج دادا کے ایک مہمان کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ اس کے پاس ایسا کیمرہ تھا جو بظاہر کیمرہ نہ لگتا تھا۔ اس نے یہاں کے ایک تہہ خانے کی مخصوص جیل کی تصویر بنا لی تھی جس میں اغوا شدہ بچے، لڑکیاں، بوڑھے اور عورتیں نظر آ رہی تھیں۔ اس طرح اور بھی کئی تصویریں بنا لی گئیں جنہیں بعد میں مختلف نمائشوں میں رکھا گیا جس پر سورج دادا نے ایک پیشہ ور قاتلوں کے ایک گروپ کے ذریعے اسے ہلاک کرا دیا تھا۔ اس کے علاوہ آج تک اور کوئی غلط آدمی ہیڈکوارٹر میں داخل نہیں ہو سکا"...... جمشید نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے۔ مجھے ذاتی طور پر بھی معلوم ہوا ہے کہ تمہارا ہیڈکوارٹر ہر لحاظ سے محفوظ ہے اس لئے میں نے فون کیا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے مغویان تمہارے ہیڈکوارٹر میں منتقل کر دوں"...... مولا داد نے کہا۔

"اوہ۔ اس کے لئے تو مجھے واقعی سورج دادا سے ہدایات لینا پڑیں گی"...... جمشید نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لے لو ہدایات۔ کب دوبارہ فون کروں"...... مولا داد نے کہا۔

"ایک گھنٹے بعد"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد دوبارہ فون کروں گا"...... مولا

داد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اسے معلوم
تھا کہ سورج داد اس کام کا معاوضہ طلب کرے گا اور وہ چونکہ سیٹھ
ہاشم سے پہلے ہی بات کر چکا تھا اس لئے وہ اسے معاوضہ دے کر
اپنے مغویان کو محفوظ کرا لے گا اور پھر اطمینان سے ان پراسرار
لوگوں کے خاتمے کے لئے خود بھی کام کر سکے گا اس لئے وہ پوری
طرح مطمئن نظر آ رہا تھا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر کے ساتھ صالحہ اور نازیہ ایک ہوٹل
کے ہال میں بیٹھی ہاٹ کافی پینے میں مصروف تھیں۔ جیگر کے اڈے
سے نکل کر وہ صفدر کی تجویز پر یہاں اس ہوٹل میں آ گئے تھے۔ ہال
تقریباً خالی تھا کیونکہ یہ وقت ہوٹل میں رش کا نہیں تھا اس لئے اکا
دکا افراد اس بڑے ہال میں کہیں کہیں بیٹھے نظر آ رہے تھے جبکہ
صفدر نے خصوصی طور پر ایک علیحدہ کونے میں اس میز کا انتخاب کیا
تھا۔

''ہمیں وقت ضائع کرنے کی بجائے اس سردار ارباب پر ہاتھ
ڈال دینا چاہئے''..... تنویر نے بے چین سے لہجے میں کہا کیونکہ صالحہ
انہیں تفصیل بتا چکی تھی کہ جیگر نے ہلاکت سے پہلے ڈان پلازہ کے
سردار ارباب کو اپنے گینگ کا سرغنہ بتایا تھا۔

''میں اسی لئے تو تمہیں یہاں لے آیا ہوں تاکہ اطمینان سے

بات ہو سکے۔ ہمارا معاملہ نازیہ کے اغوا سے شروع ہوا اور جیگر کے
ہیڈکوارٹرز پر ختم ہوا۔ عام بدمعاشوں اور مجرموں کے خلاف کارروائی
کرنا اور بات ہے لیکن بظاہر معزز اور شریف اور خصوصاً کاروباری
آدمی پر ہاتھ ڈالنا اور بات ہوتی ہے۔ سردار ارباب چاہے مجرم اور
جیگر گینگ کا سرغنہ ہو گا لیکن بظاہر وہ معزز کاروباری آدمی ہے اور
پھر میں نے کاؤنٹر سے فون کر کے معلوم کر لیا ہے۔ وہ ایک ہفتے
کے لئے یورپ کے دورے پر گیا ہوا ہے''..... صفدر نے تفصیل
سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ پھر تو ایک ہفتہ خاموش رہنا پڑے گا''..... تنویر نے
مایوسانہ لہجے میں کہا۔

''سردار ارباب اس گینگ کا سرغنہ ضرور ہو گا لیکن سردار ارباب
جیسے افراد بذات خود کسی جرم میں ملوث نہیں ہوتے۔ وہ خود پچھلے
مورچوں میں رہتے ہیں اور ان کے آدمی اگلے مورچوں میں کام
کرتے رہتے ہیں اور پھر عام حالات میں سردار ارباب جیسے لوگ
معاشرے میں معزز بنے رہتے ہیں اس لئے سردار ارباب پر ہاتھ
ڈالنے سے کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ہم زیادہ سے زیادہ اسے ہلاک کر
دیں گے اور بس۔ لیکن ایسے لوگوں کو ہلاک کر دینا ان کے فائدے
میں جاتا ہے کیونکہ وہ معاشرے کی نظروں میں مظلوم بن جاتے
ہیں۔ ان کے خلاف ہمیں ثبوت مہیا کر کے حکومت کے سامنے
لانے چاہئیں تاکہ ایسے لوگوں کا باقاعدہ ٹرائل ہو اور پاکیشیا کے

عوام کو پتہ چلے کہ بظاہر معزز نظر آنے والے ایسے لوگوں کا اندرونی
چہرہ کس قدر داغدار ہوتا ہے''..... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن ثبوت کیسے اور کہاں سے حاصل
کئے جا سکتے ہیں''..... صفدر نے کہا۔

''ایسے لوگ ایک گروپ پر انحصار نہیں کرتے۔ سردار ارباب اغوا
برائے تاوان کے بھیانک جرم میں ملوث ہے تو لامحالہ اس کے کئی
گینگ ہوں گے۔ ویسے بھی میں نے جیگر کے تمام ہیڈکوارٹرز کو چیک
کیا ہے۔ وہاں کوئی مغوی موجود نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ
جیگر اور اس کا گروپ سردار ارباب کا انتظامی یا دوسروں کو سزا دینے
والا گروپ تھا۔ اغوا برائے تاوان کا گروپ علیحدہ ہو گا اور اگر ہم
اسے ٹریس کر لیں تو اس گروپ کے ہاتھ آنے سے سردار ارباب
کے خلاف ثبوت حاصل کئے جا سکتے ہیں''..... کیپٹن شکیل نے
جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اب دوسرے کسی گروپ کو کہاں سے ٹریس کریں''..... صالحہ
نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ وہ سب کافی پی چکے تھے اور اب ویسے
بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ویٹر خالی ٹرالی دھکیلتا ہوا میز کے قریب
آیا تو صفدر اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ یہ وہ ویٹر نہیں تھا جس نے کافی
سرو کی تھی۔

''اسلم تم۔ یہاں''..... صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا
کیونکہ صفدر اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ صفدر جس ہوٹل میں باقاعدگی

سے کھانا کھاتا تھا وہاں یہی نوجوان ویٹر تھا اور وہی صفدر کو کھانا سرو کرتا تھا۔ اس طرح صفدر سے اس کی اچھی خاصی جان پہچان تھی اور صفدر اکثر اسلم کی مالی امداد بھی خاموشی سے کر دیا کرتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اسلم کے والد بوڑھے اور بیمار ہیں اور بیماری ایسی تھی کہ جس پر خاصے اخراجات آتے تھے۔ پھر اچانک اسلم غائب ہو گیا۔ صفدر نے جب دوسرے ویٹر سے پوچھا تو اس نے صرف یہی کہا کہ وہ یہاں سے نوکری چھوڑ کر زیادہ تنخواہ پر کسی اور ہوٹل میں چلا گیا ہے اور صفدر بھی خاموش ہو گیا تھا۔ آج تقریباً چھ ماہ بعد اچانک اس ہوٹل میں اسے اسلم نظر آ گیا تھا۔

"صفدر صاحب۔ میں کام گیا ہوا تھا۔ اب واپس آیا ہوں تو آپ کو دیکھ کر برتن لینے آ گیا ہوں۔ میں یہاں چھ ماہ سے ہوں۔ آپ کیسے ہیں"...... اسلم نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی وہ میز پر موجود خالی برتن اٹھا اٹھا کر ٹرالی میں رکھتا جا رہا تھا۔

"تم بغیر کچھ بتائے وہاں سے چلے گئے۔ کیا ہوا تھا"...... صفدر نے کہا۔

"وہاں منیجر صاحب نئے آئے تھے۔ وہ انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ مجبوراً مجھے نوکری چھوڑنا پڑی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی اور یہاں مجھے وہاں سے بھی زیادہ تنخواہ پر نوکری مل گئی اور یہاں کا ماحول بھی بے حد اچھا ہے۔ آپ یہاں کیسے۔ یہ ایریا تو دارالحکومت کے نواح میں ہے"...... اسلم نے کہا۔

"ایک کام سے یہاں آئے تھے۔ میں نے سوچا کہ یہاں کافی پی جائے۔ اب یہ تو معلوم نہ تھا کہ تم سے اس طرح اچانک ملاقات ہو جائے گی۔ ارے ہاں۔ میں نے تم سے ایک اہم بات کرنی ہے۔ کیا تم علیحدگی میں وقت دے سکتے ہو"...... صفدر نے ایک خیال کے تحت اچانک کہا تو اسلم چونک پڑا۔

"جناب۔ میں تو آپ کا خادم ہوں۔ آپ حکم فرمائیں۔ میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں"...... اسلم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو پھر یہ ٹرالی واپس کر کے آؤ۔ علیحدہ بیٹھ کر بات ہو گی"۔ صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ میں ابھی آتا ہوں"...... اسلم نے کہا اور ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس چلا گیا۔

"تم اس سے کیا بات کرنا چاہتے ہو"...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ویٹر لوگ بہت کچھ جانتے ہوتے ہیں کیونکہ یہاں ہر قسم کے افراد آتے رہتے ہیں اور ان کے درمیان بات چیت بھی ہوتی رہتی ہے۔ ویٹرز کو یہ لوگ اہمیت نہیں دیتے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق ویٹرز غیر اہم ہونے کے ساتھ ساتھ غیر متعلق بھی ہوتے ہیں۔ اس علاقے میں جیگر کا اڈا ہے اور جیگر اگر انتظامی انچارج ہے تو لامحالہ دوسرے گروپوں کے افراد اس اڈے میں آتے جاتے

رہتے ہوں گے اور یقیناً اس علاقے میں واقع اس ہوٹل میں بھی
ان کی آمد و رفت رہتی ہو گی۔ بہرحال یہ سب اندازے ہیں لیکن
ہمیں ٹرائی تو کرنی چاہئے۔ کام ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی''۔۔۔۔
صفدر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ کر لو بات۔ ہو سکتا ہے کہ بند راستہ کھل جائے''۔
کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد اسلم ویٹر واپس آیا تو صفدر
اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ اسلم ویٹر کے ساتھ ایک طرف بنے ہوئے
گیسٹ روم میں جا کر بیٹھ گیا۔

''آپ کچھ پینا پسند کریں گے صفدر صاحب''۔۔۔۔ اسلم نے پوچھا۔

''نہیں۔ ابھی سٹرانگ کافی پی ہے''۔۔۔۔ صفدر نے اس کا شکریہ
ادا کرتے ہوئے کہا۔

''اب فرمایئے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں''۔۔۔۔ اسلم نے
آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

''تم اس علاقے میں چھ ماہ سے ہو اور یہاں ایک مجرم گروپ
رہتا ہے جس کا سرغنہ جیگر ہے۔ کیا تم اس سے واقف ہو''۔ صفدر
نے کہا تو اسلم بے اختیار اچھل پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ تو آپ جیگر کے لئے یہاں آئے ہیں۔ ہاں۔ میں
جانتا ہوں۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت یہاں ہمارے ہوٹل کھانا
کھانے آتا رہتا ہے''۔۔۔۔ اسلم نے کہا۔

''جیگر جس گروپ سے تعلق رکھتا ہے یہ گروپ اغوا برائے

تاوان کی وارداتوں میں ملوث ہے لیکن جیگر یا اس کا یہاں موجود
گروپ صرف انتظامی کام کرتا ہے۔ اغوا برائے تاوان کا براہ
راست دھندہ کرنے والا کوئی اور گروپ ہے اور ہم اس گروپ کے
بارے میں جاننا چاہتے ہیں''۔۔۔۔ صفدر نے کہا تو اسلم نے بے
اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے صفدر صاحب کہ آپ میرا نام
کسی صورت سامنے نہیں آنے دیں گے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے
کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کا تعلق کسی خفیہ ایجنسی سے ہے اور
آپ فطرتاً بھی اچھے آدمی ہیں اس لئے میں آپ کو بتا رہا ہوں
ورنہ شاید میں یہ بات آپ سے بھی پوشیدہ رکھتا کیونکہ یہ لوگ بہت
ظالم، سفاک اور طاقتور ہیں اور یہ مجھے کیا میرے پورے خاندان کو
عبرتناک موت مارنے سے ایک لمحے کے لئے بھی نہ ہچکچائیں گے''۔
اسلم نے کہا۔

''تم بے فکر رہو۔ قطعی بے فکر ہو کر بتاؤ''۔۔۔۔ صفدر نے اس
کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''صفدر صاحب۔ اغوا برائے تاوان کے دھندے میں ایک کافی
بڑا گروپ کام کر رہا ہے جس کا سرغنہ سورج دادا نامی آدمی ہے۔
سورج دادا کا تعلق بھی اس گروپ سے ہے جس گروپ سے جیگر کا
تعلق ہے۔ جیگر گروپ کے ایک آدمی کی مجھ سے دوستی ہو گئی تھی۔
اس نے مجھے تفصیل بتائی تھی۔ سورج دادا کا ہیڈ کوارٹر یامین اڈا قینچی

پل سے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ آرام نگر جائیں تو راستے میں
ایک بڑی عمارت ہے جہاں پلاسٹک کے کھلونے بنتے ہیں۔ یہ
پلاسٹک فیکٹری ہی سورج دادا کا ہیڈکوارٹر ہے۔ اس کے تمام افراد
اس بلڈنگ میں رہتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ اس کے کئی خفیہ
دروازے اور بے شمار کمرے ہیں اور خفیہ خصوصی تہہ خانے ہیں
جہاں اغوا شدہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور جوان مردوں کو رکھا جاتا
ہے۔ فیکٹری تو ایک چھوٹے سے حصے میں نمائشی طور پر قائم ہے۔
یہ حصہ سڑک کے سامنے ہے۔ باقی سارا کاروبار اس فیکٹری کے عقبی
حصوں میں ہوتا ہے لیکن صاحب، اس آدمی کے مطابق وہاں ہر
وقت خطرناک اسلحہ سمیت لوگ ہر طرف نگرانی کرتے رہتے ہیں۔
چھت پر بھی نگرانی ہوتی رہتی ہے"۔۔۔ اسلم نے تفصیل بتاتے
ہوئے کہا۔

"اندازاً کتنے آدمی نگرانی پر مامور ہوں گے"۔۔۔۔۔صفدر نے پوچھا۔

"میں تو کبھی وہاں نہیں گیا۔ اس لئے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جو کچھ
میں نے آپ کو بتایا ہے یہ بھی اس آدمی نے مجھے بتایا تھا۔ البتہ
اس سورج دادا کو میں نے دیکھا ہے۔ وہ ایک بار جیگر کے ساتھ
یہاں آیا تھا اور میرا وہ دوست بھی جیگر کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے
بتایا تھا کہ یہ پاکیشیا کا سب سے بڑا غنڈہ، بدمعاش اور مجرم سورج
دادا ہے۔ بس ایک بار دیکھا ہے"۔۔۔۔۔اسلم نے کہا۔

"اس کا حلیہ تفصیل سے بتاؤ"۔۔۔۔۔صفدر نے کہا تو اسلم نے حلیہ

بتا دیا۔

"اوکے۔ تم نے چونکہ مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ سب بتایا
ہے اس لئے یہ رقم رکھ لو۔ یہ میری طرف سے تحفہ ہے"۔۔۔۔۔صفدر
نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اسلم کے ہاتھ میں دیتے
ہوئے کہا۔

"جناب۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو ویسے ہی آپ کا
خادم ہوں"۔۔۔۔۔ اسلم نے کہا اور ساتھ ہی نوٹ کو تیزی سے جیب
میں ڈال دیا۔

"اوکے۔ چلیں۔ تم یہ سب کچھ بھول جاؤ"۔۔۔ صفدر نے اٹھتے
ہوئے کہا تو اسلم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر صفدر اس گیسٹ
روم سے نکل کر واپس ہال میں آ گیا اور پھر اپنے ساتھیوں کے
پاس پہنچ گیا جبکہ اسلم وہیں رک گیا تھا۔

"تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم کامیاب لوٹے ہو"۔۔۔ کیپٹن شکیل
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اصل بات کا علم ہو گیا ہے"۔۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا
اور پھر اسلم سے ہونے والی تمام بات چیت دوہرا دی۔

"اوہ۔ سورج دادا۔ ہاں۔ ہاں یہ نام میں نے بھی سنا ہے۔
شاید مشہدی سے سنا تھا۔ اگر تم کہو تو میں اس سے مزید تفصیل پوچھ
لوں"۔۔۔۔۔ نازیہ نے چونک کر کہا۔

"کیا تفصیل"۔۔۔۔۔ صالحہ نے چونک کر پوچھا۔

"شاید وہ مزید کوئی بات بتا دے"۔۔۔ نازیہ نے کہا۔

"نہیں۔ وہ اس بارے میں مزید کچھ نہیں بتا سکے گا۔ ہمیں اس سورج دادا پر ریڈ کرنا ہے"...... صالحہ نے کہا۔

"میرے خیال میں یہ ہمارا کام نہیں ہے۔ اگر وہاں مغوی موجود ہیں تو یہ کام پولیس کا ہے۔ ہمیں چیف کو رپورٹ دے دینی چاہئے۔ وہ خود ہی سارا انتظام کرا لے گا" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"چیف ایسے کیسز میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا اور پولیس ان لوگوں سے باقاعدہ رقمیں لیتی رہتی ہے اس لئے پہلے سے مخبری ہو جاتی ہے اور سارا کھیل ہی بگڑ جائے گا۔ ہمیں خود وہاں ریڈ کرنا چاہئے"۔ تنویر نے کہا۔

"تنویر کی بات درست ہے لیکن ہمیں اس کے لئے اسلحہ اور پلاننگ کر لینی چاہئے ورنہ ہم میں سے کوئی مارا بھی جا سکتا ہے"۔ صفدر نے کہا۔

"اسلحہ تو ہماری کاروں کے باکسز میں موجود ہے اور پلاننگ کیا کرنی ہے۔ پلاننگ کے چکر میں تو وقت ضائع ہوگا۔ اٹھو یہاں سے اور چلو۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ ہمیں اس سماجی برائی کے خلاف پوری قوت سے لڑنا ہوگا"...... تنویر نے اٹھتے ہوئے کہا تو صفدر بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اٹھتے ہی کیپٹن شکیل، صالحہ اور نازیہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ کیپٹن شکیل پہلے ہی بل کی پیمنٹ کر چکا تھا اس لئے وہ سب بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

عمران اور اس کے ساتھی فورسٹارز دو کاروں میں سوار قینچی پل کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ قینچی پل دارالحکومت سے تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اور یہ پل ایک دریا کے اوپر خاصے پرانے دور میں بنایا گیا تھا پھر یہ دریا سوکھ گیا اور اس میں سے آمد و رفت کے راستے بن گئے جبکہ قینچی پل کی حالت بھی درست نہ رہی تھی اس لئے پل کے اوپر سے گزرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی اور اس کے دونوں طرف کے داخلی راستوں کو بلاک کر دیا گیا تھا۔ البتہ پل ویسے ہی کھڑا تھا۔ لوگ یہاں آتے اور پل پر چڑھ کر ادھر ادھر کا نظارہ کیا کرتے تھے۔ قینچی پل سے آرام نگر کا فاصلہ تقریباً اٹھارہ کلومیٹر تھا۔ آرام نگر ایک چھوٹا سا قصبہ تھا لیکن دارالحکومت کے قریب ترین ہونے کی وجہ سے یہاں کی زمینوں پر سبزیاں کاشت کی جاتی تھیں۔

تینچی پل سے شمال کی طرف پختہ سڑک آرام نگر کو جاتی تھی جبکہ
یہ سڑک آرام نگر کے بعد چکر کاٹ کر دارالحکومت کے نواحی علاقے
عالم سرائے سے جا ملتی تھی۔ عمران، صدیقی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔
صدیقی ڈرائیونگ سیٹ پر تھا جبکہ عمران سائیڈ سیٹ پر موجود تھا جبکہ
عقبی سیٹ پر اس بار خاور بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری کار کی ڈرائیونگ
سیٹ پر نعمانی تھا اور سائیڈ سیٹ پر چوہان موجود تھا۔

''عمران صاحب۔ آپ کا پروگرام کیا ہے''...... صدیقی نے کہا
تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

''کیسا پروگرام''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''یہی سورج دادا کے اڈے پر حملہ کرنے کا پروگرام۔ کیا وہاں
پہلے بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کریں گے یا پھر تنویر سٹائل کام
کرنا ہو گا''...... صدیقی نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے
کہا۔

''اگر واقعی وہاں پلاسٹک فیکٹری ہے تو اس وقت وہاں کافی
تعداد میں لوگ کام کر رہے ہوں گے اور وہاں بے ہوشی کی گیس
فائر کرنے کا مطلب سینکڑوں افراد کو بیک وقت بے ہوش کر دینا
ہے۔ پھر ان میں سے مجرموں اور فیکٹری مزدوروں کے درمیان
فرق کرنا مشکل ہو جائے گا جبکہ تنویر سٹائل میں اندر داخل ہونا بھی
مزدوروں کا قتل عام ہو گا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ پھر ہم کیوں وہاں جا رہے ہیں''...... عقبی

سیٹ پر بیٹھے ہوئے خاور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہم صرف وہاں کا جائزہ لیں گے۔ کارروائی اس وقت ہو گی
جب فیکٹری کا وقت ختم ہو جائے گا اور مزدور طبقہ واپس چلا جائے گا
اور وہاں صرف مجرم رہ جائیں گے تو پھر ہم آگے بڑھیں گے۔
پہلے نہیں''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن عمران صاحب۔ وہاں نگرانی کا بھی بندوبست لازماً ہو گا
اس لئے ہم ان کی چیکنگ میں بھی آ سکتے ہیں''...... صدیقی نے
کہا۔

''میرا خیال ہے عمران صاحب کہ ہمیں پولیس یا فوج سمیت
وہاں ریڈ کرنا چاہئے''...... خاور نے کہا۔

''نہیں۔ اگر وہاں مغوی ہوئے تو وہ بھی ساتھ مارے جائیں
گے۔ یہ کام ہم نے خود کرنا ہے لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ کوئی
بے گناہ آدمی نہ مارا جائے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

''عمران صاحب۔ کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم پہلے اندر کے کسی
آدمی کو اغوا کر لیں اور پھر اس سے اندرونی تمام صورت حال معلوم
کریں اور پھر ان معلومات کو سامنے رکھ کر ریڈ کریں''...... صدیقی
نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا ہی ہونا چاہئے۔ یہ بہترین تجویز ہے لیکن ہمارے
لئے مسئلہ یہ ہے کہ یہ کھلا علاقہ ہے اور ہمارے پاس اس فیکٹری

کے قریب چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں سے ہم نگرانی کر سکیں اور اپنی نگرانی سے بچ سکیں"...... عمران نے کہا۔

"تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہم پہلا پڑاؤ قینچی پل پر کریں گے۔ ہمارے پاس طاقتور دوربینیں موجود ہیں۔ ہم پل پر چڑھ کر اس بلڈنگ اور اس کے اطراف کو چیک کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ قینچی پل سے آرام نگر جانے والی ٹریفک کا بھی جائزہ لیں گے۔ اس کے بعد کوئی پلاننگ طے کی جائے گی"...... عمران نے کہا اور اس بار صدیقی اور خاور دونوں نے اثبات میں سر ہلا کر اس کی بات کی تائید کر دی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سب اس قینچی پل پر پہنچ گئے۔

قینچی پل کی بجائے دریا کے خشک پیڈ کے راستے پر ٹریفک رواں دواں تھی۔ ٹرک اور بھاری مال بردار گاڑیاں خاصی تعداد میں آ جا رہی تھیں۔ اس کے علاوہ کاروں اور ویگنوں کی بھی خاصی تعداد تھی۔ البتہ آرام نگر کی طرف سے جانے والے راستے پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ ایک آدھی ویگن یا بس کبھی آتی اور کبھی جاتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ البتہ سائیکلوں اور موٹر سائیکلوں پر دیہاتی لوگ خاصی تعداد میں آ جا رہے تھے۔ عمران انہیں دیکھ کر سمجھ گیا کہ ان کا تعلق ارد گرد موجود چھوٹے چھوٹے گاؤں سے ہو گا۔ کار میں موجود طاقتور دوربین اٹھا کر عمران قینچی پل کی طرف بڑھ گیا جبکہ فورسٹارز کاریں ایک سائیڈ پر روک کر اور خود باہر نکل کر ارد گرد کا

جائزہ لے رہے تھے۔ وہ اس جگہ موجود تھے جہاں سے مین روڈ سے مڑ کر آرام نگر والی سڑک جاتی تھی۔ سائیڈ پر ہی ایک پٹرول پمپ تھا جہاں ٹرک اور کاریں رک کر پٹرول لے رہی تھیں۔

عمران قینچی پل پر چڑھ کر اب دوربین سے آرام نگر کی طرف جانے والی سڑک اور نظر آنے والی عمارتوں کا جائزہ لے رہا تھا جبکہ صدیقی اور اس کے ساتھی کاروں کے ساتھ کھڑے ویسے ہی ادھر ادھر کا جائزہ لے رہے تھے۔ اسی لمحے دو کاریں اور ایک بڑی سی ویگن دارالحکومت کی طرف سے آ کر ان کے قریب سے ہو کر آرام نگر کی طرف مڑیں تو صدیقی اور اس کے ساتھی چونک کر ان کاروں اور ویگن کو دیکھنے لگے۔ ایک سفید رنگ کی کار آگے اور اس کے بعد ایک بڑی ویگن تھی جس کی سائیڈوں پر جالیاں سی لگی ہوئی تھیں جن میں سے جھانکتے ہوئے چہرے نظر آ رہے تھے اور اس ویگن کے پیچھے ایک سیاہ رنگ کی کار تھی۔ یہ تینوں گاڑیاں ایک دوسرے کے پیچھے چلتی ہوئیں جیسے ہی موڑ مڑیں اچانک ویگن میں سے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی اس انداز میں چیخ رہا تھا جیسے کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہو لیکن چند لمحوں بعد اس کی آواز اس انداز میں بند ہو گئی جیسے کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا ہو۔ دونوں کاریں اور ویگن تیزی سے ان کے قریب سے گزر کر آرام نگر کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

"اوہ۔ اس ویگن میں کسی کو اغوا کر کے لے جایا جا رہا ہے۔

شاید یہ کوئی مغوی ہے''..... صدیقی نے تیز لہجے میں کہا۔

''ہمیں انہیں فوراً روکنا چاہئے۔ میرے خیال میں یہ بھی اسی سورج دادا کے احاطے میں جا رہے ہیں''..... نعمانی نے کہا۔

''عمران صاحب۔ جلدی آئیں۔ مغوی لے جائے جا رہے ہیں''..... صدیقی نے چیخ کر قینچی پل پر موجود عمران سے کہا لیکن عمران تک شاید اس کی آواز نہ پہنچی تھی اس لئے عمران دوربین آنکھوں سے لگائے ویسے ہی اطمینان سے کھڑا جائزہ لے رہا تھا۔

''آؤ۔ ہمیں خود کچھ کرنا ہے۔ آؤ''..... صدیقی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

''آؤ۔ اسلحہ بھی نکالنا ہو گا''..... نعمانی نے کہا اور پھر وہ دونوں کاروں کی طرف بڑھے۔ ایک کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر صدیقی جبکہ سائیڈ سیٹ پر نعمانی اور دوسری کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر خاور اور سائیڈ سیٹ پر چوہان بیٹھ گیا۔

''مشین گنیں نکال لو نعمانی۔ یہ لوگ لازماً مسلح ہوں گے۔ ہم نے کاریں روکنی ہیں اور کاروں سے نکلنے والے سب افراد کو ہینڈز اپ کرانا ہے''..... صدیقی نے کہا تو نعمانی اٹھ کر کار کے ڈیش بورڈ سے لگ کر کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے اپنی سیٹ اٹھا کر نیچے موجود باکس میں سے مشین گنیں نکال کر سائیڈ پر رکھیں اور پھر باکس بند کر کے وہ سیٹ پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے مشین گنیں ایڈجسٹ کرنا شروع کر دیں جبکہ صدیقی نے جیب سے زیرو فائیو ٹرانسمیٹر نکال کر

اس کا بٹن پریس کر دیا۔ یہ ٹرانسمیٹر فورسٹارز میں سے ہر ایک کے پاس تھا اور اس پر فریکونسی ایڈجسٹ تھی البتہ کسی بھی ساتھی سے بات کرنے کے لئے اس کی مخصوص فریکونسی والے بٹن کو پریس کرنا پڑتا تھا۔ صدیقی نے بٹن پریس کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ صدیقی کالنگ۔ اوور''..... صدیقی نے کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس۔ خاور بول رہا ہوں۔ اوور''..... دوسری طرف سے خاور کی آواز سنائی دی جو عقبی کار میں تھا۔

''مشین گنیں نکال کر ایڈجسٹ کر لو۔ اوور''..... صدیقی نے کہا۔

''چوہان کر رہا ہے انہیں ایڈجسٹ۔ لیکن کرنا کیا ہے۔ پلاننگ کیا ہے۔ اوور''..... خاور نے پوچھا۔

''ہماری دونوں کاریں ان کو کراس کرتی ہوئی آگے بڑھ جائیں گی۔ آگے ایک موڑ آتا ہے۔ وہاں ہم کاریں سائیڈ پر روک کر کاروں کی اوٹ لے لیں گے اور ان کاروں کے ٹائروں پر گولیاں مار کر فلیٹ کریں گے اور پھر جیسے ہی یہ باہر نکلیں گے ہم انہیں ہینڈز اپ کرا دیں گے۔ اس کے بعد جیسی پوزیشن ہو گی ویسے ہی کر لیں گے۔ اوور''..... صدیقی نے کہا۔

''لیکن اگر انہوں نے گولی چلا دی تو پھر۔ اوور''..... خاور نے کہا۔

''تو پھر ہم بھی ان پر فائرنگ کرنے کے لئے آزاد ہوں گے لیکن تم نے موڑ کے بعد دوسری طرف اوٹ میں کار روکنی ہے جبکہ میں تمہاری مخالف سمت میں کار روکوں گا تا کہ ہم دونوں سائیڈوں سے انہیں کور کر سکیں۔ ابھی چونکہ اندازہ ہے اس لئے ہمیں بہرحال محتاط رہنا ہوگا۔ اوور''...... صدیقی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اوور''...... خاور نے جواب دیا تو صدیقی نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر کے جیب میں ڈالا اور پھر کار کی رفتار ایک جھٹکے سے بڑھا دی جبکہ اس دوران نعمانی مشین گنیں ایڈجسٹ کر کے ان میں میگزین نصب کر کے سائیڈ پر رکھ چکا تھا۔

''ہمیں بے حد احتیاط کرنا ہوگی صدیقی۔ اس طرح کا اندھا دھند حملہ بعض اوقات اپنے لئے بھی نقصان دہ ہو سکتا ہے''۔ نعمانی نے کہا۔

''تم فکر مت کرو۔ اگر یہ عام لوگ ہوئے تو کچھ نہیں ہوگا اور اگر مجرم ہوئے تو انہوں نے ہم پر فائر کھول دینا ہے اور پھر ہمارے لئے بھی میدان کھل جائے گا''...... صدیقی نے کہا۔

''لیکن پولیس بھی تو آ جائے گی۔ کھلی جگہ سے فائرنگ اور لوگوں کی موت ہمارے لئے مسئلہ بھی بن سکتی ہے۔ اس سے بہتر تھا کہ ہم ان کاروں میں بے ہوش کر دینے والے بم فائر کر دیتے''۔ نعمانی نے کہا۔

''تیز رفتاری سے چلتی کار میں بے ہوش کر دینے والی گیس

پھیلانے کا مطلب خوفناک ایکسیڈنٹ بھی ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ ہمارا اندازہ غلط ہو''...... صدیقی نے کہا۔ اب آگے جانے والی دونوں کاریں اور ان کے درمیان موجود ویگن نظر آنے لگ گئی تھی۔ صدیقی کی کار کی رفتار چونکہ خاصی تیز تھی اس لئے آگے جانے والی کاریں لحہ بہ لحہ قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھیں۔

''ہم موڑ سے پہلے انہیں کراس کر لیں گے۔ تم نے چیک کرنا ہے کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں''...... صدیقی نے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد صدیقی کی کار نے عقبی کار کو کراس کیا اور پھر ویگن کو کراس کرتی ہوئی وہ اگلی کار کو کراس کر کے آگے بڑھتی چلی گئی۔

''یہ مجرم ہیں۔ بڑی بڑی مونچھوں اور خبیث چہروں کے مالک''...... نعمانی نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے رفتار مزید تیز کر دی اور پھر دور سے سڑک کا موڑ سامنے آ گیا۔ خاور کی کار بھی مجرموں کی کاروں کو کراس کر کے آگے کچھ فاصلے پر پہنچ کر صدیقی کی کار کے پیچھے دوڑ رہی تھی اور پھر موڑ مڑتے ہی صدیقی نے کار کو دائیں ہاتھ کی طرف موڑ دیا جبکہ عقبی کار بائیں ہاتھ کی طرف مڑتی چلی گئی۔ کچھ فاصلے پر پہنچ کر صدیقی نے کار روکی اور اس کے ساتھ ہی صدیقی اور نعمانی دونوں مشین گنیں پکڑے اچھل کر کار سے اترے اور کار کی عقبی سائیڈ پر اس انداز میں کھڑے ہو گئے کہ وہ آسانی سے سر نیچے کر کے

فائرنگ سے بچ سکتے تھے لیکن خود وہ آسانی سے فائرنگ کر سکتے تھے۔ ان کے سامنے سڑک کی دوسری طرف خاور کی کار بھی رک چکی تھی اور پھر انہیں موڑ سے دونوں کاریں اور ویگن آتی دکھائی دیں۔

"تم نے عقبی کار اور ویگن کے ٹائروں کو نشانہ بنانا ہے اور میں نے آگے والی کار کے ٹائروں کو"...... صدیقی نے کہا۔

"لیکن یہ تو خاصی تیز رفتاری سے آ رہی ہیں۔ یہ تو الٹ جائیں گی"...... نعمانی نے کہا۔

"آگے پیچھے کے دونوں ٹائروں کو نشانہ بناؤ اور دوسری طرف خاور اور چوہان بھی ایسا ہی کریں گے اس لئے یہ الٹیں گی نہیں بلکہ کچھ دور گھسٹ کر خود ہی رک جائیں گی"...... صدیقی نے کہا۔

"اوکے"...... نعمانی نے کہا۔ کار کی چھت پر مشین گنیں رکھ کر وہ خود کار کی اوٹ میں کھڑے تھے۔ دونوں کاریں اور ویگن تیزی سے قریب آتی جا رہی تھیں۔

"فائر"...... اچانک صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی وہاں دھماکے گونج اٹھے اور پھر ریٹ ریٹ کی آوازیں سڑک کی دوسری طرف سے بھی سنائی دیں اور ساتھ ہی ٹائر پھٹنے کے دھماکے بھی ہوئے اور تینوں گاڑیاں چند لمحوں کے لئے لڑکھڑائیں لیکن پھر کچھ دور گھسٹ کر رک گئیں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں کاروں کے دروازے کھلے اور مشین گنوں سے

مسلح افراد اچھل کر باہر آئے۔

"فائر۔ یہ خطرناک مجرم ہیں"...... صدیقی نے جلدی سے کہا اور اس کے ساتھ ہی ریٹ ریٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی کاروں سے اس طرف اچھل کر اترنے والے دو افراد چیختے ہوئے اچھل کر نیچے گرے جبکہ ایسی ہی ریٹ ریٹ کی آوازیں سڑک کی دوسری طرف سے بھی سنائی دیں اور پھر انسانی چیخیں سنائی دیں۔ ایک بار پھر دوسری طرف سے ریٹ ریٹ کی آوازیں سنائی دیں اور پھر انسانی چیخوں کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔ ویگن کے دروازے بند تھے اور وہ بالکل صدیقی کی کار کے سامنے کھڑی تھی۔ صدیقی نے ڈرائیور کو ٹارگٹ بناتے ہوئے ایک بار پھر فائر کھول دیا۔ ڈرائیور نیچے جھک گیا تھا اس لئے اس کے سر کا صرف بالائی حصہ نظر آ رہا تھا اور صدیقی کی فائرنگ نے شاید اس کے بالوں کو جلا دیا تھا کیونکہ ہلکی سی چیخ کی آواز انہیں سنائی دی تھی۔

"جو کاروں اور ویگن کے اندر ہیں وہ باہر آ جائیں ورنہ ہم بم مار دیں گے"...... صدیقی نے چیخ کر کہا تو ویگن ڈرائیور باہر آ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے جبکہ دونوں کاروں میں سے کوئی باہر نہ آیا تھا۔ وہ سب نیچے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔

"آؤ"...... صدیقی نے کہا اور پھر کار کی اوٹ سے نکل کر وہ دوڑتے ہوئے کاروں کی طرف بڑھتے ہی تھے کہ ویگن کا عقبی

دروازہ کھلا اور سروں پر ہاتھ رکھے دو آدمی باہر آ گئے۔ صدیقی اور نعمانی ابھی سڑک کے درمیان میں ہی تھے کہ یکلخت ڈرائیور اور ان دونوں آدمیوں نے بجلی کی سی تیزی سے جیبوں میں سے مشین پسٹل نکال لئے۔ چونکہ صدیقی اور نعمانی دونوں دوڑتے ہوئے آ رہے تھے اس لئے ظاہر ہے وہ اس حالت میں ان پر فائر نہ کھول سکتے تھے اور شاید اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش ان تینوں نے کی تھی لیکن صدیقی اور نعمانی دونوں ان لوگوں سے زیادہ بہتر تربیت یافتہ تھے اور انہیں معلوم تھا کہ اس حالت میں انہیں ہٹ بھی کیا جا سکتا ہے اس لئے وہ زگ زیگ انداز میں دوڑ رہے تھے تاکہ ہٹ نہ ہو سکیں لیکن چونکہ وہ سامنے کے رخ پر تھے اس لئے تینوں کی طرف سے فائرنگ کی صورت میں وہ ہٹ بھی ہو سکتے تھے اس لئے جیسے ہی انہوں نے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر مشین پسٹل نکالے صدیقی نے دوڑتے ہوئے ہی فائر کھول دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے غوطہ لگایا۔ اسی لمحے نعمانی نے بھی صدیقی کی طرح دوڑتے ہوئے فائر کھول دیا جس کے نتیجے میں ڈرائیور بھاگتا ہوا اور ویگن سے اترنے والے دونوں افراد چیختے ہوئے اچھل کر اس ویگن سے ٹکرائے اور پھر نیچے زمین پر جا گرے لیکن ڈرائیور کو گولیاں کولہے پر لگیں تھیں اس لئے وہ نیچے گر کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ ویگن سے اترنے والے دونوں نعمانی کی طرف سے سینے پر گولیاں کھا کر اب زمین پر بے حس و حرکت پڑے تھے۔ دوسری

طرف سے خاور اور چوہان بھی دوڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ دونوں کاریں خالی تھیں اور ان کاروں میں سے اترنے والے آدھے افراد سڑک کی طرف پڑے تھے جبکہ آدھے دوسری طرف ہٹ ہوئے تھے۔ ان سب کی تعداد ملا کر آٹھ تھی۔ جب صدیقی نے ویگن کے عقبی دروازے سے جھانکا تو وہ بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ ویگن کے فرش پر تقریباً بیس کے قریب افراد اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ عقب میں باندھے گئے تھے اور ان کے پیر بھی باندھے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر گردن تک سیاہ رنگ کے کپڑے چڑھے ہوئے تھے۔ ان میں دو عورتیں اور چار بچے بھی تھے اور باقی درمیانی عمر کے مرد تھے۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ تو مغویان ہیں۔ مجھے پولیس کو کال کرنا ہوگا''۔ صدیقی نے کہا لیکن اسی لمحے ایک کار ان کے قریب آ کر رکی اور اس میں سے عمران باہر آ گیا اور کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

''عمران صاحب۔ مغویان ویگن میں پڑے ہیں۔ یہ سب اغوا برائے تاوان سے متعلق ہیں''..... صدیقی نے کہا اور عمران کو لے جا کر ویگن کے عقبی کھلے دروازے کے سامنے کھڑا کر دیا۔

''ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ اگر کوئی زخمی ہو تو معلوم کرو کہ یہ کس داوا گروپ سے متعلق ہیں اور اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ میں سوپر فیاض کو کال کرتا ہوں''... عمران نے کہا اور جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے اس پر تیزی سے فریکونسی ایڈجسٹ کرنا

شروع کر دی۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ عمران کالنگ۔ اوور''...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس۔ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو فیاض بول رہا ہوں۔ اوور''...... دوسری طرف سے سوپر فیاض نے اپنی عادت کے مطابق اپنا پورا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''سنو۔ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو فوراً فورس لے کر جو پتہ میں بتا رہا ہوں وہاں پہنچ جاؤ۔ یہاں دو اغوا برائے تاوان گروپوں کے درمیان فائرنگ کے نتیجے میں آٹھ افراد ہلاک ہو گئے ہیں اور ویگن میں بیس کے قریب مغوی موجود ہیں اور اگر تم نہیں آ سکتے تو میں براہ راست ڈیڈی کو کال کر دوں۔ اوور''...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

''ارے۔ ارے۔ جلدی بتاؤ۔ کہاں ہو تم۔ جلدی بتاؤ۔ میں فوراً پہنچ رہا ہوں۔ اغوا برائے تاوان کے کیس تو ہم سب کے لئے پریشانی کا باعث ہیں۔ اوور''...... سوپر فیاض نے یکلخت انتہائی منت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے جگہ سمجھا دی۔

''او کے۔ میں دس منٹ بعد فورس سمیت پہنچ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر کے جیب میں ڈالا ہی تھا کہ صدیقی تیزی سے اس کے قریب آ گیا۔

''عمران صاحب۔ دوسری طرف ایک زخمی پڑا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ یہ مغوی مولا داد گروپ کے ہیں اور وہ انہیں سورج دادا کے ہیڈکوارٹر میں شفٹ کرنے کے لئے جا رہے تھے تاکہ یہ وہاں محفوظ رہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''کہاں ہے یہ مولا داد''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''اس نے بتایا ہے کہ کاجی علاقے میں ایک عمارت ہے جسے ناگ بلڈنگ کہا جاتا ہے۔ مولا داد کا ہیڈکوارٹر وہاں ہے''...... صدیقی نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ پہلے اس مولا داد سے نمٹ لیتے ہیں۔ پھر اطمینان سے اس سورج دادا پر ہاتھ ڈالیں گے۔ سوپر فیاض آ جائے پھر ساری کارروائی اس کے کھاتے میں ڈال کر ہم کاجی علاقے میں پہنچتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ آپ کیسے یہاں پہنچ گئے''...... نعمانی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''میں خاصی اونچی جگہ پر تھا اور دوربین سے یہاں کا منظر بھی مجھے نظر آ رہا تھا۔ تمہاری کارروائی سے میں سمجھ گیا کہ تم مجرموں سے ٹکرا گئے ہو۔ پھر ایک کار والے سے لفٹ لے کر میں یہاں آ گیا۔ گو تم نے بے چارے پانچویں لعل سنار کو اتنی اہمیت ہی نہ دی کہ اسے ساتھ لے جاؤ''...... عمران نے کہا۔

''آپ کو آواز دی گئی تھی لیکن آپ نے سنی ہی نہیں اور یہ لوگ

نکل جاتے تو پھر انہوں نے آسانی سے ہاتھ نہ آنا تھا''...... صدیقی نے کہا۔

''ان پر تمہیں شک کیسے ہوا''...... عمران نے پوچھا۔

''ایک مغوی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ پھر شاید اس کا گلا گھونٹ دیا گیا جس پر خاموشی طاری ہو گئی اور ہمیں شک پڑ گیا''۔ صدیقی نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

صفدر اپنے ساتھیوں سمیت دو کاروں میں سوار آرام نگر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ پہلی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر صفدر تھا جبکہ عقبی سیٹ پر صالحہ اور نازیہ بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ دوسری کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر تنویر اور سائیڈ سیٹ پر کیپٹن شکیل موجود تھا۔

''ہم پانچ افراد اتنے بڑے گینگ کے ہیڈکوارٹر کو کیسے کور کریں گے۔ آپ پولیس یا انٹیلی جنس کو کال کر لیتے تو بہتر نہ تھا''۔ اچانک نازیہ نے کہا۔

''جو کام ہم چار پانچ کر سکتے ہیں وہ نہ پولیس کر سکتی ہے اور نہ ہی انٹیلی جنس۔ ویسے بھی ان دونوں اداروں میں بے شمار کالی بھیڑیں موجود ہیں جو پہلے ہی ان تک اطلاع پہنچا دیں گی اور وہ لوگ گدھوں کے سروں سے سینگ کی طرح غائب ہو جائیں گے''...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن پھر بھی آپ کیا کریں گے۔ کیا اندر بم ماریں گے"۔ نازیہ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خاموش رہو نازیہ۔ اگر تم گھبرا رہی ہو تو ہم تمہیں یہیں ڈراپ کر دیتے ہیں۔ تم ٹیکسی لے کر واپس چلی جاؤ"...... صالحہ نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"میں گھبرا نہیں رہی، پوچھ رہی ہوں۔ آخر تمہیں بتانے میں کیا حرج ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں بھی کالی بھیڑ ہوں"...... نازیہ نے بھی غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ آپ گوری بھیڑ ہیں"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے زیادہ گوری نہیں ہے"...... صالحہ نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر خود ہی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"میں کم گوری سہی لیکن بہرحال کالی نہیں ہوں لیکن تم بتاؤ تو سہی کہ تمہارا پلان کیا ہے"...... نازیہ نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ زچ ہو گئی ہو۔

"مس نازیہ۔ ہم بے ہوش کر دینے والی گیس اندر فائر کریں گے اور پھر اندر داخل ہو جائیں گے۔ وہاں موجود سب لوگ بے ہوش پڑے ہوں گے۔ ہم وہاں سورج داد کو ٹریس کریں گے اور مغویان کو چیک کریں گے۔ اگر وہاں مغویان ہوئے تو ہم پولیس کو اطلاع دے دیں گے اور سورج دادا کو اٹھا کر اپنے ہیڈکوارٹر لے

جائیں گے۔ پھر اس سے اس کے تمام آدمیوں کے بارے میں معلوم کر کے ان کو گھیریں گے"...... صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ یہ تو بے حد آسان کام ہے۔ میں خواہ مخواہ پریشان ہو رہی تھی"...... نازیہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہمیں قریب تو کوئی نہیں جانے دے گا۔ وہاں عمارت کے اوپر بھی نگرانی کرنے والے ہوں گے اور پھر گیس اندر کیسے فائر کی جائے گی"...... صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دور سے فائر کر دی جائے گی جیسے گن دور سے فائر کی جاتی ہے"...... نازیہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"گیس فائر مشین کی رینج اتنی نہیں ہوتی پھر یہ گیس کھلی جگہ پر کم اثرات ڈالتی ہے"...... صالحہ نے کہا۔

"ارے ہاں۔ اس پوائنٹ پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا۔ واقعی کھلی جگہ پر تو گیس اثر ہی نہیں کرتی"...... نازیہ نے ایک بار پھر پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"مس نازیہ۔ یہ صالحہ آپ کو دانستہ پریشان کر رہی ہے۔ اب ایسی گیسز ایجاد ہو چکی ہیں کہ جو کھلی جگہ پر اتنی ہی اثرانداز ہوتی ہیں جتنی بند جگہ پر"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو۔ بولو"...... نازیہ نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"میں پریشان نہیں کر رہی حقائق بتا رہی ہوں"...... صالحہ نے کہا لیکن اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کار کے ڈیش بورڈ سے سیٹی کی آواز سنائی دینے لگی تو صفدر سمیت سب چونک پڑے۔ صفدر نے ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ کھولا اور اندر ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن پریس کر دیا تو سیٹی کی آواز آنا بند ہو گئی۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ چیف کالنگ۔ اوور"...... ڈیش بورڈ سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔ چونکہ وہ ٹرانسمیٹر پر بات کر رہا تھا اور ٹرانسمیٹر کال کیچ بھی ہو سکتی تھی اس لئے وہ ایکسٹو کی بجائے چیف کہہ رہا تھا۔

"لیس چیف۔ صفدر اٹنڈنگ یو۔ اوور"...... صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں ہو اس وقت۔ تمہارے فلیٹ کے فون پر پیغام موجود ہے کہ تم تنویر اور کیپٹن شکیل کسی کیس پر کام کر رہے ہو۔ کون سا کیس ہے۔ اوور"...... چیف کے لہجے میں ہلکی سی سختی موجود تھی۔

"چیف۔ میں کیپٹن شکیل، تنویر، صالحہ اور نازیہ اغوا برائے تاوان کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے نازیہ کو اس لئے اغوا کر لیا تھا کہ صالحہ کا پتہ معلوم کر سکیں کیونکہ ان دونوں نے رانا فاروق ڈی ایس پی کو ہلاک کرنے والے پیشہ ور قاتل سائمن کو ٹریس کر لیا تھا اور اس سے انہیں معلوم ہوا تھا کہ اس کام کے پیچھے کوئی بدمعاش کالو دادا موجود ہے لیکن کالو دادا پر پہلے ہی عمران

صاحب ہاتھ ڈال چکے تھے"...... صفدر نے جواب دیا اور نازیہ کے اغوا سے لے کر جگیر کے خاتمے اور اب سورج دادا کے ہیڈکوارٹر کی طرف جانے کی تفصیل بتا دی۔

"یہ کام فورسٹارز کا ہے تمہارا نہیں ہے۔ تم نے صالحہ اور نازیہ کو برآمد کر لیا ہے۔ اب مزید آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم فورسٹارز کے چیف صدیقی کو رپورٹ کر دو۔ اس کے بعد فورسٹارز خود ہی اپنا کام کر لیں گے۔ اوور"...... ایکسٹو نے سرد لہجے میں کہا۔

"لیس چیف۔ اوور"...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوور اینڈ آل"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر کے ڈیش بورڈ بھی بند کر دیا۔

"یہ کیا ہوا صفدر صاحب"...... نازیہ نے کہا۔

"کچھ نہیں۔ چیف کا حکم ہے۔ اس کی بہرحال تعمیل ہو گی"۔ صفدر نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"صفدر صاحب۔ آپ تھوڑا سا احتجاج تو کرتے۔ آپ نے تو معمولی سا احتجاج بھی نہیں کیا"...... صالحہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ شاید اسے بھی اس طرح چیف کے انکار پر غصہ آیا ہوا تھا۔

"چیف کے سامنے احتجاج۔ تمہارا مطلب ہے کہ کل میری لاش کسی کچرے کے ڈھیر پر پڑی ملے۔ چیف کے سامنے صرف لیس سر کہنا ہوتا ہے۔ احتجاج نہیں اور نہ ہی کبھی ایسا سوچنا ورنہ انتہائی

خوفناک سزا مل سکتی ہے''...... صفدر نے کہا۔

''تو اب کیا کرنا ہے''...... صالحہ نے کہا۔

''واپس جانا ہے اور کیا کرنا ہے۔ میں تنویر اور کیپٹن شکیل کو بتا دوں''...... صفدر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے عقب میں آنے والی تنویر کی کار کو رکنے کا مخصوص اشارہ دینا شروع کر دیا اور خود بھی اپنی کار سائیڈ پر کرنا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کاریں سڑک کی سائیڈ پر رک گئیں تو صفدر کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترا تو عقبی کار سے تنویر اور کیپٹن شکیل دونوں نیچے اتر آئے۔

''کوئی خاص بات''...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ شاید اسے اس طرح صفدر کا خود ہی رکنا اور انہیں بھی روکنے کی کوئی وجہ سمجھ نہ آئی تھی۔

''چیف کی ٹرانسمیٹر کال آئی تھی''...... صفدر نے کہا اور ساتھ ہی اس نے چیف سے ہونے والی بات چیت کی تفصیل بتا دی۔

''ویری بیڈ۔ ہماری ساری محنت رائیگاں گئی''...... تنویر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''چیف کو کیسے رپورٹ ملی کہ ہم یہ سب کچھ کرتے پھر رہے ہیں''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''میں نے اپنے فلیٹ کے فون پر پیغام ریکارڈ کرا دیا تھا تاکہ میری عدم موجودگی میں فون آئے تو رپورٹ فون کرنے والے کو مل سکے''...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر اب کیا کرنا ہے۔ واپس چلے جائیں''...... تنویر نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

''ظاہر ہے۔ چیف کا حکم تو تسلیم کرنا ہی ہو گا''...... صفدر نے جواب دیا۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں چیف نے اپنے اصول کے تحت درست حکم دیا ہے۔ بیرون ملک کیس پر بھی ہم کام کر لیں اور اندرون ملک بھی ہم ہی کام کرتے رہیں تو صدیقی اور اس کے ساتھیوں کی حق تلفی ہو گی اس لئے ہمیں تمام معلومات صدیقی کو مہیا کر کے انہیں آگے بڑھنے کا موقع دینا چاہئے''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''تو پھر میں صدیقی کو ٹرانسمیٹر کال کر کے ساری صورت حال بتا دیتا ہوں۔ وہ خود آگے کام کر لیں گے''...... صفدر نے کہا اور کیپٹن شکیل کے اثبات میں سر ہلانے پر اس نے جیب سے زیرو فائیو ٹرانسمیٹر نکالا جس کا دائرہ کار صرف دارالحکومت تک ہی محدود تھا اور اس پر صدیقی کی مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے اس نے بٹن پریس کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ صفدر کالنگ۔ اوور''...... صفدر نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس۔ صدیقی اٹنڈنگ یو۔ اوور''...... چند لمحوں بعد صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''صدیقی۔ میں، کیپٹن شکیل، تنویر، صالحہ اور ناترسیہ اغوا برائے

تاوان کے ایک گینگ کے خلاف کام کر رہے تھے۔ ہم آرام نگر میں واقع اس گینگ کے ہیڈکوارٹر پر ریڈ کرنے جا رہے تھے کہ چیف کی ٹرانسمیٹر کال آ گئی۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ یہ فورسٹارز کا مشن ہے۔ انہیں دیا جائے۔ چنانچہ میں نے تمہیں کال کی ہے۔ اوور''...... صفدر نے کہا۔

''تم سورج دادا کے ہیڈکوارٹر پر حملہ کرنے جا رہے تھے۔ اوور''...... صدیقی نے کہا تو نہ صرف صفدر بلکہ دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر کیپٹن شکیل اور تنویر بھی بے اختیار اچھل پڑے۔ ان کے چہروں پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

''کیا تم بھی اس گینگ کے خلاف کام کر رہے ہو۔ اوور''۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ فورسٹارز، عمران صاحب کے ساتھ مل کر اس کیس پر کام کر رہے ہیں۔ تم اس وقت کہاں موجود ہو۔ اوور''...... صدیقی نے کہا۔

''ہم عالم سرائے کے قریب ہیں۔ اوور''...... صفدر نے جواب دیا۔

''اوہ اچھا۔ تو تم عالم سرائے کی طرف سے آرام نگر تک پہنچ رہے تھے جبکہ ہم قینچی پل کی طرف سے آرام نگر جا رہے تھے کہ راستے میں اغوا برائے تاوان کے ایک اور گینگ سے واسطہ پڑ گیا اور اب ہم اس کے ہیڈکوارٹر جو کہ کاجی علاقے میں ہے، جانے

والے ہیں تاکہ پہلے اس کا خاتمہ کر کے پھر واپس سورج دادا کے ہیڈکوارٹر پر ریڈ کیا جائے۔ اوور''...... صدیقی نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر ایسا ہو سکتا کہ تم ہمیں اس سورج دادا پر ریڈ کرنے کی اجازت دے دو اور تم اس دوسرے گینگ کے خلاف کام کرو۔ اوور''...... صفدر نے کہا۔

''میں کیا اور میری اجازت کیا۔ تم ہم سب سے سینئر ہو صفدر۔ اصل مسئلہ چیف کے حکم کا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم بھی کاجی علاقے پہنچ جاؤ۔ پھر ہم سب مل کر وہاں ریڈ کریں اور پھر سورج دادا کے ہیڈکوارٹر پر۔ اوور''...... صدیقی نے کہا۔

''یہ تمہاری اعلیٰ ظرفی ہے صدیقی ورنہ تم فورسٹارز کے چیف ہو لیکن یہ بتا دوں کہ تم نے سڑک پر جو کارروائی کی ہے اور پھر تم دوسرے گینگ کے ہیڈکوارٹر کے خلاف کارروائی کرو گے تو اس ساری کارروائی کی رپورٹ سورج دادا تک پہنچ جائے گی۔ ان لوگوں کا نیٹ ورک بڑا فعال ہوتا ہے اس لئے میرا مشورہ تو یہی ہے کہ ان میں سے جو بڑا گینگ ہے اس پر پہلے ہاتھ ڈالو۔ چھوٹے کو پھر ٹریس کر لیا جائے گا۔ اوور''...... صفدر نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تم ایسا کرو کہ آرام نگر پہنچ جاؤ۔ ہم بھی وہیں آ رہے ہیں۔ پھر مل کر پہلے سورج دادا کے خلاف کام کریں گے اس کے بعد مولا دادا گینگ کے خلاف کارروائی کریں گے۔

اوور''۔۔۔۔ صدیقی نے صفدر کی بات مانتے ہوئے کہا۔

''تم ہم سے زیادہ آرام نگر کے قریب ہو اس لئے تم وہاں ہمارا انتظار کرو۔ ہم دو کاروں میں ہیں۔ آرام نگر کے بڑے چوک پر ہم پہنچ جائیں گے۔ اوور''۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

''او کے۔ ہم وہاں تمہارا انتظار کریں گے۔ اوور اینڈ آل''۔ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

''ویری گڈ۔ اب مزہ آئے گا کام کرنے کا''۔۔۔۔ تنویر نے جو ساری بات چیت سنتا رہا تھا خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ صدیقی واقعی بڑے ظرف کا آدمی ہے''۔۔۔۔ صفدر نے ٹرانسمیٹر واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر وہ اپنی کار کی طرف مڑ گیا۔

سورج دادا لمبے قد اور بھاری جسم کا آدمی تھا۔ اس کا چہرہ عام آدمیوں کے چہروں سے بڑا تھا۔ آنکھیں مسلسل شراب نوشی کی وجہ سے سرخ رہتی تھیں۔ اس کی لمبی لمبی مونچھیں اس طرح اکڑی ہوئی نظر آتی تھیں جیسے مونچھیں بالوں کی بجائے لوہے کے سریوں سے بنی ہوئی ہوں۔ تنگ پیشانی اور سر پر بالوں کا ایک بڑا سا گچھا جیسے علیحدہ رکھا ہوا نظر آتا تھا۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا مقامی لباس پہنا ہوا تھا۔ لباس کے اوپر اس نے جیکٹ پہن رکھی تھی۔ سورج دادا اپنے ہیڈکوارٹر کے خصوصی تہہ خانے میں بنے ہوئے آفس میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے شراب کی بوتل تھی جسے وہ ہر دو منٹ بعد اٹھا کر منہ سے لگا لیتا تھا اور پھر ایک بڑا سا گھونٹ لے کر بوتل واپس رکھ دیتا تھا۔

مسلسل شراب نوشی اس کی عادت تھی اور وہ شراب اس طرح

چیتا تھا جیسے جونس پیا جاتا ہے۔ وہ پاکیشیا میں اغوا برائے تاوان کا
سب سے بڑا گینگسٹر تھا۔ گو دو تین چھوٹے گینگ اور بھی موجود تھے
لیکن ان کی سورج دادا کے گینگ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں تھی۔
سورج دادا کے اس دھندے میں سرپرست سردار ارباب اور سیٹھ
ہاشم تھے جنہیں باقاعدگی سے اس کاروبار سے کروڑوں روپے حصہ
جاتا تھا۔ گو سیٹھ ہاشم کا براہ راست سورج دادا سے تعلق نہیں تھا بلکہ
اس کے تحت گینگ کا سربراہ ایک اور بدمعاش مولا داد تھا لیکن مولا
داد بھی خفیہ طور پر سورج دادا کے تحت ہی کام کرتا تھا۔ اس کی
سرپرستی بھی سورج دادا ہی کرتا تھا۔ اسے اطلاع مل چکی تھی کہ مولا
داد گینگ کے بیس کے قریب مغوی جو اس کی اجازت سے اس کے
ہیڈکوارٹر میں شفٹ کئے جا رہے تھے قینچی پل سے تھوڑا آگے پہنچے
پر ان پر کسی پارٹی نے حملہ کر دیا تھا اور مغویان کے ساتھ مولا داد
گینگ کے آدمی مارے گئے تھے اور ایک زخمی بھی تھا جبکہ تمام مغوی
انٹیلی جنس کے قبضے میں پہنچ گئے تھے لیکن یہ اطلاع بھی اسے مل چکی
تھی کہ مولا داد گینگ کے آدمیوں پر حملہ کرنے والے عام افراد
تھے۔ ان کا کوئی تعلق براہ راست انٹیلی جنس سے نہیں تھا۔

سنٹرل انٹیلی جنس بعد میں وہاں پہنچی تھی۔ اس طرح اسے یہ
اطلاع بھی مل چکی تھی کہ سردار ارباب کے براہ راست گروپ کا
انتظامی انچارج جگیر بھی اپنے ساتھیوں سمیت مارا جا چکا ہے اور اس
کے خلاف کارروائی میں دو عورتیں اور تین مرد شامل تھے۔ اس سے

پہلے کالو دادا کے اغوا اور پھر اس کی لاش سامنے آنے پر وہ خود انڈر
گراؤنڈ ہو گیا تھا کیونکہ کالو دادا اس کے بارے میں جانتا تھا اس
لئے یہ ظاہر کیا جاتا تھا کہ سورج دادا ملک سے باہر چلا گیا ہے جبکہ
سورج دادا اپنے ہیڈکوارٹر کے اس خفیہ تہہ خانے میں بنے ہوئے
آفس میں موجود تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اب مولا داد کے ہیڈکوارٹر پر
انٹیلی جنس اور یہ لوگ جو نجانے کس کے تحت ان کے خلاف کام کر
رہے ہیں حملہ کر دیں گے۔

گو اس نے مولا داد کو اس واقعہ کی اطلاع فون پر کر دی تھی اور
مولا داد اپنے ساتھیوں سمیت روپوش ہو چکا تھا لیکن اس کے ساتھ
ساتھ اسے یقین تھا کہ اس کے ہیڈکوارٹر پر حملہ ضرور کیا جائے گا
کیونکہ جو زخمی انٹیلی جنس کے ہاتھ لگا تھا اس سے یہ بات انہیں
معلوم ہو چکی ہو گی کہ وہ مولا داد کے مغویوں کو اس کے ہیڈکوارٹر لا
رہے تھے اور یقیناً ہیڈکوارٹر کے بارے میں انہیں تفصیل بتا دی گئی
ہو گی اور اس نے اس سلسلے میں یہاں ایسے انتظامات کر لئے تھے
کہ یہاں سے کوئی ثبوت انہیں نہ مل سکیں اور بے شک تلاشی بھی
لیں تب بھی انہیں یہاں صرف عام سی پلاسٹک فیکٹری ہی ملے لیکن
اس کی چھٹی حس ان لوگوں کے خلاف مسلسل خطرے کا سائرن بجا
رہی تھی جو دو عورتوں سمیت کئی افراد پر مشتمل تھا اور جنہوں نے
مسلسل ان کے خلاف کامیاب کارروائیاں کی تھیں۔

انٹیلی جنس تو اب میدان میں آئی تھی جبکہ اس سے پہلے سارا

کام اس نامعلوم گروپ نے کیا تھا اور اس گروپ کی کارروائی کی وجہ سے اسے بھی انڈر گراؤنڈ جانا پڑا تھا۔ اسے یقین تھا کہ یہ گروپ انٹیلی جنس اور پولیس دونوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ انٹیلی جنس اور پولیس کے بارے میں تو اس نے سردار ارباب سے کہہ دیا تھا کہ وہ انہیں سنبھال لیں اور اسے یقین تھا کہ وہ انہیں سنبھال لیں گے لیکن اب وہ اس نامعلوم خطرناک گروپ کے بارے میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اسے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ گروپ کون ہے اور کس کے تحت ان کے خلاف کارروائی کر رہا ہے اور اس کے نزدیک یہ جاننا ضروری تھا کیونکہ اگر وہ اس گروپ کا خاتمہ بھی کر دے تو بھی ان کی پشت پر موجود لوگ دوسرے گروپ کو سامنے لا سکتے تھے اس لئے اس گروپ کے پیچھے موجود لوگوں کا ٹریس کیا جانا بے حد ضروری تھا۔ وہ بیٹھا اس بارے میں سوچ رہا تھا اور ساتھ ساتھ شراب بھی پی رہا تھا کہ میز پر رکھے ہوئے مخصوص ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز سنائی دی تو وہ چونک پڑا۔ سورج دادا نے حملے کے خدشہ کے پیش نظر آرام نگر کے پورے علاقے میں اپنے آدمی پھیلائے ہوئے تھے تاکہ اس خفیہ گروپ کے آدمی وہاں پہنچیں تو انہیں ہیڈکوارٹر سے باہر ہی کور کیا جا سکے اور ان سب لوگوں کو اس نے مخصوص ٹرانسمیٹر دے رکھے تھے اس لئے ٹرانسمیٹر کی کال آتے ہی وہ چونک پڑا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کال یہیں سے اس کا کوئی آدمی کر رہا ہے۔ سورج داد نے ٹرانسمیٹر کا بٹن

آن کر دیا۔

"ریڈی بول رہا ہوں باس۔ بستی چوک سے۔ اوور"...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

"یس۔ باس اٹنڈنگ یو۔ کیوں کال کی ہے۔ اوور"...... سورج دادا نے کہا۔

"باس۔ دو کاریں چوک پر آ کر رکی ہیں۔ ان میں دو اجنبی عورتیں اور تین مرد ہیں اور یہ وہی گروپ ہے باس جس نے جگر کے اڈے پر ریڈ کیا تھا۔ اوور"...... ریڈی نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ کیا تم انہیں پہچانتے ہو۔ اوور"...... سورج دادا نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں باس۔ لیکن ان کے قد و قامت اور ان کا انداز بتا رہا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں اور باس، یہ لوگ یہاں کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں اور بے حد چوکنا نظر آ رہے ہیں۔ ان کی نظریں پلاسٹک فیکٹری کی بلڈنگ پر جمی ہوئی ہیں۔ اوور"...... ریڈی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ سب کاروں کے اندر موجود ہیں۔ اوور"...... سورج دادا نے پوچھا۔

"یس باس۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تمہارے پاس بے ہوش کر دینے والی گیس کے پسٹل تو موجود ہوں گے۔ اوور"...... سورج دادا نے پوچھا۔

"یس باس۔ اوور"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ان کی کاروں میں گیس فائر کر دو اور پھر ان کاروں کو ان آدمیوں سمیت ہیڈکوارٹر کے بیک وے گیٹ پر پہنچا دو۔ وہاں سے رستم انہیں تم سے لے لے گا۔ تم اپنے ساتھیوں سمیت دوبارہ اس چوک پر ڈیوٹی دو۔ جن لوگوں کا یہ انتظار کر رہے ہیں وہ جیسے ہی وہاں پہنچیں وہ انہیں یہاں نہ پا کر ان کا انتظار کریں گے۔ ان کے ساتھ بھی تم نے یہی کارروائی کرنی ہے۔ سمجھ گئے ہو۔ اوور"۔ سورج دادا نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ اوور اینڈ آل"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سورج دادا نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے کئی بٹن پریس کر دیئے۔

"رستم بول رہا ہوں باس"...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"رستم۔ ریڈی اپنے ساتھیوں سمیت بستی چوک سے دو کاریں تمہارے گیٹ وے پر لا رہا ہے۔ ان کاروں میں دو عورتوں سمیت تین مرد موجود ہوں گے۔ وہ سب بے ہوش ہوں گے۔ تم نے دونوں کاروں کو خفیہ گیراجوں میں پہنچا دینا ہے اور ان بے ہوش افراد کو شوبر کے سپرد کر دینا ہے۔ سمجھ گئے ہو"...... سورج دادا نے سخت لہجے میں کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو

سورج دادا نے کریڈل دبایا اور ایک بار پھر یکے بعد دیگرے کئی بٹن پریس کر دیئے۔

"شوبر بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا لیکن قدرے سخت بھی تھا۔

"رستم تمہارے حوالے دو بے ہوش عورتیں اور تین بے ہوش مرد کرے گا۔ تم نے ان عورتوں کو چھوٹے کمرے میں زنجیروں میں جکڑ دینا ہے جبکہ مردوں کو بڑے کمرے میں۔ ابھی ان کے اور ساتھیوں نے آنا ہے۔ جب وہ آ جائیں گے تو پھر ان سے میں خود معلومات حاصل کروں گا"...... سورج دادا نے کہا۔

"یس باس۔ حکم کی تعمیل ہو گی"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سورج دادا نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس خفیہ گروپ سے وہ ان کے سرپرستوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے پھر ان سرپرستوں کے خلاف کارروائی کرے گا تاکہ ان کا حتمی طور پر خاتمہ کیا جا سکے اور پھر اطمینان سے اغوا برائے تاوان کا منافع بخش کھیل کھیلا جا سکے۔ اس نے شراب کی بوتل اٹھائی اور منہ سے لگا کر اس بار اس نے بڑے بڑے گھونٹ لینا شروع کر دیئے۔

عمران کے ذہن پر چھا جانے والا اندھیرا آہستہ آہستہ روشنی میں تبدیل ہوتا چلا گیا اور پھر آنکھیں کھلتے ہی پوری طرح ہوش میں آ جانے پر اس کے ذہن میں چند لمحوں میں فلم کے مناظر کی طرح سابقہ واقعات گھوم گئے۔ اسے یاد تھا کہ وہ قینچی پل سے آگے موڑ پر مغویوں، ہلاک شدہ اور ایک زخمی کے ساتھ موجود تھا اور سوپر فیاض اور اس کی فورس کی آمد کا انتظار کر رہا تھا کہ صفدر کی ٹرانسمیٹر کال صدیقی نے اٹنڈ کی اور پھر صدیقی نے انہیں آرام نگر بستی کے چوک پر پہنچنے کا کہہ دیا تاکہ وہ سب مل کر سورج دادا کے ہیڈکوارٹر پر ریڈ کر سکیں۔

سوپر فیاض اور اس کی فورس کے آنے کے بعد اس نے مغویوں، ہلاک شدگان اور زخمی کو ان کے حوالے کر کے انہیں مولا داد گروپ اور اس کے ہیڈکوارٹر کے بارے میں بریف کیا۔ پھر وہ

صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کاروں میں سوار ہو کر آرام نگر بستی کے چوک پر پہنچے تو وہاں صفدر اور اس کے ساتھیوں کی کاریں موجود نہ تھیں تو وہ یہ سمجھ کر وہاں رک گئے کہ وہ ابھی تک نہیں پہنچ سکے اس لئے وہ ان کی آمد کا انتظار کرنے لگے کہ دو آدمی ان کی کاروں کے قریب سے گزرے اور پھر انہوں نے دونوں کاروں میں بے ہوش کر دینے والے بم پھینک دیئے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سب سنبھلتے کاروں میں گیس پھیل گئی اور عمران کا ذہن تیزی سے تاریک پڑتا چلا گیا اور اب اسے ہوش آیا تھا۔

عمران نے پوری طرح ہوش میں آ کر ادھر ادھر دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ایک بڑے ہال نما کمرے میں دیوار کے ساتھ وہ فورسٹارز کے ساتھ ساتھ صفدر، تنویر اور کیپٹن شکیل سمیت کھڑے ہیں۔ ان کے دونوں ہاتھ اونچے کر کے دیوار میں نصب کنڈوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور بے ہوش ہونے کی وجہ سے ان سب کے جسم نیچے کی طرف ڈھلکے ہوئے تھے اور شاید اسی وجہ سے عمران کے دونوں بازوؤں میں اب درد کی تیز لہریں دوڑ رہی تھیں لیکن اب سنبھل کر کھڑا ہونے کی وجہ سے اس کے بازوؤں میں موجود درد کی لہریں ہلکی ہوتی جا رہی تھیں۔ ہال کمرے میں ان کے علاوہ اور کوئی آدمی نہ تھا۔

عمران سمجھ گیا کہ اسے اپنی مخصوص ذہنی ورزش کی وجہ سے ہوش آ گیا ہے جبکہ اس کے باقی ساتھی ابھی تک بے ہوش تھے۔ البتہ

صالحہ اور نازیہ اس کمرے میں موجود نہیں تھیں۔ عمران نے اپنی کلائیوں پر موجود کڑوں کے بٹن تلاش کرنے کے لئے ان پر مخصوص انداز میں انگلیاں پھیرنی شروع کر دیں اور چند لمحوں بعد ہی اس کی انگلیوں نے مخصوص بٹن تلاش کر لئے لیکن اس سے پہلے کہ وہ ان بٹنوں کو پریس کر کے اپنے آپ کو آزاد کراتا اس ہال کمرے کا دروازہ کھلا اور مشین گنوں سے مسلح دو بدمعاش اندر داخل ہوئے۔ وہ اپنے چہروں کے تاثرات اور اپنے انداز سے ہی غنڈے اور بدمعاش نظر آ رہے تھے۔

''ارے۔ یہ تو ہوش میں ہے۔ کیا مطلب۔ اسے کیسے ہوش آ گیا''...... اندر داخل ہو کر ایک آدمی نے چیختے ہوئے کہا۔

''ارے ہاں۔ واقعی۔ چلو باس ابھی آنے ہی والا ہے۔ اسے ہوش میں نہ لانا پڑے گا''...... دوسرے آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''باس تو پہلے ان لڑکیوں کے کمرے میں جائے گا اور نجانے اسے وہاں کتنا وقت لگ جائے''...... پہلے آدمی نے کہا۔

''نہیں۔ ان سے نمٹنے کے بعد انہیں باس کے بیڈ روم میں پہنچا دیا جائے گا۔ اس لئے باس پہلے یہیں آئے گا''...... دوسرے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سنو۔ تمہارا باس کون ہے''...... عمران نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''پاکیشیا کا سب سے بڑا دادا۔ سورج دادا''...... ایک آدمی نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا تو عمران چونک پڑا۔

''سورج دادا۔ تو کیا ہم کافرستان میں ہیں''...... عمران نے چونک کر کہا تو وہ دونوں مسلح آدمی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

''تم پاکیشیا میں ہو۔ سورج دادا کے ہیڈکوارٹر میں''...... ایک آدمی نے کہا۔

''لیکن سورج دادا کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہ کافرستان گیا ہوا ہے''...... عمران نے کہا۔

''دادا یہیں ہے اور ابھی آ کر تمہاری ہڈیاں تڑوا کر تم سے سب کچھ معلوم کرے گا اور سنو۔ اگر تم اپنی ہڈیاں نہیں تڑوانا چاہتے تو جو کچھ دادا پوچھے شرافت سے بتا دینا''...... ایک آدمی نے اسے ہمدردانہ مشورہ دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کمرے کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم، چوڑے چہرے اور اکڑی ہوئی مونچھوں کا مالک آدمی بڑے فاتحانہ انداز میں اندر داخل ہوا۔ اس نے گہرے نیلے رنگ کا مقامی لباس اور اس پر جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں تیز سرخی نمایاں تھی۔ اس کے پیچھے ایک مسلح آدمی ایک کرسی اٹھائے ہوئے تھا اور اس کے پیچھے ایک پہلوان نما آدمی ہاتھ میں کوڑا لئے بڑے فاتحانہ انداز میں چلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

''یہ کیسے ہوش میں آ گیا''...... اس چوڑے چہرے والے نے

پہلے سے موجود مسلح افراد سے جو دروازے کے قریب ہی دیوار سے
پشت لگائے کھڑے تھے، مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب۔ اسے اچانک خود بخود ہوش آ گیا ہے"..... ایک آدمی
نے ایک قدم آگے بڑھ کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ انتہائی
حد تک فدویانہ تھا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ اب یہی سب کچھ بتائے گا"..... اس
مونچھوں والے نے اس کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا جسے اٹھا کر لانے
والا پہلے ہی رکھ چکا تھا اور پھر وہ اس کوڑا بردار پہلوان کی طرف مڑ
گیا۔

"راگو"..... اس آدمی نے کہا۔

"یس باس"..... اس کوڑے بردار پہلوان نے ایک قدم آگے
بڑھ کر سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"اس کے قریب جا کر کھڑے ہو جاؤ اور پھر جیسے ہی میں کہوں
کوڑے مار مار کر اس کی بوٹیاں اڑا دینا"..... اس مونچھوں والے
نے کوڑا بردار پہلوان سے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی باس"..... کوڑا بردار پہلوان نے کہا اور
آگے بڑھ کر عمران کی سائیڈ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ عمران چونکہ اس
طرف سے پہلے نمبر پر تھا اور باقی ساتھی اس کے بعد جکڑے ہوئے
تھے اس لئے کوڑا بردار کے لئے آسانی تھی کہ وہ اطمینان سے عمران
پر کوڑا چلا سکتا تھا۔

"تمہارا نام سورج دادا ہے یا تم اس کے نائب ہو"..... عمران
نے اس مونچھوں والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں ہی ہوں سورج دادا۔ تم کون ہو"..... مونچھوں والے نے
بڑے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) کہتے
ہیں"..... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں تعارف کراتے ہوئے
کہا۔

"ڈی ایس پی۔ کیا مطلب۔ تمہارا تعلق پولیس سے ہے"۔
سورج دادا نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس
پڑا۔

"گڈ۔ تم پہلے آدمی ہو جس نے ڈی ایس پی یعنی ڈاکٹر آف
سائنس کو ڈی ایس پی پولیس بنا دیا ہے"..... عمران نے ہنستے ہوئے
کہا۔

"تم۔ تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ مجھ پر ہنس رہے ہو۔ تمہاری یہ
جرأت۔ راگو۔ اس کی بوٹیاں اڑا دو۔ خبردار اگر اس کی موت سے
پہلے تمہارا ہاتھ رکا"..... سورج دادا نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور
اس کے ساتھ ہی عمران کی سائیڈ پر کھڑے راگو کا کوڑے والا ہاتھ
حرکت میں آیا ہی تھا کہ عمران جس کی انگلیاں کڑوں کے بٹنوں پر
جمی ہوئی تھیں اس نے بٹن پریس کر دیئے اور دوسرے لمحے شائیں
کی آواز کے ساتھ ہی جیسے کوڑا عمران کی طرف بڑھا اس وقت تک

عمران کے دونوں ہاتھ آزاد ہو چکے تھے۔ اس کے ساتھ ہی عمران اچھل کر سائیڈ پر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور کوڑا اس کے جسم سے ٹکرانے کی بجائے زمین سے ٹکرایا ہی تھا کہ عمران اس طرح راگو کی طرف جھپٹا جیسے چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور دوسرے لمحے پہلوان راگو چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل زمین پر جا گرا اور ایسا اس لئے بھی ہو گیا کہ کوڑا گھماتے ہوئے راگو پہلوان بھی لاشعوری طور پر دو قدم آگے بڑھ آیا تھا تاکہ عمران جو دو قدم پیچھے ہٹنے کی وجہ سے کوڑے کی پہلی ضرب سے بچ گیا تھا وہ دوسری بار نہ بچ سکے لیکن عمران نے اس کے کوڑا مارنے سے پہلے اس کے سینے پر زوردار ضرب لگائی اور وہ چیختا ہوا اچھل کر نیچے جا گرا تھا۔ کوڑا اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

عمران بجلی کی سی تیزی سے جھکا اور اس کے ساتھ ہی شائیں کی تیز آواز کے ساتھ ہی سورج دادا اور اس کے پیچھے کھڑا مشین گن بردار جو مشین گن پکڑے بت بنا کھڑا تھا، دونوں بیک وقت کوڑے کی ضرب کھا کر چیختے ہوئے نیچے جا گرے۔ سورج دادا کرسی سمیت الٹ کر نیچے گرا تھا جبکہ اس کے پیچھے کھڑا آدمی کوڑے کی ضرب اور اچانک کرسی گرنے کی وجہ سے نیچے جا گرا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن نیچے گر گئی تھی۔ یہ سب کچھ بس پلک جھپکنے میں ہو گیا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنبھلتا عمران نے انتہائی برق رفتاری سے نیچے گرنے والی مشین گن جھپٹی اور اس کے ساتھ

ہی ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی انسانی چیخوں سے ہال گونج اٹھا۔

دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ پشت لگائے اور کاندھوں سے مشین گنیں لٹکائے دونوں آدمی، تیزی سے اٹھنے کی کوشش کرنے والا سورج دادا کی کرسی کے پیچھے گرنے والا اس کا آدمی اور سینے پر زوردار ضرب کھا کر نیچے فرش پر گرا راگو پہلوان سب گولیوں کی زد میں آ کر ہلاک ہو گئے تھے جبکہ سورج دادا جس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی فائرنگ ہوتے ہی اور انسانی چیخوں کی آوازیں سنتے ہی کسی بے جان مجسمے کی طرح اپنی جگہ ساکت ہو گیا تھا۔ اس طرح عمران کو اسے بے ہوش کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے یکلخت ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کو فضا میں اچھال کر اسے نال سے پکڑتے ہوئے اس کا بھاری دستہ فرش پر ساکت پڑے سورج دادا کے سر پر بھرپور قوت سے مار دیا اور ایک ہی زوردار ضرب کھا کر سورج دادا کے حلق سے چیخ نکلی اور اس کا جسم ایک بار زور سے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔

عمران نے مشین گن کو کاندھے سے لٹکایا اور پھر جھک کر اس نے سورج دادا کو اٹھایا اور اسے گھسیٹتا ہوا اس جگہ لے گیا جہاں پہلے وہ خود جکڑا ہوا تھا اور پھر اس نے باری باری اس کے دونوں ہاتھ دیوار میں نصب کڑوں میں جکڑ دیئے۔ اب اس کی جگہ سورج دادا کا بے ہوش جسم لٹکا ہوا تھا۔ عمران کو صالحہ اور نازیہ کی فکر تھی لیکن اسے

معلوم تھا کہ اگر یہ سورج دادا کا ہیڈ کوارٹر ہے تو پھر یہاں اس کے
مسلح افراد خاصی تعداد میں موجود ہوں گے۔ ابھی تو وہ سب اس
لئے خاموش ہوں گے کہ اندر سورج دادا موجود ہے لیکن اگر انہیں
علم ہو گیا کہ سورج دادا مشکل میں ہے تو وہ سب بیک وقت یہاں
حملہ کر دیں گے اس لئے عمران نے پہلے جا کر دروازہ اندر سے
لاک کر دیا اور پھر کونے میں موجود لوہے کی الماری کی طرف بڑھا۔
اس نے الماری کھولی تو اس میں پانی کی بوتلیں موجود تھیں۔ اس
نے دو بوتلیں اٹھائیں اور پھر اس نے اپنے بے ہوش ساتھیوں کو
پانی پلانا شروع کر دیا۔ اسے دو اور بوتلیں بھی الماری سے لانا پڑیں
لیکن پانی کی وجہ سے اس کے ساتھیوں کے لٹکے ہوئے جسموں میں
حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد
ایک ایک کر کے اس کے سارے ساتھی ہوش میں آ گئے۔

”جلدی کرو۔ اپنے اپنے ہاتھ کڑوں سے آزاد کراؤ۔ ہم شدید
خطرے میں ہیں“...... عمران نے کہا تو سب اچھل پڑے اور پھر
چند ہی لمحوں میں ایک ایک کر کے وہ سب کڑوں کی جکڑ سے آزاد
ہوتے چلے گئے۔ سورج دادا اور اس کے ساتھی دراصل عام
بدمعاش اور غنڈے تھے۔ ان کے ذہنوں میں شاید یہ تصور بھی نہ تھا
کہ کڑوں میں جکڑے ہوئے افراد اپنی انگلیوں کی مدد سے بٹن
پریس کر کے کڑے کھول بھی سکتے ہیں۔ عام حالات میں واقعی ایسا
کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے عمران اور اس کے ساتھی نہ

صرف تربیت یافتہ تھے بلکہ اس تجربے سے ہزاروں بار گزر چکے
تھے اس لئے ان کے لئے کڑے کھول لینا کوئی مسئلہ ہی نہ تھا۔

”یہ ہم سب کہاں ہیں۔ صالحہ اور نازیہ کہاں ہیں“...... صفدر
نے کہا تو عمران نے اسے مختصر طور پر بتا دیا۔

”تمہاری جیبوں میں مشین پسٹل موجود ہوں گے۔ یہاں تین
مشین گنیں بھی موجود ہیں۔ تم نے اس پورے ہیڈ کوارٹر کو چیک کرنا
ہے۔ ان سب کا خاتمہ کرنا ہے۔ صالحہ اور نازیہ بھی کسی کمرے میں
قید ہوں گی۔ انہیں بھی چیک کرنا ہے اور خاص طور پر یہاں موجود
مغویان کو چیک کرنا ہے۔ میں اس دوران اس سورج دادا سے اس
بھیانک جرم کے سرپرستوں کے بارے میں تفصیل معلوم کر لوں گا۔
مزید یہاں مجرم گروپوں کا مکمل ریکارڈ بھی موجود ہو گا۔ وہ سب بھی
ہم نے معلوم کرنا ہے تاکہ اس بھیانک جرم کا فی الوقت تو قلع قمع
ہو سکے“...... عمران نے کہا تو سب ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا
دیئے۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا سامنے رکھے ہوئے اخبارات کے بنڈل میں سے ایک ایک اخبار کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ آج کے تمام اخبارات سوپر فیاض کے اغوا برائے تاوان کے بھیانک جرم کے خلاف زبردست اور کامیاب کارروائی کرنے کے کارناموں سے بھرے ہوئے تھے۔ مغویوں اور ان کے رشتہ داروں کی تصاویر کے ساتھ ساتھ سورج دادا اور مولا داد کے آدمیوں کے ساتھ ساتھ سیٹھ ہاشم اور سردار ارباب کی تصاویر بھی شائع کی گئی تھیں اور سوپر فیاض کی کارکردگی کی دل کھول کر تعریف کی گئی تھی۔ بعض اخبارات نے تو سوپر فیاض کی تصاویر بھی شائع کی تھیں اور سوپر فیاض کو ملک کا سب سے بڑا اعزاز دینے کی سفارشات بھی کی گئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا کہ ان اخبارات کی اس کوریج کی وجہ سے آج ملک کا بچہ بچہ سوپر فیاض کی تعریفیں کر رہا ہے۔ ابھی وہ بیٹھا یہ سب کچھ

دیکھ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو فیاض بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے سوپر فیاض کی آواز سنائی دی۔

"ارے واہ۔ ملک کے ہیرو کی آواز اس قدر کھردری کیوں ہے۔ آج تو تمام اخبارات تمہارے قصیدوں سے بھرے پڑے ہیں۔ تمہاری تصاویر شائع ہوئی ہیں۔ تمہارے کارنامے پڑھ پڑھ کر میں بھی احساس کمتری میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اب تو لگتا ہے کہ تمہیں ملک کا سب سے بڑا اعزاز اور اس کے ساتھ کثیر رقم بھی مل جائے گی۔ واہ۔ اس کے باوجود تمہاری آواز میں کھردرا پن آ گیا ہے۔ کیوں"...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو ان سب باتوں کو۔ تمہارے ڈیڈی نے میری جان عذاب میں ڈالی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سردار ارباب اور سیٹھ ہاشم کو اس کاروبار میں ملوث کرنے کا ٹھوس ثبوت لے آؤ اور تم نے کہا تھا کہ تم بعد میں مجھے یہ ثبوت مہیا کر دو گے۔ اب بولو۔ کہاں ہے وہ ثبوت۔ فوراً مجھے ثبوت مہیا کرو ورنہ تمہارے ڈیڈی مجھے گولی سے اڑا دیں گے"...... دوسری طرف سے سوپر فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

''تم نے بھی تو کمال کیا ہے۔ بغیر ثبوت کے ملک کے دو بڑے آدمیوں کو اس قدر بھیانک جرم کا سرپرست بنا دیا ہے۔ ابھی تو ڈیڈی نے تمہیں گولی مارنے کی دھمکی دی ہے۔ آگے آگے دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ سیٹھ ہاشم اور سردار ارباب کے رشتہ داران اور ان کے وکلاء تمہیں چوراہے پر الٹا لٹکا دیں گے''...... عمران نے اسے مزید ڈراتے ہوئے کہا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ تمہارے پاس ثبوت نہیں ہیں''۔ سوپر فیاض نے یکلخت چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیوں نہیں ہیں۔ سب ثبوت ہیں۔ لیکن''...... عمران نے فقرہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا۔

''لیکن کیا۔ جلدی بولو۔ جلدی۔ میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تم لیکن ویکن کے چکر میں پڑے ہوئے ہو۔ جلدی بولو''...... سوپر فیاض نے چیختے ہوئے کہا۔

''آہستہ بولو۔ اگر تمہاری آواز ڈیڈی کے آفس تک پہنچ گئی اور انہیں معلوم ہو گیا کہ تمہارے پاس ثبوت نہیں ہیں تو جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے گا''...... عمران نے کہا۔

''اوہ خدایا۔ کس عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ کاش میں تمہاری زبان پر اعتماد نہ کرتا لیکن اب کیا کروں''...... سوپر فیاض واقعی رونے پر آ گیا تھا۔

''گھبراؤ مت۔ بزرگ کہتے ہیں کہ گھبرانے سے کچھ نہیں ہوتا۔

اگر مشکل آ پڑے تو پھر صدقہ کرنا چاہئے اور دوستوں کی خدمت بھی صدقہ میں شامل ہوتی ہے''...... عمران نے کہا۔

''خدمت۔ کیسی خدمت۔ کھل کر بات کرو۔ کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی''...... سوپر فیاض نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

''صدقہ پر رقم خرچ ہوتی ہے۔ زیادہ نہیں صرف معمولی سی رقم۔ دو چار کروڑ روپے بس''...... عمران نے کہا۔

''دو چار کروڑ روپے۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں تمہارے فلیٹ پر اور اگر تم نے ثبوت میرے حوالے نہ کئے تو میں تمہیں گولی مار کر خودکشی کر لوں گا''...... سوپر فیاض نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ سلیمان مارکیٹ گیا ہوا تھا اس لئے فلیٹ میں عمران اکیلا تھا۔ ثبوت واقعی اسے مل گئے تھے اور یہ ایسے ٹھوس ثبوت تھے کہ جنہیں عدالت کسی صورت بھی نظرانداز نہیں کر سکتی تھی۔ دونوں کے گھریلو آفسز کی تلاشی سے ایسی ڈائریاں مل گئی تھیں جن میں دونوں نے اپنے ہاتھوں سے رقومات لکھی تھیں اور اغوا برائے تاوان کے ہر کیس کا باقاعدہ اشارہ بھی لکھا گیا تھا اور ان اشاروں کی تصدیق ان تاریخوں کے اخبارات کے ذریعے ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے وہ خفیہ اکاؤنٹس جن میں ان تاریخوں پر اتنی ہی خطیر رقمیں جمع کرائی گئی تھیں۔ عمران کا خیال تھا

کہ وہ خود سوپر فیاض کے آفس جا کر اسے یہ ڈائریاں دے کر سمجھا دے گا کہ انہیں کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن سر عبدالرحمٰن نے شاید پہلے ہی اسے دھمکی دے دی تھی۔ ظاہر ہے کہ سیٹھ ہاشم اور سردار ارباب کے عزیز و اقارب نے اعلیٰ حکام پر چڑھائی کر دی ہو گی کہ ان دونوں کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کیے جائیں اور پھر عمران نے حسب عادت سوپر فیاض کو زچ کرنا شروع کر دیا۔ اب اسے اس کی آمد کا انتظار تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے رسیور اٹھاتے ہی اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''صفدر بول رہا ہوں عمران صاحب۔ ہم سب مس جولیا کے فلیٹ پر اکٹھے ہیں اور یہاں سب نے متفقہ طور پر طے کیا ہے کہ اغوا برائے تاوان کے اس کیس کی تکمیل پر آپ سے دعوت کھائی جائے''...... دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

''ارے۔ ارے۔ کیا مطلب۔ یہ تم مجھ جیسے شریف النفس اور مرنجان مرنج آدمی پر الزام لگا رہے ہو۔ مجھ میں یہ جرأت کہاں کہ جولیا کو اغوا کر کے لے جاؤں۔ میں تو اس سوچ سے ہی ڈرتا ہوں''۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہمیں معلوم ہے عمران صاحب کہ آپ نے جس طرح پکی پکائی کھیر سوپر فیاض کے حوالے کی ہے آپ نے یقیناً اس سے

بھاری رقم وصول کر لی ہو گی اور اس رقم میں سے دعوت کھانا ہم سب کا حق ہے''...... صفدر نے باقاعدہ دلیل دیتے ہوئے کہا۔

''سوپر فیاض بے چارہ خودکشی کرنے پر تیار ہو گیا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ اس سے میں نے رقم وصول کی ہو گی۔ ویسے بھی بزرگ کہتے ہیں کہ چیل کے گھونسلے میں گوشت باقی رہ ہی نہیں سکتا''۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''خودکشی۔ کیوں۔ آج کے اخبارات اس کی تعریفوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ٹی وی چینلز پر اس کے قصیدے پڑھے جا رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ خودکشی کرنے پر تیار ہو گیا ہے''۔ صفدر نے باقاعدہ وکیلوں کے سے انداز میں اپنی بات کے حق دلائل دیتے ہوئے کہا۔

''یہ بات تو درست ہے لیکن مسئلہ یہ پھنس گیا ہے کہ اس نے ڈیڈی کو رپورٹ دیتے ہوئے سردار ارباب اور سیٹھ ہاشم کی گرفتاری کے بارے میں ٹھوس ثبوت علیحدہ دینے کا لکھا تھا۔ چنانچہ آج کے اخبارات میں ان دونوں کی تصاویر سرپرستوں کے طور پر شائع ہوئی ہیں اور ان دونوں پر اخبارات نے شدید نکتہ چینی کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے باثر رشتہ داروں اور ان کے وکلاء نے ثبوت طلب کیے ہیں اور ڈیڈی نے سوپر فیاض سے ثبوت طلب کیے ہیں۔ اب ثبوت سوپر فیاض کے پاس ہوتے تو دیتا۔ اب تم بتاؤ کہ وہ خودکشی نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا''...... عمران نے تفصیل

بتاتے ہوئے کہا۔

"مطلب ہے کہ آپ نے بھاؤ بڑھانے کے لئے ثبوت روک لئے ہیں"..... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے۔ میں نے کیسے روک لئے۔ ساری کارروائی تو سوپر فیاض، اس کے انسپکٹروں اور عملے نے کی ہے اور ثبوت میں نے روک لئے ہیں۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں بے چارہ کس قطار شمار میں ہوں"..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ویسے عمران صاحب۔ آپ نے یقیناً سوپر فیاض سے وصولی کر کے ثبوت تو اسے مہیا کر ہی دیئے ہیں اس لئے آپ نے آج شام گرانڈ ہوٹل میں پوری ٹیم کو ڈنر کھلانا ہے۔ یہ سب کا خصوصاً مس جولیا کا فیصلہ ہے"..... صفدر نے بات کو فائنل کرتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا اور عمران نے اس انداز میں کندھے اچکائے جیسے اب دعوت کھلانا اس کے لئے مجبوری بن گیا ہو۔

ختم شد